تکبیر تحریمہ میں شرکت کے درجات

تکبیر اولیٰ کا وقت کہاں سے کہاں تک ہے:

سوال: تکبیر اولیٰ کا ثواب کب تک رہتا ہے؟

الجواب

پہلی رکعت کے رکوع تک شامل ہوجانے سے تکبیر اولیٰ کا ثواب حاصل ہوجاوے گا۔(۱)

کما فی الشامی:وقیل: بإدراک الرکعة الأولٰی وھٰذاأوسع وھو الصحیح.(ردالمحتار: ۳۵۳/۱)(۲)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۰/۳)

---

(۱) تکبیر اولیٰ سے نماز پڑھنے کا ثواب متعدد احادیث سے ثابت ہے، چند روایتیں درج ذیل ہے:

عن أنس بن مالک قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من صلی للّٰه أربعین یوماً فی جماعة یدرک التکبیرةالأولٰی کتب له براء تان: براء ة من النا و براء ة من النفاق.(سنن الترمذی،باب فی فضل التکبیرة الأولٰی (ح:۲٤۱) / مسند البزار،مسند أبی حمزة أنس بن مالک (ح:۷٥۷۰)انیس)

عن عمربن الخطاب عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أنه کان یقول:من صلٰی فی مسجد جماعة أربعین لیلة لاتفوته الرکعة الأولٰی من صلاة العشاء کتب اللّٰه له بها عتقاً من النار.(سنن ابن ماجة،باب صلاة العشاء والفجر بجماعة (ح:۷۹۸)انیس)

قلت: وهکذا أورده صاحب القوت وقال وفي حدیث أبي کامل عن رسول اللّٰه – صلی اللّٰه علیه وسلم – وأخرجه البیهقي کذلک ولفظه من صلّی للّٰه أربعین یوماً في جماعة یدرک التکبیرة الأولی والباقي سواء وصحح الترمذي وقفه علی أنس وأخرج الإمام أحمد من حدیثه وفیه زیادة ولفظه:من صلی في مسجد أربعین صلاةکتبت له براء ة من النار وبراء ة من العذاب وبرء اة من النفاق وعند البیهقي من حدیثه أیضاً من صلی الغداة والعشاء الأخیرة في جماعة لا تفوته رکعة کتبت له براء تان براء ة من النار وبراء ة من النفاق وأخرج عبد الرزاق من حدیثه بلفظ من لم تفته الرکعة الأولی من الصلاة أربعین یوماً کتبت له براء تان براء ة من النار وبراء ة من النفاق وقد روی مثل ذلک عن عمر وأوس رضي اللّٰه عنهم أما حدیث عمر فرواه ابن ماجة والحکیم الترمذي ولفظه من صلی في مسجد جماعة أربعین لیلة لا تفوته الرکعة الأولی من صلاة العشاء کتب اللّٰه بها عتقاً من النار وعند البیهقي وابن النجار وابن عساکر من حدیثه بلفظ من صلی في مسجد جماعة أربعین لیلة لا تفوته الرکعة الأولی من صلاة الظهر کتب له بها عتق من النار وأما حدیث أوس بن أوس الثقفي فأخرجه الخطیب وابن عساکر وابن النجار ولفظه من صلی أربعین یوماً صلاة الفجر وعشاء الآخرة في جماعة أعطاه اللّٰه براء تین براء ة من النار وبراء ة من النفاق ==

کسی کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جائے، یا نماز قضا ہو جائے تو اس کی تلافی:

سوال: ایک شخص جماعت کا؛ بلکہ تکبیر اولیٰ کا پابند ہے، اب اتفاقاً اس کو کسی وقت تکبیر اولیٰ نہیں ملی اور وقت میں بھی اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ دوسری مسجد میں جا کر شریک تکبیر اولیٰ ہو، اب مجبوراً اس کو مسبوق ہونا پڑا، اب وہ یہ چاہتا ہے کہ میں کوئی کام ایسا کروں؛ تا کہ مجھ کو دنیا و مافیہا کے برابر ثواب ہو جاوے، جس سے میں سمجھ لوں کہ گویا میری تکبیر اولیٰ گئی ہی نہیں تو وہ کون سا ایسا کام کرے کہ جس سے تکبیر اولیٰ کے جانے کی تلافی ہو جاوے؟ اور اگر نماز قضا ہو جاوے تو سوائے نماز کے اور کون سا کام ایسا کرے، جس سے اس کے ثواب کی تلافی ہو جاوے، گویا نماز قضا ہوئی ہی نہیں؟ فقط

الجواب

نیت سے ثواب تکبیر اولیٰ کامل گیا ہے اور قضا نماز کرنے سے تلافی فوت صلوٰۃ کی ہو جاتی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(تالیفات رشیدیہ، ص ۲۹۸)

مقتدی کے لیے تکبیر اولی میں شرکت کے درجات:

سوال: میں نے سنا ہے کہ تکبیر اولی کے تین درجات ہیں: اول یہ کہ جب امام صاحب اللہ اکبر کہے تو ہم بھی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ دوسرا یہ کہ جب امام صاحب قرأت شروع کریں، اس سے پہلے ہم ہاتھ باندھ لیں اور تیسرا یہ کہ امام صاحب کے رکوع میں جانے سے پہلے ہم ہاتھ باندھ لیں، کیا یہ درست ہے؟ اگر درست ہے تو ہمیں تکبیر اولی کا ثواب ملے گا، یا نہیں؟

الجواب

صحیح تو یہ ہے کہ تکبیر اولی کی فضیلت اس شخص کے لیے ہے، جو امام کے تحریمہ کے وقت موجود ہو، بعض نے اس میں

== وأخرج عبد الرزاق في مصنفه عن أبي العالية مرسلاً من شهد الصلوات الخمس أربعين ليلة في جماعة يدرك التكبيرة الأولى وجبت له الجنة.(تخريج أحاديث إحياء علوم الدين،: ۱/۳۳٤،دار العاصمة للنشر،انيس)

(۲) ردالمحتار،باب صفة الصلاة،مطلب في وقت إدراك فضيلة الافتتاح: ۱/۴۹۱،ظفير

حاشية صفحه هذا:

(۱) (قوله والقضاء إسم لتسليم مثل الواجب به)أى بالأمر ولم يذكر الشيخ مثل الواجب من عنده كما ذكره شمس الأئمة فقال:القضاء إسقاط الواجب بمثل من عند المأمور هو حقه وكذا ذكره القاضى الإمام أيضا ولابد منه إذ لم يكن من عندالمأمور لا يكون قضاء .(كشف الأسرار،باب بيان صفة حكم الأمر: ۱/۱۳٤،دارالكتاب الإسلامى بيروت،انيس)
لأن القضاء يحكى الأداء.(فتح القدير،فصل فى القراءة: ۱/۳۲۸،دارالفكر بيروت،انيس)

زیادہ وسعت پیدا کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو شخص قرأت شروع ہونے سے پہلے شریک ہوجائے، اس کو بھی فضیلت حاصل ہوجائے گی اور بعض نے مزید وسعت دیتے ہوئے کہا کہ جو قرأت ختم ہونے سے پہلے شریک ہوجائے، اس کو بھی یہ فضیلت ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۳۵۶)

تکبیر اول میں شرکت کی حد:

سوال: جماعت میں تکبیر تحریمہ میں شرکت کی جو فضیلت ہے، وہ کس وقت تک ہے، اگر کوئی رکعت اولیٰ کے رکوع میں مل گیا تو اس کو یہ فضیلت حاصل ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس میں مختلف اقوال ہیں ادراک فاتحہ کا قول راجح ہے۔

قال فی الشامية: وفی التاتارخانية عن المنتقٰى...وقيل بإدراک الركعة الأولٰى،وهٰذا أوسع وهو الصحيح ،آه...وقيل بإدراک الفاتحة وهو المختار،خلاصة.(ردالمحتار: ۱/ ۴۹۱)(۲)

قلت:لفظ المختار آكد من لفظ الصحيح؛لأن التصحيح لايستلزم الاختيار.فقط واللّٰه تعالٰى أعلم

۲۹/ شعبان ۱۴۰۰ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۳۲۰)

تکبیر اولی کا وقت کیا ہے:

سوال: تکبیر اولی کا وقت کیا ہے؟ اور کب تک مقتدی امام کی اقتدا کرے تو تکبیر اولی کا ثواب مل جائے گا؟

(۱) وتظهر فائدة الخلاف فی وقت إدراک فضيلة تكبيرة الافتتاح،فعنده بالمقارنة،وعندهما إذا كبر فی وقت الثناء وقيل: بالشروع قبل قراءة ثلاث آيات لو كان المقتدی حاضرًا،وقيل: سبع لو غائبًا،وقيل: بادراک الركعة الأولٰى، وهٰذا أوسع وهو الصحيح وقيل:بإدراک الفاتحة وهو المختار،خلاصة، واقتصر على ذكر التحريمة والسلام فأفاد أن المقارنة فی الأفعال أفضل بالإجماع وقيل على الخلاف كما فی الحلية وغيرها عن الحقائق.(رد المحتار: ۱/ ۵۲۶) (كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب فی وقت إدراک فضيلة الافتتاح ،انيس)

عن أنس بن مالک قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من صلى للّٰه أربعين يوماً فی جماعة يدرک التكبيرة الأولٰى كتب له براء تان: براءة من النار و براءة من النفاق.(سنن الترمذی،باب فی فضل التكبيرة الأولٰى (ح: ۲۴۱) / مسند البزار ،مسند أبی حمزة أنس بن مالک (ح: ۷۵۷۰)انيس)

عن عمر بن الخطاب عن النبی صلى اللّٰه عليه وسلم أنه كان يقول:من صلٰى فی مسجد جماعة أربعين ليلة لاتفوته الركعة الأولٰى من صلاة العشاء كتب اللّٰه له بها عتقاً من النار.(سنن ابن ماجة،باب صلاة العشاء والفجر بجماعة (ح:۷۹۸)انيس)

(۲) كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب فی وقت إدراک فضيلة الافتتاح،انيس

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

تکبیر اولیٰ کی کئی صورتیں ہیں:

(۱)　امام کے ساتھ متصل نیت باندھ کر اقتدا کرے تو سب کے نزدیک تکبیر اولی کا ثواب مل جائے گا۔

(۲)　البتہ ثنا کے بعد، یا سورہ فاتحہ کے بعد رکوع سے قبل اقتدا کرے تو یہ صورتیں اختلافی ہیں۔

اوسع صحیح یہی ہے کہ پہلی رکعت کے پا لینے سے تکبیر اولی کا ثواب مل جاتا ہے۔

قال ابن عابدین رحمه اللّٰه: وتظهر فائدة الخلاف فی وقت إدراک فضیلة تکبیرة الافتتاح، فعنده بالمقارنة،وعندهما إذا کبر فی وقت الثناء...وقیل بإدراک الرکعة الأولیٰ،وهٰذا أوسع وهو الصحیح.وقیل بإدراک الفاتحة وهو المختار. (ردالمحتار،باب صفة الصلاة،مطلب فی وقت **إدراک فضیلة الافتتاح:** ۱/۵۲۶)(۱)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۲۸)

☆ ☆ ☆

---

(۱)　**فضیلة تکبیرة الافتتاح فتکلموا فی وقت إدراکها والصحیح أن من أدرک الرکعة الأولیٰ فقدأدرک فضیلة تکبیرة الافتتاح،کذا فی الحصرفی باب أبی یوسف رحمه اللّٰه.**(الفتاویٰ الهندیة،الباب فی صفة الصلاة: ۱/۶۹) (الفصل الأول فی فرائض الصلاة،انیس)

الغرض ہر شخص کو چاہئے کہ جماعت کے لیے جو وقت مقرر ہو،اس کے چند لمحہ پہلے آئے اور شروع سے جماعت میں شریک رہے؛ تاکہ اختلاف وشک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔انیس

جماعت کے فضائل ومسائل

جماعت کے سنت مؤکدہ قریب من الواجب ہونے کا مطلب:

سوال: یہ جو فقہانے لکھا ہے کہ جماعت پنجگانہ سنتِ مؤکدہ قریب بواجب ہے، یہ خاص مسجدِ محلّہ میں محلّہ والوں پر ہے، یا عام ہے؟ مثلاً: اہلِ محلّہ نے گھر میں جماعت سے نماز پڑھ لی تو آیا ان پر سے حضور مسجدِ محلّہ کی جماعت کا سقوط ہوجائے گا، یا نہیں؟ ایسا ہی کوئی باہر جانے والا ہے، اپنی مسجد محلّہ میں قبل جماعت فقط تین چار آدمیوں سے جماعت کرکے باہر چلا جاوے تو بھی جماعت ساقط ہوجائے گی، یا نہ؟

(۲) سوائے مسجد محلّہ کے کوئی سفر میں ہو، یا اگر شرعی مسافر نہ ہو؛ لیکن اپنے وطن کے سوا اور کہیں ہو تو بھی اس پر حضور مسجد کی جماعت کا لازم ہے، یا نہیں؟ دوسرے یہ ہے کہ جو وعید تارکِ جماعت پر وارد ہوا ہے، وہ مطلقاً جماعت کے تارک پر ہے، یا مسجد محلّہ کی جماعت کے تارک پر؟ اکثر کتب میں اس کی تفصیل وتفریق نہیں لکھی ہے؛ اس لیے بعض اس کے قائل ہونے لگے ہیں کہ جماعت مؤکدہ عام ہے، اس کی تحقیق وتفصیل سے آگاہی بخشئے گا؟

الجواب

حنفیہ کے نزدیک صلوات مکتوبہ کی جماعت مسجد محلّہ میں سنت مؤکدہ؛ بلکہ واجب ہے، (۱) گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاوے گا؛ لیکن ترک سنت مؤکدہ اور ترک واجب کا گناہ ہوگا۔

قال في التنوير: (والجماعة سنة مؤكدة للرجال)... (وأقلها إثنان)... (وقيل واجبة وعليه العامة)، آه.

قال في البحر: وهو (أي الوجوب) الراجح عند أهل المذاهب، آه. (۵۷۶/۱)(۲)

اس سے تو جماعت کا وجوب معلوم ہوا۔

---

(۱) عن ابن مسعود قال: لقد رأيتنا وما يتخلف من الصلاة إلامنافق قد علم نفاقه أو مريض إن كان المريض ليمشي بين رجلين حتى يأتي الصلاة وقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا سنن الهدىٰ، وإن من سنن الهدىٰ الصلاة في المسجد الذي يؤذن فيه. (الصحيح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدىٰ (ح: ٦٥٤) / مسند أبي يعلى الموصلي، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ٥٠٢٣) / جامع الأصول: ٥٦٩/٥، انيس)

(۲) تنوير الأبصار والدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٧٦/١، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

رہی اس کی دلیل کہ مسجد میں جماعت کرنا واجب ہے۔سو حنفیہ سب اس پر متفق ہیں کہ اجابت اذان واجب ہے، ہاں! اس میں اختلاف ہے کہ اجابت باللسان واجب ہے، یا بالقدم؟

شرنبلالی نے نور الایضاح ومراقی الفلاح میں دونوں کو واجب کہا ہے۔(ص:۱۱۱)

اور قاضی خان وحلوانی وغیرہ نے صرف اجابت بالقدم کو واجب کہا ہے اور اجابت باللسان کو مستحب کہا ہے۔

قال فی البحر: وفی فتاویٰ قاضی خان: إجابة المؤذن فضيلة وإن تركها لايأثم وأما قوله عليه والصلاة والسلام من لم يجب الأذان فلاصلا ة لـه، فمعناه الإجابة بالقدم لاباللسان فقط، آه، وقال الحلواني: الإجابة بالقدم لاباللسان حتىٰ لوأجاب باللسان ولم يمش إلى المسجد لايكون مجيبًا ولو كان فی المسجد حين سمع الأذان ليس عليه الإجابة،آه.(۲۵۹/۱)(۱)

اور ظاہر ہے کہ اجابت بالقدم سے مراد یہی ہے کہ مسجد جا کر جماعت سے نماز پڑھے۔

وفی ردالمحتار فيماإذا فاتته الجماعة فی مسجد حيه: وذكر القدوری: يجمع بأهله ويصلی بهم، يعني: وينال ثواب الجماعة، كذا فی الفتح، واعترض الشربنلالی بأن هٰذا ينافی وجوب الجماعة وأجاب ح بأن الوجوب عند عدم الحرج وفی تتبعها فی الأماكن القاصية حرج لايخفٰی مع مافی مجاوزة مسجد حيه من مخالفة قوله صلى الله عليه وسلم:"لاصلاة لجار المسجد إلا فی المسجد،آه.(۵۸۰/۱)(۲)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ گھر میں جماعت کرنا اس وقت جائز ہے، جب کہ مسجد محلّہ میں جماعت نہ مل سکی ہو اور اگر مسجد محلّہ میں جماعت ابھی نہیں ہوئی تو گھر میں جماعت کرنا جائز نہیں۔

---

(۱) وحكمه: لزوم إجابته بالفعل والقول وركنه: الألفاظ المخصوصة وشرط كماله: كون المؤذن صالحا عالما بالوقت،الخ.(مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح،باب الأذان:۷۸،المكتبة العصرية،انيس)

(۱) البحر الرائق،إجابة المؤذن: ۲۷۳/۱،دارالكتاب الإسلامی بيروت/ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الأذان: ۳۹۶/۱،دارالفكر بيروت،انيس

(۲) كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۵۵۵/۱، دارالفكر بيروت/البحر الرائق،صفة الإمامة فی الصلاة: ۳۶۷/۱، دارالكتاب الإسلامی بيروت،انيس

عن علی رضی الله عنه قال: " لاصلاة لجار المسجد إلا فی المسجد ".(المصنف لعبد الرزاق، باب من سمع النداء (ح: ۱۹۱۵)/ المصنف لأبی بكر بن أبی شيبة، كتاب الصلاة،من قال:إذا سمع المنادی فليجب (ح:۳۴۸۸) ۱۹۵/۳، مؤسسة علوم القرآن)/سنن الدارقطنی عن أبی هريرة، كتاب الصلاة،باب حث جار المسجد على الصلاة فيه إلا من عذر (ح:۱۵۵۳)۲۹۲/۲، مؤسسة الرسالة)/السنن الكبرىٰ للبيهقی، كتاب الصلاة،باب ماجاء من التشديد فی ترک الجماعة (ح:۴۹۴۲)۸۱/۳ ،دارالكتب العلمية بيروت،انيس)

بحر میں ہے:

وسئل الحلوانی: عمن يجمع بأهله أحيانًا هل ينال ثواب الجماعة أو لا؟ قال: لا ويكون بدعة ومكروهًا بلاعذر، آه. (٣٤٦/١)(١)

اس میں صاف تصریح ہے کہ گھر میں جماعت کرنا بدعت ومکروہ ہے؛ یعنی جب کہ مسجد محلّہ میں جماعت ملنے کی امید ہواور اگر وہاں جماعت ہوچکی تو پھر گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا؛ لیکن ترک جماعت فی المسجد کا گناہ بھی ہوگا، اگر اس نے قصداً کسل وغیرہ کی وجہ سے دیر کی ہواور اگر عذر شرعی کی وجہ سے دیر ہوگئی تو گناہ نہ ہوگا، پس صاحب قنیہ نے جو مطلقا لکھا ہے: **اختلف العلماء فی إقامتها فی البيت والأصح أنها كإقامتها فی المسجد إلا فی الفضيلة وهو ظاهر مذهب الشافعی، كذا فی حاشية البحر، آه.** (٢) یہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ اصحاب مذہب کی تصریحات اس کے خلاف ہیں اور صاحب قنیہ کی نقل ضعیف ہے اور یہ قول احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔

"عن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه أنه كان يقول: من سره أن يلقى اللّٰه غداً مسلماً فليحافظ علىٰ هؤلاء الصلوات الخمس حيث ينادی بهن، فإن اللّٰه شرع لنبيه صلی اللّٰه عليه وسلم سنن الهدی وإنهن من سنن الهدیٰ وإنی لاأحسب منكم أحدًا إلا له مسجد يصلی فيه، فلو صليتم فی بيوتكم وتركتم مساجدكم لتركتم سنة نبيكم ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم". {الحديث أخرجه النسائی واللفظ له ومسلم وأبوداؤد}(٣) ولفظ مسلم قال: "إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم علمنا سنن الهدٰی وإن من سنن الهدٰی الصلاة فی المسجد الذی يؤذن فيه". (٤)

اس میں صاف مسجد میں حاضر ہوکر نماز ادا کرنے کو سنت مؤکدہ اور گھر میں نماز پڑھنے کو ضلالت کہا ہے۔

عن ابن عباس مرفوعًا: "من سمع النداء ولم يجب فلاصلاة له إلا من عذرٍ"، صححه الحاكم وابن حبان. (٥)

(١)　كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٢٧٣/١، دار الكتاب الإسلامی بيروت، انيس

(٢)　منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٦٠٤/١، دار الكتب العلمية، انيس

(٣)　سنن النسائی، المحافظة على الصلوات حيث ينادی بهن (ح: ٨٤٩)/سنن أبی داؤد، باب فی التشديد فی ترک الجماعة (ح: ٥٥٠)/صحيح مسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدی (ح: ٦٥٤) انيس

(٤)　الصحيح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدیٰ (ح: ٦٥٤)/مسند أبی يعلى الموصلی، مسند عبداللّٰه بن مسعود (ح: ٥٠٢٣)/جامع الأصول: ٥٦٩/٥، انيس

(٥)　مسند ابن الجعد، شعبة عن عدی بن ثابت (ح: ٤٨٣)/سنن ابن ماجة، باب التغليظ فی التخلف عن الجماعة (ح: ٧٩٣)/سنن الترمذی، باب ماجاء فيمن يسمع النداء فلا يجيب (ح: ٢١٧) ص: ٥٦، بيت الأفكار/ ==

وعن علي رضي اللّٰه عنه مرفوعاً: لاصلاة لجار المسجد إلا في المسجد. {رواه ابن حبان وسنده حسن والتفصيل في إعلاء السنن}(۱)

اور جو شخص سفر شرعی سے کم مسافت کا مسافر ہے، وہ بحکم مقیم ہے، اس پر بھی جماعت مسجد کا اہتمام واجب ہے، **لاستثناء الفقهاء المسافر دون المقيم**، البتہ اگر اس حالت میں جماعت سے کوئی دوسرا عذر مانع ہو تو **تخلف عن الجماعة** کی گنجائش ہے، **والأعذار مذكورة في الفقه بالبسط والله تعالىٰ أعلم**

۴؍شوال ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۲؍۱۴۷-۱۴۹)

جماعت کی نماز چھوڑنے پر وعید شدید:

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ جس وقت بہت سے آدمی نماز جمعہ کو نہیں آتے تھے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ ''اگر اس وقت میری جگہ کوئی دوسرا آدمی پیش امام ہوتا تو میں جو نماز جمعہ پڑھنے کو نہیں آئے، ان کے گھروں کو جا کر آگ لگا دوں''۔ یہ حدیث مبارک صحیح ہے، یا نہیں؟ اور ایک شخص یہاں پر یوں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، ایسا اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتے، پس مذکورۂ بالا حدیث مبارک صحیح ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۶۴۴، سید احمد علی صاحب ضلع منماڑ، ۱۰؍رجب ۱۳۵۹ھ، ۱۵؍اگست ۱۹۴۰ء)

الجواب

بخاری شریف میں یہ حدیث ہے:

''لقد هممت أن آمر المؤذن فيقيم ثم آمر رجلاً يؤم الناس ثم آخذ شعلاً من نار فأحرق على من لايخرج إلى الصلاة بعد''. (۱)

== صحيح ابن حبان، ذكر الخبر الدال على أن هذا الأمر حتم لا ندب (ح: ۲۰۶٤)/قال الحاكم: وهو صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه. وقال الذهبي: على شرطهما. (المستدرك للحاكم بتحقيق مصطفى عبدالقادر عطا: ۳۷۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۱) إعلاء السنن، وجوب إتيان الجماعة في المسجد عند عدم العلة: ١٩٤/٤، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي، انيس

(۱) باب فضل الجماعة: ۹۰/۱، ط، قديمي كتب خانة، كراچي (وعن أبي هريرة قال: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: والذي نفسي بيده، لقد هممت أن آمر بحطب فيحطب ثم آمر بالصلاة فيؤذن لها ثم آمر رجلاً فيؤم الناس ثم أخالف إلى رجال فأحرق عليهم بيوتهم والذي نفسي بيده لو يعلم أحدهم أنه يجد عرقا سمينا أو مرماتين حسنتين لشهد العشاء. (صحيح البخاري، باب وجوب صلاة الجماعة (ح: ٦٤٤) ص: ۱۳۹، بيت الأفكار، انيس)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ مؤذن کو حکم کروں کہ وہ اقامت کہے اور کسی شخص کو حکم کروں کہ وہ نماز پڑھاوے اور پھر میں آگ کے شعلے لے کر جاؤں اور جو لوگ ابھی تک نماز کے لیے نہیں نکلے، ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔

اکثر روایات میں یہ فرمان عشا کی نماز کے متعلق ہے اور بعض روایات میں جمعہ کے متعلق اور یہ بات رحمۃ للعالمین کے خلاف نہیں ہے، جیسے کہ خدا کا گنہگاروں اور کافروں کو جہنم میں ڈالنا، اس کے ارحم الراحمین ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۴۲/۳-۱۴۳)

پابندی جماعت کے لیے بالغ لڑکے کو مارنے کا حکم:

سوال: ایسا لڑکا بالغ جو پابند جماعت نماز نہیں یعنی کبھی تو شریک ہوتا ہے اور کبھی ناغہ بھی کر دیتا ہے اس کی تاکید پابندی میں مارنا شرعا کیسا ہوگا شبہ یوں ہو گیا ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عادۃ شریفہ تھی: **إختار أیسر الأمرین مالم یکن اثمًا؟**

الجواب

اگر اس حدیث کے یہ معنی ہوتے تو "**فاضربوهم علی الصلاة وهم أبناء عشر سنین**" (۱) نہ فرماتے اور جماعت بھی واجب ہے، جو عملاً مساوی فرض کے ہے اور ضرب احکام عملیہ سے ہے۔ فقط

۴/ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ، ص: ۴۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۰۰/۱-۴۰۱)

جماعت کا ثواب کتنے مقتدیوں میں ہوتا ہے:

سوال: جماعت کا ثواب کتنے شخصوں سے حاصل ہوگا، اگر ایک شخص ہی امام کے ساتھ ہو، تب بھی ثواب ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

ایک مقتدی بھی اگر امام کے ساتھ ہو تو جماعت ہو جائے گی اور ثواب جماعت کامل جاوے گا۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۷/۳)

---

(۱) عن سبرة قال: قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: مروا الصبی بالصلاة إذا بلغ سبع سنین وإذا بلغ عشر سنین فاضربوه علیها. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب متٰی یؤمر الغلام بالصلاةم (ح: ٤٩٤) ص: ٧٧، بیت الأفکار) / المنتقی لابن الجارود، فرض الصلوات الخمس وأبحاثها (ح: ١٤٧) / سنن الدار قطنی، باب الأمر بتعلیم الصلوات والضرب علیها (ح: ٨٨٦) / المستدرک للحاکم، باب فی فضل الصلوات الخمس (ح: ٧٢١) انیس)

(۲) عن أبی بن کعب عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال صلاتک مع الرجل أزکٰی من صلاتک وحدک==

دوآدمیوں سے جماعت ہوتی ہے، یانہیں:

سوال: حنفی مذہب میں جمعہ کے سوااور نمازوں میں دوآدمی سے جماعت ہوتی ہے، یانہیں؟

الجواب

ہوجاتی ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۷۴-۷۵)

صرف بچے مقتدی ہوں تو بھی جماعت ہوگی:

سوال: جب کہ بالغ مقتدی نہ ملیں تو صرف بچوں کے مقتدی بن جانے سے ثواب جماعت کا ہوگا، یانہیں؟

الجواب

اگر مقتدی بالغ کوئی نہ ہوتو صرف بچوں کو مقتدی بنانے سے جماعت کا ثواب حاصل ہوجاوے گا۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۴۲)

مقتدی نابالغ ہوں تو جماعت ہوسکتی ہے، یانہیں:

سوال: اگر امام کے پیچھے مقتدی نابالغ ہوں تو جماعت ہوسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب

نابالغ مقتدی اگر سمجھ دار ہے تو جماعت صحیح ہے۔

فی الهندية (۱/۵۲)(۳):إذازاد علی الواحد فی غیرالجمعة فهوجماعة وإن کان معه صبی عاقل، کذا فی السراجية. (امدادالاحکام:۲/۱۳۸)

== وصلاتک مع الرجلین أزکیٰ من صلاتک مع الرجل وماکثرت فهوأحب إلی اللّٰه عزوجل . {أخرجه الحاکم} (إعلاء السنن: ۲/۳۴)/المستدرک للحاکم: ۱/ ۲۴۸-۲۴۹)وقد جزم یحیٰ بن معین والذهلی بصحة هذا الحدیث.(الترغیب والترهیب: ۱/۲۶۴،مکتبة مصطفی البابی الحلبی انیس)

(۳) تقدم حدیث:"عن أبی کعب عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: صلاتک مع الرجل أزکیٰ،الخ"،انیس

عن أبی موسیٰ الأشعری رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول صلی اللّٰه علی وسلم:إثنان فما فوقهما جماعة. (سنن ابن ماجة،کتاب إقامة الصلاة،باب الإثنان جماعة (ح: ۹۷۲)ص: ۱۱۲،بیت الأفکار)/(إعلاء السنن،کتاب الصلاة،أبواب الإمامة،باب الإثنان جماعة (ح: ۱۲۱۱) ۴/۲۳۸،إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة،کراتشی،انیس)

(وأقلها)أی الجماعة(إثنان)واحد مع الإمام ولوممیزاً،إلخ، فی مسجدأوغیره.(الدرالمختار)

لحدیث"إثنان فما فوقهماجماعة". (ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۱۸)(کتاب الصلاة،باب الإمامة،انیس)

(۱) وتحصل فضیلة الجماعة بصلوٰته مع واحد (أی من الصبیان)إلافی الجمعة فلاتصح بثلاثة منهم.(الأشباه والنظائر ، أحکام الصبیان: ص: ۴۸۰، ظفیر)

(۲) الباب الخامس فی الإمامة،الفصل الأول فی الجماعة،انیس

اکیلا نماز پڑھنے سے گھر میں زیادہ ثواب ہے، یا مسجد میں:

سوال: زید مسجد میں اکیلا نماز پڑھتا ہے اور بکر گھر میں نماز پڑھتا ہے، دونوں کے ثواب میں کچھ فرق ہے، یا نہ؟

الجواب

جو شخص مسجد میں جماعت کی نماز چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنے کا عادی ہے اور ترک جماعت پر مصر ہے، وہ فاسق ہے، احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''اگر بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دیتا، جو مسجد میں آکر جماعت سے نماز نہیں پڑھتے''۔(۱)

پس جو شخص مسجد میں آکر اکیلا نماز پڑھا کرے اور جماعت کا خیال نہ کرے اور اپنی عادت ترک جماعت کی کرے، یا گھر میں اکیلا نماز پڑھنے کا عادی ہو اور ترکِ جماعت کرتا ہو، دونوں فاسق اور دونوں مرتکب امر حرام کے ہیں، ان میں سے کس کو کہہ دیا جائے کہ زیادہ ثواب فلاں کو ہے اور فلاں کو نہیں، وہ دونوں ہی گنہگار ہیں، دونوں کو یہ لازم ہے کہ جماعت کی پابندی کریں، نہ گھر میں اکیلے نماز پڑھیں، نہ مسجد میں اکیلے نماز پڑھیں، مجبوری سے اتفاقاً جماعت فوت ہوجائے تو یہ دوسری بات ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۷۱)

سنن وضو کا پورا کرنا ضروری ہے، چاہے جماعت ختم ہوجائے:

سوال: ''فتاویٰ دارالعلوم (دیوبند)'' مرتبہ مفتی ظفیر الدین مفتاحی مدظلہ (مرحوم) مطبوعہ زکریا بکڈپو دیوبند ج:۱/ص:۱۳۱ پر مرقوم ہے:

''سنن وضو کا پورا کرنا ضروری ہے، چاہے جماعت ختم ہوجائے''۔

اور حاشیہ میں بطور اس کی دلیل کے مذکور ہے:

---

(۱) عن أبی موسیٰ الأشعری قال: قال رسول صلی اللّٰہ علی وسلم: إثنان فما فوقها جماعة.(سنن ابن ماجة، کتاب إقامة الصلاة،باب الإثنان جماعة (ح:۹۷۲)ص:۱۱۲،بیت الأفکار،انیس)

عن أبی هریرة قال:قال:رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال:لو لا ما فی البیوت من النساء والذریة لأقمت الصلاة،صلاة العشاء وأمرت فتیانا یحرقون ما فی البیوت بالنار.{رواه أحمد}(مشکوة،باب الجماعة، الفصل الثانی، ص:۹۷، ظفیر) (ح:۱۰۷۳)انیس)

(۲) قال محمد رحمه اللّٰہ فی الأصل:أعلم أن الجماعة سنة مؤکدة لایرخص الترک فیها إلا بعذر،مرض أو غیره،إلخ،ففی الغایة:قال عامة مشائخنا:إنها واجبة،إلخ،وفی البدائع:تجب علی العقلاء البالغین الأحرار القادرین علی الجماعة من غیر حرج،انتهیٰ،والأدلة تدل علی الوجوب،إلخ، وکذاأحکام تدل علی الوجوب من أن تارکها من غیر عذریعزرو ترد شهادة ویأثم الجیران بالسکوت عنه.(غنیة المستملی،فصل فی الإمامة: ٤٧٤،ظفیر)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "أسبغوا الوضوء". {رواہ مسلم}(۱)

"أی أتموہ بإتیان جمیع فرائضہ وسننہ أو أکملوا واجباتہ" آہ. (۲)

عرض ہے کہ کیا یہ مسئلہ درست ہے؟ بندہ کے ذہن میں اس کے متعلق چند باتیں ہیں، جو حاضر خدمت ہیں:

(الف) خط کشیدہ الفاظ میں سنت کا اصل مفہوم باقی محسوس نہیں ہوتا۔

(ب) اس مسئلہ کو صحیح قرار دینے پر جماعت کی جو اہمیت جمہور کے نزدیک ہے، اس پر زد پڑتی ہے، جیسا کہ قاموس الفقہ میں ہے: "فقہاء احناف میں سے بعض نے اس کو (جماعت کو) واجب اور بعض نے سنت مؤکدہ قرار دیا ہے، جو واجب کے قریب قریب ہوتا ہے"۔(۳)

(ج) مفتی ظفیر الدین مدظلہ (مرحوم) از خود درمختار کے ترجمہ شرح کشف الاسرار: ۱؍۳۰۰، پر تحریر فرماتے ہیں:

"فلا صلاۃ إلا المکتوبۃ إلا بسنۃ الفجر إن لم یخف فوت جماعتھا ولو بإدراک تشھدھا فإن خاف ترکھا أصلاً، إلخ". (۴)

(د) اور بہشتی زیور میں فجر کی سنت کے متعلق لکھا ہے:

"من خاف أن تفوتہ رکعتا الفجر لو اشتغل بسنتھا، ترکھا وإلا فلا". (۵)

المختصر! فجر کی سنتوں جیسی اہم سنت کے متعلق یہ صراحت ہے، اب حضور واضح فرمائیں کہ وضو کی سنتوں کا کیا حکم ہے اور پھر ترمذی وغیرہ میں ایک بار اعضاء وضو دھونے کی روایتیں بھی ہیں، کما أظھر علیک منی.

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً و مسلماً

فقہ حنفی کی عربی کتب فتاویٰ، نیز شروح میں یہ جزئیہ کہیں صراحۃً نظر سے نہیں گزرا؛ اس لیے غالب یہ ہے کہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا جواب اپنی فقہی بصیرت اور فقاہت نفس سے ہی لکھا ہوگا، اس جواب کو لکھتے وقت ان کے پیش نظر کیا دلیل یا ماٰ خذ رہا، اس کی تصریح انہوں نے اپنے جواب میں تو نہیں فرمائی،

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الطھارۃ، باب وجوب غسل الرجلین بکمالھما (ح: ۲۴۰۔۲۴۱) ص: ۱۲۴، بیت الأفکار/ صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: غسل الأعقاب (ح: ۱۶۵) ص: ۵۷/ سنن النسائی، کتاب الطھارۃ، باب إسباغ الوضوء (ح: ۹۷) ص: ۳۵، بیت الأفکار/ وباب کیف المسح علی العمامۃ (ح: ۱۱۱) ۸۲/۱، دار المعرفۃ بیروت/ سنن ابن ماجۃ، کتاب الطھارۃ وسننھا، باب غسل العراقیب (ح: ۴۵۰) ص: ۶۲، بیت الأفکار، انیس)

(۲) مرقاۃ المفاتیح: ۳۱۰/۱ (باب فی سنن الوضوء: ۴۰۷/۱، دار الفکر بیروت، انیس)

(۳) قاموس الفقہ: ۳؍۱۱۷، مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند

(۴) مکتبہ فیض القرآن، دیوبند

(۵) حاشیہ بہشتی زیور مدلل: ۳۶/۲

البتہ محشی مدظلہ (مرحوم) نے اس کی دلیل میں ارشادِ نبوی "أسبغوا الوضوء" اور اسباغ کی تشریح بحوالۂ مرقاۃ پیش فرمائی ہے، جس میں فرائض کے ساتھ سنن کی ادائیگی کو بھی اسباغ کا مصداق قرار دیا گیا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وضو کو کامل طور پر ادا کرنے میں کوتاہی سے نماز میں نقص آتا ہے؛ بلکہ وضو کے بعض افعال، جن کی سنیت اور رکنیت حضرات ائمۂ مجتہدین کے درمیان مختلف فیہ ہے، ان میں تو نماز کی صحت ہی اختلافی ہوجائے گی، مثلاً سر کا مسح کہ احناف کے یہاں چوتھائی سر کا مسح تو فرض ہے اور پورے سر کا مسح سنت ہے، جب کہ مالکیہ کے یہاں پورے سر کا مسح فرض ہے، اب اگر کوئی حنفی پورے سر کے مسح کو سنت ہونے کی وجہ سے چھوڑ دے اور صرف چوتھائی پر اکتفا کرے تو اس کی نماز مالکیہ کے یہاں درست نہ ہوگی، یہی حال نیت، ترتیب، موالات وغیرہ کا ہے؛ بلکہ وضو میں سنتوں کے چھوڑنے کا اثر دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔

سنن نسائی میں ہے کہ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ روم پڑھنا شروع کی، اثناء قرأت میں آپ کو کچھ خلجان اور التباس واشتباہ پیش آیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو یہ ارشاد فرمایا:

"مابال أقوام يصلون معنالايحسنون الطهور وإنما يلبس علينا القرآن أولئك". (۱)

(ترجمہ: کیا حال ہے لوگوں کا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وضو ٹھیک طرح نہیں کرتے، جز ایں نیست کہ صرف ایسے ہی لوگ ہمارے پڑھنے میں گڑبڑ کر دیتے ہیں۔)

علامہ طیبی **طيب الله ثراه وجعل الجنة مثواه** اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ!

سنن وآداب کے انوار وبرکات دوسروں تک سرایت کرتے ہیں اور ان کے ترک سے فتوحات غیبیہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور بعض اوقات اس کا اثر دوسروں تک متعدی ہوتا ہے کہ اس شخص کی وجہ سے دوسرا شخص خیرات وبرکات اور انوار وتجلیات سے محروم ہوجاتا ہے۔ (۲)

قال الطيبي: قد تقدم معنى إحسان الوضوء في الفصل الأول، وفيه إشارة إلى أن السنن والآداب مكملات للواجب يرجى بركتها وفي فقدانها سد باب الفتوحات الغيبية، وإن بركتها تسري إلى الغير كماأن التقصير فيها يتعدى إلى حرمان الغير، إلخ. (مرقاۃ: ۱/ ۳۳۰) (۳)

اس لیے وضو کی سنتوں کو محض اس لیے کہ ان کو سنت کا عنوان دیا گیا ہے، کم نہ سمجھا جائے؛ بلکہ چوں کہ وضو کے افعال میں نماز کی طرح فرائض کے بعد واجبات کا درجہ نہیں رکھا گیا ہے؛ اس لیے جو افعال واجبات کے درجہ میں آسکتے

---

(۱) سنن النسائي، القراءة في الصبح بالروم (ح: ۹٤٦) ۱/ ٤٩٤، دار المعرفة، بيروت، انيس

(۲) سیرت مصطفیٰ: ۳/ ۵۷-۵۸

(۳) كتاب الطهارة، الفصل الثالث (ح: ۲۹۵) انيس

تھے، ان کو بھی سنن کے خانہ میں رکھ دیا گیا ہے؛ اس لیے اگر حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے اپنی فقہی بصیرت اور فقاہت نفس کی بنیاد پر مندرجۂ بالا جواب تحریر فرمایا ہے تو وہ قابل اشکال نہیں۔

آپ نے چند باتوں کے نام سے آپ نے جو اشکالات لکھے ہیں، اس میں نمبر (الف) والا اشکال تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کی مراد کیا ہے؟ رہا نمبر (ب) اور (ج) والا اشکال تو یہ یاد رہے کہ جماعت کو سنت مؤکدہ، یا واجب جو بھی درجہ دیا جائے، بہر حال وہ نماز کے لیے شرط کی حیثیت نہیں رکھتی؛ اس لیے کوئی آدمی بغیر جماعت کے تنہا نماز پڑھے گا، تب بھی اس کا فریضہ ادا ہو کر وہ بری الذمہ ہو جاتا ہے، چاہے اس کی یہ ادا ادائے ناقص کہی جائے؛ لیکن وضو کی حیثیت نماز میں شرط کی ہے، اگر کوئی آدمی بغیر وضو نماز ادا کرے گا تو اس کی نماز ہی درست نہ ہوگی، اس سے آپ کو دونوں کے درمیان کے فرق کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

رہا آپ کا یہ اشکال کہ جماعت پانے کے لیے فجر کی سنتوں جیسی اہم سنت کو چھوڑنے کی اجازت دی گئی تو ظاہر ہے کہ جماعت کے مقابلہ میں فجر کی سنتوں کو ترجیح نہیں دی جا سکتی؛ اس لیے کہ اگر فجر کی سنتیں ادا کر کے جماعت حاصل ہو سکتی ہے تو اس صورت کو اختیار کیا جائے گا، ورنہ فجر کی سنتوں کو چھوڑ کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جائے گی، آپ کا وضو اور اس کی سنتوں کو فجر کی سنتوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۴/۱۹۴-۱۹۹)

سلام پھیرنے کے وقت تکبیر تحریمہ اور شرکتِ جماعت:

سوال: زید نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا اور زید نے امام کی شرکت قعود میں بالکل نہیں کی تو اب زید کو دوبارہ تکبیر تحریمہ کہنی چاہیے، یا اول ہی کی تکبیر تحریمہ کافی ہے؟

الجواب

پوری تکبیر تحریمہ، یعنی اللّٰــہ أکبر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کہہ چکا ہے تو وہ شریک جماعت ہو گیا، (۱) اب اس کو دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قال فی الحلیة عند قول المنیة: ولا دخول فی الصلاة إلا بتکبیر الافتتاح. (ردالمحتار) (۲)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۶۹)

---

(۱) عن علی بن طالب ومعاذ بن جبل قالا: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا أتیٰ أحدکم الصلاة والإمام علیٰ حال فلیصنع کما یصنع الإمام. (سنن الترمذی، باب ما ذکر فی الرجل یدرک الإمام (ح: ۵۹۱)/جامع الأصول: ۵/۶۳۰) قال الترمذی: هذا حدیث غریب ... قال النووی: وإسناده صعیف نقله میرک، فکان الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل أهل العلم. (مرقاة المفاتیح، باب ما علی المأموم من المتابعة: ۳/۸۷۹، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار باب صفة الصلاة، فصل فی بیان تالیف الصلاة: ۲/۱۷۸، دار الکتب العلمیة، انیس)

جماعت کھڑی ہونے کے بعد فجر کی سنت ادا کرنا، سنتِ فجر کی قضا، فجر کی قرأت کی تفصیل:

محترم ومکرم جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم

(۱) اگر امام کو نماز فجر میں حدث یا کوئی مفسدۂ صلوٰۃ پیش آجائے اور نماز دوبارہ دہرانی پڑے تو کیا وہی قرأت (طوال مفصل) پڑھیں گے، جو پہلی نماز میں پڑھی تھی، یا پھر اوساط مفصل، یا قصار مفصل میں سے کوئی سورت پڑھی جاسکتی ہے، جبکہ وقت طلوع ہوجانے کا اندیشہ بھی ہو؟

(۲) فجر کی جماعت کھڑی ہوجانے کے قریب، یا بعد میں کچھ آدمی صف میں ہی اور کچھ آدمی صحن میں سنتیں ادا کرتے ہیں، اس طرح امام دوسری رکعت کے قعدہ تک پہنچ جاتا ہے اور سلام کے قریب پہنچنے تک بعض مصلی آ آکر جماعت میں شریک ہوتے رہتے ہیں تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ فجر کی سنتیں جماعت شروع ہوجانے کے بعد کب تک ادا کر کے جماعت میں شامل ہوسکتے ہیں؟

(۳) متروکہ فجر کی سنتوں کو اگر کوئی شخص اشراق کے وقت ادا کرے، یا اشراق کی نماز میں ہی فجر کی سنتوں کی نیت کرلے تو آیا شرعاً درست ہے؟ اس طرح اگر کوئی شخص ظہر کی سنتوں سے پہلے دو رکعت فجر کی سنت قضا کی نیت سے ادا کرے تو کیا شرعاً صحیح ہے؟

(۴) فجر کی فرض نمازوں میں طوال مفصل کی قرأت کے بارے میں تشریح کردی جائے کہ ایک مکمل سورت دو رکعتوں میں قرأت کریں، یا دو پوری پوری سورتیں الگ الگ رکعتوں میں قرأت کریں؟ بعض امام ٹھہر ٹھہر کر، یا خوب قرأت ولہجہ سے پڑھتے ہیں اور بعض امام ذرا تیز وسیدھے سادے لہجہ میں؛ مگر تجوید کا لحاظ کرتے ہوئے پڑھتے ہیں، عام طور پر فجر کی نماز دس بارہ منٹ میں پوری ہوتی ہے، لہذا امام کو روزانہ، یا اکثر دنوں میں فجر کی نماز میں کس طرح اور کتنی دیر قرأت کرنی چاہئے کہ مسنون قرأت کی فضیلت حاصل ہوجائے اور مصلیان پر بار بھی نہ پڑے؟

(۵) طوال مفصل، اوساط مفصل اور قصار مفصل والی سورتیں ہی آیا مختلف نمازوں میں پڑھنا مسنون ومطلوب ہے، یا یہ محض اصطلاحیں ہیں اور ایک طرح کی پیمائش وضابطہ ہے کہ اتنی اتنی مقدار کی آیتیں کلام پاک میں جہاں سے جی چاہے، پڑھ سکتے ہیں، کوئی قید نہیں؟ فقط والسلام (مستفتی: محمد عبداللطیف علیانی)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

(۱) اس کا جواب اوپر آچکا، البتہ اگر طوال مفصل پڑھنے کی صورت میں دوران نماز سورج نکل آنے کا اندیشہ ہوتو پھر اس کے مطابق قرأت کی مقدار رکھی جائے۔(۱)

() (وإذا طلع الفجر فقد دخل وقت صلاة الفجر ويخرج وقتها بطلوع الشمس).(شرح مختصر الطحاوی، باب المواقيت: ۱/ ۴۹۱، دارالبشائر الإسلامية، انيس)

(۲) عمدۃ الفقہ میں ہے:

''جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل نماز کا شروع کرنا جائز نہیں سوائے سنت فجر کے، پس اگر کوئی شخص گھر سے فجر کی سنتیں پڑھ کر نہیں آیا اور مسجد میں جماعت ہو رہی ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ سنتیں پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی، خواہ قعدہ ہی مل جائے تو سنتیں پڑھ لے، مگر صف کے برابر کھڑا ہو کر نہ پڑھے اور ایسے شخص کو مسجد کے دروازے پر سنتیں پڑھنا افضل ہے، اس کے بعد اگر امام اندر کی مسجد میں نماز پڑھتا ہو تو باہر کے حصہ میں سنتیں پڑھنا افضل ہے اور اگر امام باہر کے حصہ میں نماز پڑھتا ہو تو اندر سنتیں پڑھنا افضل ہے اور اگر اس مسجد میں اندر باہر دو درجے نہ ہوں تو ستون، یا دیوار یا پیڑ کی آڑ میں پڑھے، جو کہ اس میں اور صف میں حائل ہو جائے اور صفوں کے پیچھے بغیر کسی حائل کے سنتیں پڑھنا مکروہ ہے اور سب سے سخت مکروہ یہ ہے کہ جماعت کی صف میں مل کر سنتیں پڑھے، یہ سب صورتیں اس وقت ہیں، جب امام جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو۔ امام کے نماز شروع کرنے سے پہلے، جہاں چاہے نماز پڑھے اور خواہ وہ کوئی سی سنتیں ہوں؛ لیکن اگر وہ یہ جانتا ہے کہ جماعت جلد قائم ہونے والی ہے اور یہ اس وقت تک سنتوں سے فارغ نہ ہو سکے گا تو ایسی جگہ نہ پڑھے کہ اس کے سبب صف قطع ہوتی ہو، امام کو رکوع میں پایا اور یہ معلوم نہیں کہ پہلی رکعت کا رکوع ہے، یا دوسری کا تو فجر کی سنتیں بھی ترک کردے اور جماعت میں مل جائے''۔(۱)

(۳) فجر کی سنتیں اگر فرض کے ساتھ فوت ہو جائیں؛ یعنی فجر کی نماز ہی قضا ہو جائے تو اگر سورج نکلنے کے بعد زوال سے قبل ادا کرے تو فرضوں کے ساتھ سنتوں کو بھی قضا کرے اور اگر زوال کے بعد قضا کرے تو سنتیں اس سے ساقط ہو جائیں گی، صرف فرضوں کی قضا کرے، یہی صحیح ہے اور اگر فجر کی سنتیں بغیر فرض کے قضا ہوں، جیسا کہ جماعت جاتے رہنے کے خوف سے جماعت میں شامل ہو گیا اور سنتیں رہ گئیں تو شیخینؒ کے نزدیک ان کو طلوع آفتاب کے بعد قضا نہ کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب سورج نکل آئے اور ایک نیزہ بلند ہو جائے، اس کے بعد زوال سے پہلے پہلے تک قضا کر لے، اس کے بعد قضا نہ کرے اور فرض کے بعد طلوع آفتاب سے قبل بالاتفاق سنت فجر، یا کوئی نفل پڑھنا مکروہ تحریمی وممنوع ہے۔(۲)

(۴) افضل یہ ہے کہ فرض کی ہر رکعت میں الحمد کے سوا ایک پوری سورت پڑھے اور اگر عاجز ہو تو ایک سورت دو رکعتوں میں تمام کرے۔(۳)

(۱) عمدۃ الفقہ: ۲/ ۳۰۹-۳۱۰

(۲) عمدۃ الفقہ: ۲/ ۲۹۸

(۳) عمدۃ الفقہ: ۲/ ۱۱۸

فرضوں میں ٹھہر ٹھہر کر قرأت کرے اور ہر حرف کو جدا جدا پڑھے اور تراویح میں متوسط انداز پر اور رات کے نوافل میں (تہجد میں) جلد پڑھنے کی اجازت ہے؛ اس لیے کہ رات کی نوافل یعنی تہجد پڑھنے والوں کی عادت زیادہ قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے تو جلد پڑھنے سے ان کا ورد پورا ہوسکتا ہے؛ مگر جلدی کے یہ معنی ہیں کہ مد زیادہ نہ کھینچے؛ بلکہ مد کا کم سے کم درجہ جو قاریوں نے رکھا ہے، اس کو ادا کرے اور ایسی جلدی نہ کرے کہ سمجھ میں بھی نہ آوے، ورنہ ترک ترتیل کی وجہ سے حرام ہے؛ کیوں کہ قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم ہے۔(۱)

(۵)　عمدۃ الفقہ میں ہے:

''حضر میں؛ یعنی جبکہ سفر میں نہ ہو اور اطمینان کی حالت میں ہو، کسی قسم کا اضطرار نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا چالیس، یا پچاس آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ سے سو تک پڑھے۔ ظہر کی دونوں رکعتوں میں بھی فجر کی مثل، یا اس سے کم پڑھے۔ عصر اور عشا کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ یا بیس آیتیں پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت میں پانچ آیتیں، یا کوئی چھوٹی سورت پڑھے اور مستحسن ومستحب ہے کہ حضر میں فجر وظہر کی نماز میں طوال مفصل پڑھے اور وہ سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں ہیں، (سورۂ بروج اس میں شامل ہے) عصر اور عشا میں اوساط مفصل پڑھے اور وہ سورۂ والطارق سے لم یکن تک ہے اور مغرب میں قصار مفصل؛ یعنی چھوٹی سورتیں پڑھے اور وہ اذا زلزلت سے آخر قرآن؛ یعنی والناس تک ہے۔ مفصلات کا پڑھنا الگ سنت ہے اور مقدار معین؛ یعنی آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے جو اوپر مذکور ہوئی، پڑھنا الگ سنت ہے، حسب موقع جس پر چاہے عمل کرے؛ لیکن مفصلات کا اختیار کرنا مستحسن ہے۔(۲)

احسن الفتاویٰ میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ اس سلسلہ میں رد المحتار کی طویل عبارت نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ!

''تحقیق مذکور سے ثابت ہوا کہ سنیتِ قرأت سے متعلق دو روایتیں ہیں: ایک میں آیات کی متعین تعداد کو سنت قرار دیا ہے اور دوسری میں سور مفصل کو، نہر میں صورت تطبیق یہ بیان کی ہے کہ سور مفصل میں سے آیات کی متعین تعداد مسنون ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی نے اس پر اشکال ظاہر فرمایا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ دونوں مستقل روایتیں ہیں اور سور مفصل کی روایت عام متون کی ہے اور یہی راجح ہے، پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ پوری سورت پڑھنا افضل ہے اور اگر جزءِ سورت پڑھنا چاہے تو آخر سے پڑھے، آخر سورت کا ترک مکروہ تنزیہی ہے؛ غرضیکہ مفصل سور پڑھنا سنت ہے، اس کے خلاف جو معمول بن چکا ہے، وہ صحیح نہیں، خانیہ ومنیہ میں قرأت مفصل کا استحباب مذکور

(۱،۲)　عمدۃ الفقہ: ۱۲۰/۲

ہے، مگر علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہاں استحباب سے سنت مراد ہے اور بفرض استحباب بھی اس کے ترک کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، ترک سنت، یا استحباب اور کراہت تنزیہیہ کا ارتکاب بالخصوص اس پر دوام واصرار قابل اصلاح ہے، سور مفصل کے سوا، جہاں کہیں کسی سورت کا ثبوت ملتا ہے، وہ احیاناً مقتضائے حال پر مبنی ہے۔ (احسن الفتاویٰ:۳/۳۷) فقط واللہ تعالی اعلم

املاہ: العبد احمد خانپوری، ۱۶/محرم الحرام ۱۴۲۵ھ۔ الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ (محمود الفتاویٰ:۱/۴۱۴-۴۲۱)

فجر کی سنتیں فرض کے بعد پڑھنے کا مسئلہ:

سوال: بعد تکبیر فرض فجر کے شریک جماعت ہو جاوے، یا سنت پڑھ کر در صورت پڑھنے کے، کس جگہ خارج وغائب مسجد، یا داخل مسجد اور در صورت شریک جماعت ہو جانے کے، بعد فرض کے سنت پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

اگر جگہ سنت پڑھنے کی پردہ میں نہیں تو شریک فرض کی جماعت کا ہو جاوے، شرط اداء سنت کی ایسی حالت میں یہ ہے کہ پردہ سے پڑھے اور ایک رکعت امام کے ساتھ پالے وے اور جماعت کے روبر کھڑے ہو کر پڑھنا سخت معصیت ہے، (۱) اور جب یہ سنت رہ گئی تو بعد فرض کے کہیں بھی نہ پڑھے، بلکہ اگر پڑھنا ہے تو بعد طلوع شمس کے پڑھنے کے نفل ہو جائیں گے، بعد فرض فجر کے نفل کو مطلقاً منع حدیث میں فرمایا ہے، (۲) یہ مسئلہ بھی مختلفہ ہے۔ فقط

(تالیفات رشیدیہ:۲۹۹)

---

(۱) عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: :إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة.(مسند الإمام أحمد،مسند أبي هريرة (ح: ۹۸۷۳)/سنن الدارمي،باب إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة (ح:۱٤۸۸)/ صحيح البخاری،باب إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المتوبة (ح:)/الصحيح لمسلم،باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المكتوبة (ح:۷۱۰)انيس)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا التي أقيمت.(مسند الإمام أحمد،مسند أبي هريرة (ح:۸٦۲۳)انيس)

قال:(وإذا أخذ المؤذن في الإقامة كرهت للرجل أن يتطوع لقوله صلى الله عليه وسلم:إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة إلا ركعتي الفجر فإني لم أكرههما وكذا إذا انتهى إلى المسجد وقد افتتح القوم صلاة الفجر يأتي بركعتي الفجر إن رجا أن يدرك مع الإمام ركعة في الجماعة وهذا عندنا،وقال الشافعي رحمة الله:يدخل مع الإمام على قياس سائر التطوعات،ولنا ما روى عن ابن مسعود رضي الله عنه أنه دخل المسجد والإمام في صلاة الفجر فقام إلى سارية من سواري المسجد وصلى ركعتي الفجر ثم دخل مع الإمام وعن أبي عثمان النهدي قال:إني لأذكر أن أبا بكر كان يفتتح صلاة الفجرفيدخل الناس ويصلون ركعتي الفجر ثم يدخلون معه وهذا بناء على أن عندنا لا يقضي هاتين الركعتين بعد الفوات فيحرزهما إذا طمع في إدراك ركعة من الصلاة كإدراك جميع الصلاة،==

آخری رکعت کے قعدہ میں شامل ہونے سے جماعت کا ثواب:

سوال: آخری رکعت کے قعدہ میں جماعت میں شامل ہونے سے جماعت کا ثواب ملتا ہے کہ نہیں؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق دہلوی)

الجواب

ہاں جماعت کا ثواب ملنے کی امید ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۳۸/۳)

== قال صلى الله عليه وسلم: من أدرك ركعة من الفجر قبل طلوع الشمس فقد أدرك، الخ. (المبسوط للسرخسي، الفصل الثاني القنوت في الوتر: ١٦٧/١، دار المعرفة بيروت، انيس)

(فعل عبد الله بن مسعود رواه عبدالرزاق في المصنف عن أبي إسحاق عن عبدالله بن أبي موسىٰ، باب هل يصلي ركعتي الفجر إذا أقيمت الصلاة (ح: ٤٠٢١)/شرح معاني الآثار، باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلاة الفجر (ح: ٢١٩٩) انيس)

عن حصين قال: سمعت الشعبي يقول: كان مسروق يجيء إلى القوم وهم في الصلاة ولم يكن ركع ركعتي الفجر فيصلي الركعتين في المسجد ثم يدخل مع القوم في صلاتهم. (شرح معاني الآثار، باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلاة الفجر (ح: ٢٢٠٩) انيس)

(٢) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عله وسلم: من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد ما تطلع الشمس. (سنن الترمذي، باب ماجاء في إعادتهما بعد طلوع الشمس (ح: ٤٢٣)/صحيح ابن خزيمة، باب قضاء ركعتي الفجر بعد طلوع الشمس (ح: ١١١٧) بلفظ: من نسي ركعتي الفجر فليصلهما إذا طلعت الشمس)/(جمع الفوائد، ص: ٣٢١، انيس)

عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم نام عن ركعتي الفجر فقضاهما بعد ما طلعت الشمس. (سنن ابن ماجة، باب ما جاء فيمن فاتته الركعتان قبل (ح: ١٥٥)/مسند أبي يعلى الموصلي، أبو حازم عن أبي هريرة (ح: ٦١٨٥) انيس)

حاشيه صفحه هذا:

(٢) عن علي بن طالب ومعاذ بن جبل قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أتىٰ أحدكم الصلاة والإمام علىٰ حال فليصنع كما يصنع الإمام. (سنن الترمذي، باب ما ذكر في الرجل يدرك الإمام (ح: ٥٩١)/جامع الأصول: ٦٣٠/٥)

وكذا لو أدرك التشهد يكون مدركاً لفضيلتها علىٰ قولهم، إلخ. (ردالمحتار، باب إدراك الفضيلة: ٥٦/٢) (مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش، انيس)

وفي غاية البيان: أن المسبوق يكون مدركا لثواب الجماعة لكن لا يكون ثوابه مثل ثواب من أدرك أول الصلاة مع الإمام لفوات التكبيرة الأولىٰ. (البحر الرائق، صلاة التطوع عند ضيق الوقت: ٨٢/٢، دار الكتاب الإسلامي، انيس)

پہلے سلام کے بعد جماعت میں ملا تو جماعت کا ثواب نہیں ملا:

سوال: اگر کوئی شخص جماعت میں دوسرے سلام کے ختم ہونے سے پہلے اور پہلے سلام کے بعد شریک ہو جاوے تو اس کو جماعت کا ثواب ملے گا، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص جماعت میں شریک نہیں ہوا اور جماعت کا ثواب اس کو نہیں ملا۔

درمختار میں ہے:

"تنقضی قدوة بالأول" إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷۵/۳) ☆

☆ ☆ ☆

(۱) أو تنقطع به التحريمة بتسليمة واحدة،برهان،وقد مر. (الدر المختار)

حيث قال و تنقضى قدوة بالأول قبل عليكم ، إلخ، فلا يصح الاقتداء به بعدهالانقضاء حكم الصلاة.(رد المحتار، مطلب فى وقت إدراک فضيلة الافتتاح، ظفيرمفتاحى)(باب صفة الصلاة، مطلب فى خلف الوعيد وحكم الدعاء بالمغفرة للكافر ولمجيع المؤمنين: ۲۳۹/۲، دار التكتب العلمية،انيس)

☆ ایک سلام پھیرنے کے بعد جماعت میں ملنا درست نہیں:

سوال: امام کے ایک سلام کے بعد زید تحریمہ کہہ کر جماعت میں شامل ہو گیا تو نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟

الجواب

فى الدر المختار "وتنقطع التحريمة بتسليمته واحدة" إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة : ۴۹۰/۱،ظفير)

پس بصورت مذکورہ اقتدا صحیح نہیں ہوئی اور وہ از سرِ نو تکبیر تحریمہ کہہ کر علیحدہ نماز پڑھے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۶۴/۳)

تنہا عورتوں کی جماعت

علی الاعلان مردوں کی طرح عورتوں کی جماعت کرنا:

(الف) انگریزی تعلیم یافتہ عورتوں کی ایک جماعت نے پوری آزادی کے ساتھ اعلان کر کے مردوں کی طرح ایک بڑی جماعت میں بقرعید کی نماز قائم کرنی چاہی اور ایک اجنبی مرد کو پیش امام کر کے نماز پڑھ لی، علماء وقت نے عدم جواز کے فتوے دیئے، مگر نہ مانیں، کیا یہ کوئی شرعی نماز ہوگی، نیز ان کا یہ فعل کیا احداث فی الدین نہ ہوگا اور ایسی عورتوں کو شرعا کیا کہنا چاہیے؟

(ب) ان کے مشیر کار مردوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حدیث نبوی میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا نماز میں شریک ہونا ثابت ہے تو کیا اس وقت زمانہ کی ضرورت کے مطابق فقہا کے اقوال کو مسترد کر کے ہم اجتہاد نہیں کر سکتے کہ عورتوں کو بھی مردوں کی طرح جماعت سے نماز ادا کرنے کی آزادی دی جائے، ایسے لوگوں کو شرعا کیا کہنا چاہیے۔

(المستفتی: ۲۴۵۹، عبدالرشید صاحب (بنگال) ۱۶/محرم ۱۳۵۸ھ، ۸/ مارچ ۱۹۳۹ء)

الجواب

صرف عورتوں کی علاحدہ اور مستقل جماعت قائم کرنا بے اصل اور بے ثبوت ہے، اس کو بدعت کہنا صحیح ہے۔(۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کو عید کی نماز میں مردوں کی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت؛ بلکہ تاکید تھی، عورتوں کو مردوں کے پیچھے کھڑے ہونے کی تاکید تھی؛ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد صحابۂ کرام نے عورتوں کو جماعت میں آنے سے ممانعت کی، فقہاء کرام نے بھی زمانہ کی حالت اور لوگوں کی اخلاقی کیفیت بدل جانے کی وجہ سے ممانعت کو درست سمجھا۔

اب اگر عورتیں نہ مانیں تو وہی صورت اختیار کرنی چاہیے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی؛ یعنی عورتیں مردوں کی جماعت میں شریک ہو جائیں۔ ہاں! ایسا انتظام کر دیا جائے کہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط نہ ہو، عورتوں کی صفیں مردوں کے پیچھے اور علاحدہ ہوں۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۱۴۱/۳)

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث: إعلاء السنن: ۱۲۵/۲۔

(۲) عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ”لاتمنعوا نساء کم المساجد وبیوتھن ==

عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے:

سوال: ایک عورت تدریس قرآن مجید کرتی ہے اور ایک لڑکی بالغہ کو حفظ قرآن کرایا، اس عورت معلّمہ کا خیال ہوا کہ رات کو نماز تراویح باجماعت اپنے گھر میں شروع کروں، تا آنکہ دیگر عورتیں بھی آجاویں گی اور لڑکی کا ختم بھی ہوجائے گا، چنانچہ گذشتہ سال نماز تراویح، باجماعت اپنے مکان میں، جو کہ حویلی کے اندر ہے، پڑھتی رہی ہیں اور بڑی جماعت ہوجاتی ہے، اسی طرح اس سال میں بھی دوسری لڑکی سے نماز تراویح میں قرآن سننا شروع کردیا ہے، اندر مکان کے باجماعت پڑھتی ہیں، کافی عورتیں جمع ہوجاتی ہیں، جو امام ہوتی ہے، وہ درمیان میں کھڑی ہوجاتی ہے، آیا ان کا یہ طرز عمل جائز ہے، یا مکروہ تحریمی ہے، اگر مکروہ ہے تو ان کے عمل کو بالکل بند کردیا جائے، یا کہ جائز مع الکراہت عمل کو کسی مصلحت کی بنا پر جاری رکھا جائے؟

(المستفتی: ۲۶۵۵، حکیم غلام رسول صاحب (ملتان) ۱۵/شوال ۱۳۵۹ھ ۱۶/فروری ۱۹۴۰ء)

الجواب

حنفیہ کے نزدیک عورتوں کی جماعت مکروہ ہے؛ کیوں کہ قرون اولیٰ میں اس کا طریقہ جاری نہیں کیا گیا، پس حنفیہ کے لیے تو اس طریقہ کا اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔(۱)

حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ! **عن عائشة رضى اللّٰه عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لاخير فى جماعة النساء إلا فى مسجد جماعة.** {رواه أحمد والطبرانى}(إعلاء السنن)(۲)

وعن على رضى الله عنه قال: لا تؤم المرأة. {رواه فى المدونة لمالک}(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

== خيرلهن". (سنن أبى داؤد،باب ماجاء فى خروج النساء إلى المساجد (ح: ٥٦٧)/مسند الإمام أحمد، مسند عبد الله بن عمر (ح:٥٤٦٨):٧٧/٥)/صحيح ابن خزيمة،باب اختيار صلاة المرأة فى بيتها (ح: ١٦٨٤)/ رواه الحاكم فى المستدرک فى باب الإمامة وصلاة الجماعة (ح: ٧٥٥)وقال:هذا حديث صحيح علىٰ شرط الشيخين،الخ.ووافقه الذهبى،انيس)

(و)يكره تحريمًا(جماعة النساء)ولوفى التراويح ... (و يكره حضورهن الجماعة)ولولجمعة و عيد ووعظ ... ولوعجوزًا ليلاً (على المذهب) المفتىٰ به،لفساد الزمان.(الدرالمختار ،باب الإمامة: ٥٦٥/١_٥٦٦،ط:سعيد)

وفى التنوير:"ويصف الرجال،ثم الصبيان،ثم الخناثىٰ،ثم النساء .(الدرالمختار ،باب الإمامة: ٥٥٧/١)

(۱) (و)يكره تحريماً(جماعة النساء) ولوفى التراويح قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ:أفاد أن الكراهة فى كل ما تشرع فيه جماعة الرجال فرضاً أونفلاً.(ردالمحتار ،باب الإمامة: ٥٦٦/١،ط:سعيد)

(۲) إعلاء السنن: ١٢٥/٢،المعجم الأوسط،من إسمه هارون (ح:٩٣٥٩)انيس

(۳) إعلاء السنن: ٢١٥/٢،مصنف ابن أبى شيبة،من كره أن تؤم المرأة النساء (ح:٤٩٥٧)انيس

اشکال بر جواب بالا (بعنوان عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے):

غریب نواز ہمارے حنفی ہی فرماتے ہیں کہ جائز بلا کراہت ہے، چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرح وقایہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

کما یکره جماعة النساء وحدهن سواء کان فی الفرض أو النفل وعللوه بأنها لایخلو عن ارتکاب ممنوع وهو قیام الإمام وسط الصف ولایخفیٰ ضعفه بل ضعف جمیع ما وجهوا به الکراهة، کماحققناه فی تحفة النبلاء، ألفناه فی مسئلة جماعة النساء وذکرنا هناک أن الحق عدم الکراهة کیف ولا وقد امت بهن أم سلمة وعائشة فی التراویح وفی الفرض، کما أخرجه ابن أبی شیبة وغیره وأمت أم ورقة فی عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بأمره، کماأخرجه أبو داؤد، انتهی(۱)

حاشیہ مؤطا محمد رحمۃ اللہ علیہ میں امامت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تراویح میں نقل فرمائی ہے۔(۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر القرون میں مروج تھی۔

الجواب

میں نے حنفیہ کے مذہب کے مطابق جواب لکھا تھا، مولانا عبدالحی نور اللہ مرقدہ کی عبارت سے جو آپ نے نقل کی ہے، یہی ثابت ہوتا ہے کہ حنفیہ کا مذہب کراہت جماعت نساء کا ہے، مولانا نے اس مسلک پر اعتراض کیا ہے اور دلائل کراہت کو ضعیف بتا کر عدم کراہت کو حق کہا ہے، یہ ان کی رائے حنفیہ کے خلاف ہے، میں خود بھی ان کی رائے کو قوی سمجھتا ہوں؛ لیکن فتویٰ حنفی فقہ کے موافق دے سکتا ہوں، ہاں! یہ عرض کردوں کہ خاص خاص صحابیات نے جماعت سے نماز پڑھ لی، یا پڑھا دی تو اس سے میرا یہ لکھنا کہ قرون اولیٰ میں عورتوں کی جماعت کا رواج نہیں تھا، غلط نہیں؛ بلکہ وہ باوجود اس بات کو مان لینے کے کہ بعض صحابیات نے جماعت کر لی بحالہ قائم اور صحیح ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۴۳/۳-۱۴۴)

---

(۱) مصنف ابن أبی شیبة، کتاب الصلوٰة المرأة تؤم النساء: ۴۳۰/۱، ط: دار الکتب العلمیة بیروت لبنان/ سنن أبی دأد، باب إمامة النساء: ۹۴/۱، ط: مکتبة إمدادیة، ملتان

عن أم ورقة بنت عبد اللّٰه بن الحارث لهٰذا الحدیث والأول أتم قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یزورها فی بیتها وجعل لها مؤذناً یؤذن لها أمرها أن تؤم أهل دارها قال عبد اللّٰه فأنا رأیت مؤذنها شیخاً کبیراً. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب إمامة النساء (ح: ۵۹۱) ص: ۸۷، بیت الأفکار، انیس)

حاشیة شرح الوقایة، باب الجماعة: ۱۵۳/۱، ط: سعید

(۲) موطأ الإمام محمد، باب قیام شهر رمضان: ۱۴۳، ط: نور محمد کتب خانہ کراچی

واضح رہے کہ حضرت مولانا عبدالحیٔ فرنگی محل کی تصنیف "تحفۃ النبلاء" فتاویٰ علماء ہند جلد: ۸ میں مکمل شامل ہے، وہاں دیکھ لیں، انیس

تنہا عورتوں کی امامت اور جماعت کا حکم:

سوال: عورتوں کا امام بننا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عورتوں کی جماعت نماز میں اور ایک عورت کا امام ہونا مکروہ تحریمی ہے، خصوصاً جب کہ امام مقتدیوں سے آگے ہو؛ لیکن اگر امام صف کے اندر بیچ میں کھڑی ہو تو کراہت کم ہے۔ (شامی ۱/۳۸۰)(۱)

اگر ان عورتوں میں کسی کا محرم، یا شوہر امام ہو تو سب کی نماز جائز و درست ہوگی، ورنہ ایسی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی: ۱/۳۸۱)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۹/۶/۱۳۷۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۷۴)

عورتوں کی جماعت اور عورتوں کا اذان واقامت بلند آواز سے کہنا:

سوال (۱) عورت عورت کی جماعت کرے، یا نہیں؟

(۲) عورت کو نماز میں اقامت بلند آواز سے کہنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عورتوں کی جماعت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے، اگر نماز جماعت سے پڑھیں گی تو وسط صف میں امام کھڑی ہو۔ (۳) بغیر اذان واقامت وجہر کے نماز پڑھی جائے۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد حفیظ الحسن، ۳/۳/۱۳۴۴ھ۔

الجواب صواب: محمد عثمان غنی عفی عنہ، الجواب صحیح: محمد نور الحسن، نور الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۳۴۳)

---

(۱) ويكره تحريماً (جماعة النساء) ... (فإن فعلن تقف الإمام وسطهن)فلو تقدمت أثمت. (الدر المحتار)
(قوله: فلو تقدمت أثمت)أفاد أن وقوفها وسطهن واجب كما صرح به في الفتح وأن الصلاة صحيحة وأنها إذا توسطت لا تزول الكراهة وإنما أرشدوا إلى التوسط؛لأنه أقل كراهة من التقدم. (ردالمحتار: ۲/۳۰۶)(كتاب الصلاة، باب الإمامة،انيس)

(۲) كما تكره إمامة الرجل لهن في بيت ليس معهن رجل غيره ولا محرم منه)كأخته أو زوجته أو أمته،أما إذا كان معهن واحد ممن ذكر أو أمهن في المسجد لا يكره. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۲/۳۰۷)

(۳) (و)يكره تحريماً(جماعة النساء)ولو في التراويح في غير صلاة جنازة(لأنها لم تشرع مكررة)...(فإن فعلن تقف الإمام وسطهن)فلو تقدمت أثمت. (الدر المختار،باب الإمامة: ۲/۳۰۵-۳۰۶)

(۴) عن ابن عمر ليس على النساء أذان ولا إقامة. {رواه البيهقي}(إعلاء السنن: ۲/۱۲٤)(السنن الكبرىٰ،باب ليس على النساء الأذان والإقامة: ۱/٤۰۸،انيس)

==

عورتوں کا نماز کی جماعت میں حاضر ہونا کیسا ہے:

سوال: عورتوں کا مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لیے جانا کیا حکم رکھتا ہے؟ غیر مما لک مثلاً: سعودی عرب وغیرہ میں عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھتی ہیں، بہر حال اجازت اور عدم اجازت کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں؟

== ولیس علی النساء أذان ولا إقامة فإن صلّین بجماعة یصلین جازت صلاتهن مع الإساءة.(الفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۵۳) (الباب الثاني في الأذان،الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن،انیس)

(وهو سنة)للرجال في مكان عال (مؤكدة).(الدر المختار)

(قوله:(للرجال)أما النساء فیكره لهن الأذان وكذا الاقامة،لما روی عن أنس وابن عمر من كراهتها لهن،ولأن مبنی حالهن علی الستر ورفع صوتهن حرام،إمداد.(ردالمحتار: ۲/ ۴۸)(باب الأذان،انیس)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

''عورتوں پر اذان واقامت نہیں ہے''۔(عن ابن عمر رضی الله عنهما:"لیس علی النساء أذان و لا إقامة.{رواه البیهقي} (إعلاء السنن: ۲/ ۱۲۴)السنن الكبریٰ (۱/ ۴۰۸)،باب لیس علی النساء الأذان والإقامة)

بیہقی نے اس کو حضرت اسماء سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے اور حضرت انس سے بھی وقف ورفع دونوں نقل کیا ہے،البتہ رفع کو دونوں نے ضعیف کہا ہے۔(السنن الکبریٰ: ۱/۴۹۸) تاہم تعدد طرق سے روایت کو تقویت ضرور ملتی ہے۔

وقال الحافظ في التلخیص(۱/ ۲۲۲):رواه البیهقي موقوفاً بسند صحیح.أقول:وهو عند ابن أبي شیبة (۲/ ۳۶۶ـ ۳۶۷) عن جماعة من فحول التابعین عطاء والحسن وابن سیرین وإبراهیم وغیرهم عنهم وعن ابن عباس مع ابن عمر – عبد الرزاق أیضاً.(مصنف عبد الرزاق: ۳/ ۱۲۶ـ ۱۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

''ہم لوگ بغیر اقامت کے نماز پڑھا کرتے تھے''۔(عن عائشة رضي الله عنها:"كنا نصلي بغیر إقامة.{رواه البیهقي} (إعلاء السنن: ۱/ ۱۲۵)/السنن الكبریٰ(۱/ ۴۰۸ ،باب أذان المرأة وإقامتها لنفسها)/ مستدرک حاکم (۱/۱۳۱ـ۱/۱۳۸) وغیرہ میں بعض روایات حضرت عائشہ کی اذان واقامت کی آئی ہیں،(تلخیص: ۱/۲۲۳) لیکن ان کو لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف کہا گیا ہے،اگر چہ حاکم وذہبی کے سکوت اور متابعت کی بات آئی ہے،مگر صاحب اعلاء السنن (۲/۱۲۴) کا کہنا ہے کہ اس بابت حضرت ابن عمر کی بات کلیہ ہے اور روایتوں میں عورتوں کی اذان کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔(مستدرک حاکم ،ابوداؤد وغیرہ تخریج کے لئے ملاحظہ ہو: كتاب صلاة الرسول،تخریج عبد الرؤف عبد الحنان،ص: ۳۷۹)

مستدرک حاکم (۱/۳۰۳) میں حضرت ام ورقہ کی ایک روایت آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اذان واقامت کی بات فرمائی،صاحب آثار السنن (۱/۱۳۱) نے اس کی سند کو حسن کہا ہے اور شیخ البانی نے بھی(هامش ابن خزیمة : ۳/ ۸۹)،مگر ابن القطان اور حافظ ابن حجر وغیرہ کی اس کے بعض راویوں کے حق میں سخت تنقید ہے؛ بلکہ خود حاکم نے بھی غرابت کی بات کی ہے۔(ملاحظہ ہو:صلاة الرسول مع تخریج ،ص: ۳۷۹ ونصب الرأیة (الصلاة،باب الإمامة)وإعلاء السنن : ۴/ ۲۱۶ـ ۲۱۷ وغیرہ)مزید یہ کہ اس قسم کی چیزوں کا ثبوت جب عمومی نہیں تو ان کو خصوصی وکبھی کبھی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔(احکام نماز اور احادیث وآثار،ص: ۳۵۸ـ۳۵۹)

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلياً و مسلماً

اس سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''عورتوں کو فقہائے حنفیہ نے نماز کی جماعتوں، عیدین اور مجالس وعظ میں جانے سے منع کیا ہے اور کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ عورتوں کے لیے مجالس وعظ اور جماعت نماز اور عیدین میں جانا مکروہ تحریمی ہے، جو حرام کے قریب ہے اور اس حکم فقہی کی دلیل یہ حدیث ہے، جو امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے:

عن عائشة رضى الله عنها قالت: لو أدرک رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن كما منعت نساء بنى إسرائيل فقلت: لعمرة: أو منعن؟ قالت: نعم. (رواه البخارى)(۱)

(حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اگر عورتوں کی یہ حرکات جو انہوں نے اب اختیار کی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عمرہ سے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ انتہیٰ)

اس حدیث سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوگئی کہ صحابۂ کرامؓ کے زمانہ میں ہی عورتوں کی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ ان کا گھروں سے نکلنا اور جماعت میں جانا سببِ فتنہ تھا اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ و دیگر اکابر صحابہؓ عورتوں کو جماعت میں آنے سے منع کرتے تھے۔ علامہ عینیؒ عمدۃ القاری شرح بخاری میں اُس حدیث کے تحت جس میں عورتوں کا زمانۂ رسالت پناہ ہی میں عیدین میں جانا مذکور ہے، تحریر فرماتے ہیں: علما نے فرمایا کہ عورتوں کا عیدین میں جانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس لیے تھا کہ وہ زمانہ خیر و برکت کا تھا اور فتنہ کا خوف نہ تھا اور آج کل جوان عورتیں خوبصورت خوش وضع ہرگز نہ جائیں اور اسی لیے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی یہ حرکت ملاحظہ فرماتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں تھیں، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک کے بہت تھوڑے دنوں بعد کا ہے اور آج کل تو خدا کی پناہ! پس مطلقاً عورتوں کو عید اور غیر عید میں جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، انتہی۔ جب کہ علامہ عینیؒ اپنے زمانہ میں یہ فرماتے ہیں کہ آج کل کی عورتوں کے حالات سے خدا کی پناہ! تو پھر ہمارے اس زمانہ چودھویں صدی کی عورتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور علامہ عینیؒ عمدۃ القاری میں دوسری جگہ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب؛ یعنی علمائے حنفیہ کا مذہب وہ ہے، جو صاحبِ بدائع نے ذکر کیا ہے کہ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ جوان عورت کو عیدین اور جمعہ؛ بلکہ کسی نماز میں جانے کی اجازت نہیں، بوجہ ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿وقرن فى بيوتكن﴾ کے

(۱) صحيح البخارى، كتاب الأذان، باب: انتظار الناس قيام الإمام العالم (ح: ۸۶۹) ص: ۲۷۶، بيت الأفكار، انيس

اور اس لیے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے، ہاں بوڑھیاں عیدین کے لیے جاسکتی ہیں اور اس میں خلاف نہیں ہے کہ افضل بوڑھیوں کے لیے بھی یہی ہے کہ کسی نماز کے لیے نہ نکلیں۔ انتہی (۱)

اور بدائع میں ہے: ''جوان عورتوں کا جماعتوں میں جانا مباح نہیں، اس روایت کی دلیل سے، جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمادیا تھا اور اس لیے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز فتنہ کی طرف پہنچائے، وہ بھی حرام ہوتی ہے''۔ انتہیٰ (۲)

اور فتاوی ہندیہ معروف بہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: یعنی اس زمانہ میں فتوی اس پر ہے کہ عورتوں کا تمام نمازوں میں جانا مکروہ ہے؛ کیوں کہ ظہور فساد کا زمانہ ہے۔ (۳)

اور بدائع میں ہے: ''عورت کا حکم یہ ہے کہ وہ خاوند کی خدمت میں (شرعاً) لگائی گئی ہے اور مردوں کی مجلسوں میں جانے سے (شرعاً) روکی گئی ہے؛ کیوں کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور اسی لیے عورتوں پر جماعت اور جمعہ نہیں۔ (۴)

ان تمام عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کو نماز پنجگانہ، عیدین اور جمعہ کی جماعتوں میں جانا مکروہِ تحریمی ہے اور گھروں سے ان کے نکلنے میں ہی فتنہ ہے اور یہ ممانعت حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ، عروۃ بن الزبیرؓ، قاسمؒ، یحیٰ بن سعید انصاریؒ، امام مالکؒ، امام ابو یوسفؒ وغیرہم سے منقول ہے اور ائمۂ حنفیہ کا بالاتفاق یہی مذہب ہے، جیسا کہ عینی اور بدائع کی عبارتوں سے واضح ہے۔ (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۱/۴۴۷-۴۵۰)

(۱) عینی شرح بخاری و بدائع: ۱/۲۷۵۔
(۲) بدائع الصنائع: ۱/۱۵۷۔
(۳) فتاوی عالمگیری: ۱/۹۳۔
(۴) بدائع الصنائع: ۱/۲۵۸
(۵) کفایت المفتی: ۵/۳۹۱ تا ۳۹۴۔

احادیث میں یہ ضرور آیا ہے کہ عہد نبوی میں عورتیں مسجد کی جماعت میں شریک ہوتی تھیں، مگر ساتھ ہی یہ بھی آیا ہے کہ اچھا یہی ہے کہ وہ گھر میں نماز پڑھا کریں اور یہ بھی آیا ہے کہ مسجد جائیں تو انتہائی سادگی سے اور بغیر کسی اہتمام لباس وغیرہ کے، ورنہ ان کا جانا وعید کا باعث ہے۔ (روایات کے لئے ملاحظہ ہو! جامع الأصول: ۱۱/۱۹۸-۲۰۲)

اور دن بدن حالات میں تبدیلی اور خرابی ہی آتی گئی ہے؛ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد معروف ہے، جسے تمام علماءِ محققین نے اپنے استدلال میں ذکر کیا ہے اور ان چیزوں کی وجہ سے ممانعت کو ذکر کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا:

''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کی اس حالت کا مشاہدہ فرماتے، جو انہوں نے (آپؐ کے بعد) اختیار کرلی ہے تو آپ ان کو مسجد سے روک دیتے جیسے کہ بنو اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا''۔ (بخاری و مسلم) (عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: ==

== "لو رأى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل". {رواه البخاري ومسلم والمؤطا وأبوداؤد}(جامع الأصول: ١١/٢٠١ ـ ٢٠٢)/ البخاري،صفة الصلاة،باب خروج النساء إلى المساجد/مسلم الصلاة،باب خروج النساء إلى المساجد)

دوسرے صحابہ بالخصوص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ،جن سے متعدد مرفوع روایات آئی ہیں کہ عورتوں کا گھر میں ہی نماز پڑھنا بہتر وافضل ہے،ان سے اس بابت خصوصیت سے ممانعت وتاکید منقول ہے،وہ حج وعمرہ وحرمین نیز سن دراز عورتوں کی تخصیص واستثناء کی بات فرماتے اور عام عورتوں کے لئے گھر ہی کی نماز کو فضیلت کی اور افضل بتاتے ؛ بلکہ یہاں تک روایت ہے کہ جمعہ کے دن کنکری مار مار کر ان کو مسجد سے باہر نکالتے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۱/۵-۲۰۲)

آگے اس بابت ارشادات نبویہ ملاحظہ ہوں،جن کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات فرمائی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شدت اپنائی اور علماءِ امت،ائمہ اربعہ وغیرہ نے اس کو ناپسند وممنوع قرار دیا۔واضح رہے کہ مسجد وجماعت سے ممانعت کی بات صرف حنفیہ ہی نہیں کرتے ؛ بلکہ دوسرے حضرات کے یہاں بھی اسی قسم کا حکم ہے۔(ملاحظہ ہو! الفقہ الاسلامی وادلتہ :۱۱۷۲/۲-۱۱۷۳،الموسوعۃ الفقہیہ :۱۶۷/۲۷-۶۸:۲۱۷/۳۷-۲۱۸)

اور جو لوگ اجازت کی بات کرتے ہیں،وہ صرف جواز کی حد تک اور شروط وقیود کے ساتھ،ورنہ نہیں۔(تقلید اور ان امور میں توسع رکھنے والے علما بھی یہی کہتے ہیں۔ملاحظہ ہو!''خواتین کے مخصوص مسائل''مؤلفہ شیخ صالح فوزان،ص :۸۱-۸۶،علامہ شوکانی (نیل الأوطار:۱۱/۴-۱۳)وغیرہ کا نقطۂ نظر بھی یہی ہے۔

اور بعض احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ عورت اجازت مانگے تو روکا نہ جائے۔(ملاحظہ ہو! جامع الاصول :۱۹۸/۱۱-۱۹۹) تو اس کی بابت مولانا عبدالرحمان صاحب مبارکپوری نے امام نووی سے نقل کیا ہے کہ حدیث میں یہ حکم کہ عورت کو روکا نہ جائے اور منع نہ کیا جائے،یہ تجزیہ کا ہے (تحریم کا نہیں؛ یعنی اچھا وبہتر ہے کہ نہ روکے،حرمت کا نہیں کہ روکنا حرام اور کلیۃً منع ہے)اور یہ حکم اس وقت ہے،جب کہ حدیث میں مذکور شرائط پائے جائیں۔(تحفۃ الاحوذی:۱۴۳/۳)ورنہ روکنا حق ولازم ہوگا،جیسا کہ امام ترمذی نے عبداللہ بن مبارک سے نقل کیا ہے۔(ترمذی، ابواب العیدین)

اور حافظ ابن حجر نے ابن دقیق العید سے نقل کیا ہے کہ حدیث تو عام ہے؛ مگر فقہا نے قیدیں لگائی ہیں۔(فتح الباری:۳۴۹/۲-۳۵۰)(وہ قیدیں احادیث سے ماخوذ ہیں،جیسا کہ آگے وضاحت موجود ہے)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ پنج وقتہ نمازوں اور جمعہ میں عورتوں کی شرکت بہت کم ہوتی تھی؛اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نمازوں کے حق میں گھروں کا ثواب زیادہ بتایا ہے۔(فتاویٰ ابن تیمیہ(۴۵۸/۶)البتہ شیخ فرماتے ہیں کہ عیدین میں ان کو شرکت کا حکم تھا اور اس کے اسباب بھی ذکر کئے ہیں۔

عورت مسجد جا سکتی ہے،مگر بہتر اس کے لئے گھر ہی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ارشاد نبوی ہے:''اپنی عورتوں کو مسجدوں سے مت روکو،ویسے تو ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں''۔**(عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال:"لا تمنعوا نسائكم المساجد وبيوتهن خير لهن. {أخرجه أبوداؤد}(جامع الأصول: ١١/٢٠٠)/ أبوداؤد،كتاب الصلاة، باب ماجاء في خروج النساء إلى المساجد/مسند احمد: ٧٦/٢-٧٧/وصحيح ابن خزيمة ،جماع أبواب صلاة النساء في الجماعة/وفي هامش ابن خزيمة (٩٣/٣)نقلاً عن الألباني:الحديث صحيح بشواهده وهومخرج في صحيح أبي داؤد. ==**

== أقول: رواه الحاكم في المستدرك: ۲۰۹/۱، وقال: هذا حديث صحيح علىٰ شرط الشيخين ووافق عليه الذهبي، انيس)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

''عورت کی نماز اپنے گھر کے کمرے میں بہتر ہے، اس کے گھر کے صحن و برآمدے سے اور اس کی نماز کوٹھری میں کمرے کی نماز سے بہتر ہے''۔ (ابوداؤد) (عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم "صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها. {أخرجه أبوداؤد} (جامع الأصول: ۲۰۰/۱۱) / أبوداؤد، باب ماجاء في خروج النساء إلىٰ المساجد / وفي هامش جامع الأصول: ۲۰۰/۱۱، إسناده حسن، وأخرجه ابن خزيمة، جماع أبواب صلاة النساء في الجماعة) وفي هامشه (۹٤/۳) قال الألباني: إسناده صحيح)

اور ایک روایت میں ہے:

''اللہ کو عورت کی نماز سب سے زیادہ محبوب وہ جو اس کے گھر کے اندر سب سے تاریک حصے میں ہو''۔ (ابن خزیمہ)

(عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه من قول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: "إن أحب صلاة يصليها المرأة إلىٰ اللّٰه في أشد مكان في بيتها ظلمة". (صحيح ابن خزيمة، جماع أبواب صلاة النساء في الجماعة وفي هامشه (۹٦/۳) ذكر تحسين الحديثين أحدهما بالآخر ورواه الطبراني في الكبير من قول ابن مسعود. قال الهيثمي: رجاله موثقون. (مجمع الزوائد: ۳۸/۲)

ایک روایت تو اس مضمون کی بھی ہے کہ ایک صحابیہ نے آپ کے ساتھ اپنی نماز کے شوق کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

''تمہاری نماز تمہارے کمرے میں، تمہارے برآمدے کی نماز سے بہتر ہے اور تمہارے برآمدے میں تمہاری نماز گھر کے کھلے حصے و میدان سے بہتر ہے، اور گھر کے کھلے حصے کی نماز محلّہ کی مسجد سے بہتر اور محلے کی مسجد کی نماز میری اس مسجد کی نماز سے بہتر ہے''۔

پھر ان صحابیہ کو حکم دیا گیا تو ان کے لئے گھر کے کنارے اور انتہائی تاریک حصے میں مسجد (نماز کی جگہ) بنائی گئی، جس میں وفات تک وہ نماز ادا کرتی رہیں۔ (ابن خزیمہ) (صحيح ابن خزيمة، جماع أبواب صلاة النساء بالجماعة، قال الألباني في هامشه (۹٥/۳): حديث حسن، حافظ ابن حجر نے اس کو امام احمد وطبرانی سے نقل کرتے ہوئے مسند احمد کی سند کو حسن کہا ہے۔ (فتح الباري: ۳٥٠/۳) وفي مجمع الزوائد (۳۷/۲، باب خروج النساء إلىٰ المساجد): رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح غير عبداللّٰه بن سويد الأنصاري وثقه ابن حبان)

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے شوہر ہم کو آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

''تمہاری نماز تمہارے کمروں میں تمہارے گھروں کے صحن و برآمدوں سے بہتر ہے اور تمہارے صحن و برآمدوں کی نماز جماعت کی نماز سے بہتر ہے''۔ (ابن ابی شیبہ واحمد)

(عن أم حميد قالت: يارسول اللّٰه! يمنع أزواجنا أن نصلي معك ونحب الصلاة معك فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "صلاتكن في بيوتكن أفضل من صلاتكن في حجركن وصلاتكن في حجركن أفضل من صلاتكن في الجماعة". (مصنف ابن أبي شيبة: ۲۰۳/٥ وفي هامشه: رواه احمد (٦/ ۳۷۱) وابن خزيمة (۱٦۸۹) وابن حبان) ==

== عورت مسجد جائے تو بغیر کسی اہتمام کے عام لباس وہیئت میں ورنہ منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی منقول ہے:

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے مت روکو اور وہ نکلیں تو معمولی حال میں''۔ (یعنی سنگار وغیرہ کے بغیر) (ابوداؤد) (عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تمنعوا إماء الله مساجد الله ولكن ليخرجن وهن تفلات. {أخرجه أبوداؤد} (جامع الأصول: ۱۱/۲۰۱) سنن أبي داؤد، با ماجاء في خروج النساء إلى المساجد) / وفي هامش جامع الأصول (۱۱/۲۰۱): إسناده حسن ورواه ابن خزيمة، جماع أبواب صلاة النسائي في الجماعة وفي هامشه (۳/۹۰): إسانده حسن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرمایا ہے:

''جو عورت خوشبو لگائے ہو، وہ ہمارے ساتھ عشا کی نماز میں شریک نہ ہو''۔ (مسلم) (عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أيما امرأة أصابت بخوراً فلا تشهدمعنا العشاء الآخرة". {رواه مسلم وأبوداؤد والنسائي} (جامع الأصول: ۴/۷۷۱) (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد، رقم الحديث: ۴۴۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا ہے:

''جب تم میں سے کوئی عورت مسجد جائے تو خوشبو نہ لگائے''۔ (مسلم) (عن زينب امرأة ابن مسعود رضي الله عنها عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "إذا شهدت إحداكن المسجد فلا تمس طيباً". {رواه مسلم والنسائي} (جامع الأصول: ۴/۷۷۲) (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد، رقم الحديث: ۴۴۳)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی منقول ہے:

''جو عورت خوشبو پھیلاتی مسجد جائے، اس کی نماز اللہ قبول نہیں فرماتے حتی کہ وہ گھر واپس ہو کر اس کو دھلے''۔ (احمد وابن خزیمہ) (عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "لا يقبل الله من امرأة صلاة خرجت إلى المسجدوريحها تعصف حتى ترجع فتغتسل". {رواه ابن خزيمة واحمد} (مسند احمد (۲/۲۴۶-۲۶۴) / (صحيح ابن خزيمة، جماع أبواب صلاة النساء في الجماعة، وفي هامشه (۳/۹۲) قال الألباني: حديث حسن ورجاله ثقات لكنه منقطع ... يتقوى بطريق مولى أبي رهم)

خلاصۂ احادیث:

ممتاز عالم ومحدث مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے لفظوں میں خلاصۂ احادیث سنئے:

''تم جانو کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کے باوجود بھی اگر کوئی عورت مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت حاصل کرے (یعنی شوہر سے) تو اس کو روکنا نہیں چاہئے؛ بلکہ (شوہر کی طرف سے) اس کو اجازت دینی چاہئے؛ لیکن اس کے لئے چند شرطیں ہیں، جن کا بیان احادیث میں آیا ہے، ان کا لحاظ ضروری ہے۔

اور وہ شرطیں یہ ہیں:

(۱) جو عورت نماز کے لئے مسجد میں جائے، وہ خوشبو نہ لگائے۔

(۲) بن سنور کر نہ جائے۔ ==

مستورات کی جماعت کا ثبوت شرعی موجود ہے :

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کی اہلیہ نفلوں میں کلام پاک سنا رہی ہے اور عورتوں کی امامت کر رہی ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کی جماعت کا کیا ثبوت ہے؟ کیا واقعی عورتوں کی جماعت کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: فضل الٰہی، خطیب جامع مسجد فاروقیہ اسلام آباد، ۲۴/۹/۱۹۷۶ء)

(۳) پاؤں میں آواز والا پازیب نہ پہنے۔
(۴) اچھے کپڑوں کو پہن کر نہ جائے۔
(۵) مردوں سے ملے جلے نہیں۔
(۶) نوجوان نہ ہوں یا نوجوان کی طرح نہ ہو۔
(۷) راستے میں عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کا اندیشہ نہ ہو۔ (مولانا مبارک پوری صاحب نے یہ تفصیل تحفۃ الاحوذی (۱۴۳/۳) میں ذکر کی ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے۔ علامہ ابن حزم نے اگر چہ اس کو اختیار کیا ہے کہ عورتوں کے لیے بھی مسجد جانا بہتر ہے، البتہ فرض نہیں ہے؛ لیکن وہ بھی فرماتے ہیں کہ اجازت لے کر جائیں اور سادگی کے ساتھ بغیر زینت واہتمام کے اور خوشبو کے اور اگر وہ خوشبو وزینت کے ساتھ جائیں تو ان کی نماز نہیں ہوگی اور ان کو منع کرنا لازم ہوگا۔ (محلی: ۱۸۸/۴)

تنہا عورتوں کی جماعت بھی پسندیدہ نہیں ہے، بس اجازت ہے:

اسی لئے عہد نبوی وعہد صحابہ میں اس کا عمومی ثبوت نہیں ملتا؛ بلکہ خصوصی ہی کا تذکرہ وثبوت ملتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد نبوی منقول ہے:

''عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر نہیں، الا یہ کہ مسجد کی جماعت ہو اور اس میں شریک ہوں''۔ (احمد وطبرانی) (عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "لاخير في جماعة النساء إلا في مسجد جماعة". {رواه احمد والطبراني}(إعلاء السنن: ۲/ ۱۲۵)/(مسند احمد (۶۶/۶)/(مجمع الزوائد (۳۶/۲)وفيه ابن لهيعة وفيه كلام،قال في إعلاء السنن (۲۱٤/٤):قلت:قدحسن له الترمذي واحتج به غيرواحدكمافي مجمع الزوائد، أيضاً،وقال أيضاً (إعلاء السنن: ۲۱٥/٤):ابن لهيعة أحسن حالا منه (أي من بعض رواة حديث أم ورقة عند الحاكم وغيره)لأنه من الأئمة المعروفين لم يجهله أحد قط فحديثه أولى)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے:

''عورت امامت نہیں کرے گی''۔ (المدونہ) (عن مولى بني هاشم عن علي بن أبي طالب أنه قال:"لاتؤم المرأة" .{رواه مالک في المدونة}(إعلاء السنن: ۲۱٥/٤)/المدونة (۸٥/۱)/وفي إعلاء السنن (۲۱۷/٤):قلت:رجاله كلهم ثقات ولا يضره عدم تسمية الراوي عن علي فإن شيوخ ابن أبي ذئب (الذي رواه عنه ابن وهب) كلهم ثقات سوى البياض (وهوليس من موالي بن هاشم)قاله ابن معين وأبوداؤد،كما في التهذيب فالسندصحيح .رواه ابن أبي شيبة (۵۷۰/۳)أيضاً)

ظاہر یہی ہے کہ اس سے خود عورتوں کی امامت کی نفی مراد ہے اور ان کی جماعت کی، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان واقامت کی نفی کی ہے، (ملاحظہ ہو! حدیث: ۲۲۳) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امامت کی (ملاحظہ ہو! حدیث: ۵۲۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جماعت کی، (ملاحظہ ہو! حدیث: ۵۲۱) سب کا حاصل یہی نکلا کہ عورتوں کے لیے وہ نظام نہیں، جو مردوں کے لیے ہے۔ (احکام نماز اور احادیث وآثار، ص: ۳۵۱-۳۵۷)

الجواب

بنابر تحقیق عورتوں کی جماعت مشروع ہے، نہ منسوخ ہے اور نہ مخصوص ہے؛لأن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه و سلم جعل لأم ورقة مؤذنا وأمرها أن تؤم أهل دارها.{رواه أبوداوٗد: ۹۵/۱}(۱)

ولاوجه لنسخه ولادليل على الخصوصية كيف وقدروى ابن أبى شيبة أن أم سلمة وعائشة رضى اللّٰه تعالٰی عنهما أمتا فى التراويح والفرض.(۲)

قال العلامة الكهنوى فى عمدة الرعاية علٰى هامش شرح الوقاية (۱/۱۷۶)(قوله:كجماعة النساء وحدهن):علله بأنها لا تخلو عن ارتكاب ممنوع وهو قيام الإمام وسط الصف ولا يخفٰى ضعفه بل ضعف جميع ما وجهوا به الكراهة كماحققناه فى تحفة النبلاء فى مسئلة جماعة النساء وذكرنا هُناک أن الحق عدم الكراهة كيف لاوقد أمت بهن أم سلمة وعائشة رضى اللّٰه تعالٰی عنهما فى التراويح وفى الفرض كماأخرجه ابن أبى شيبة وغيره وأمت أم ورقة فى عهدالنبى صلى اللّٰه تعالٰی عليه وسلم بأمره كما أخرجه أبو داؤد،انتهٰی(۳)

قلت:وقال إمام الأئمة: إذا صح الحديث فهو مذهبى.(۴) أولعل المراد من الكراهة التنزيهة كما يشير إليه كلام صاحب الخلاصة:وصلاتهن فرادىٰ أفضل.(۵)

نعم:صرح فى شرح التنوير بالتحريم لكن لا وجه له.(۶)فافهم وهو الموفق(فتاویٰ فریدیہ:۳۲۵/۲-۳۲۶)

(۱) سنن أبى داؤد: ۹۵/۱،باب إمامة النساء (عن أم ورقة بنت عبد بن الحارث بهٰذا الحديث والأول أتم قال: وكان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يزورها فى بيتها وجعل لها مؤذناً يوذّن لها وأمرها أن تؤم أهل دارها،قال عبد الرحمن:فأنا رأيت مؤذنها شيخاً كبيراً.(سنن أبى داؤد،كتاب الصلاة،باب إمامة النساء (ح: ۵۹۱) ص:۸۷،بيت الأفكار،انيس)

(۲) مصنف ابن أبى شيبة: ۵۳۶/۱،باب المرأة تؤم النساء

(۳) عمدة الرعاية علٰى هامش شرح الوقاية: ۱۷۶/۱،فصل فى الجماعة

(۴) قال العلامة ابن عابدين:ونظيره هٰذا ما نقله العلامة بيرى فى أول شرحه علٰى الأشباه عن شرح الهداية لابن الشحنة ونصه: إذا صح الحديث وكان علٰى خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلک مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به فقد صح عنه أنه قال:إذا صح الحديث فهو مذهبى وقد حكى ذلک ابن عبد البرعن أبى حنيفة وغيره من الأئمة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۵۰/۱،مطلب صح عن الإمام أنه قال:إذا صح الحديث فهومذهبى.)

(۵) قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخارى:وإمامة المرأة للنساء جائزة إلا أن صلٰوتهن فرادىٰ أفضل. (خلاصة الفتاوىٰ: ۱۴۷/۱،فصل فى الإمامة والاقتداء)

(۶) قال العلامة الحصكفى:و يكره تحريماًجماعة النساء ولو فى التراويح ... فإن فعلن تقف الإمام وسطهن ... كالعراة فيتوسطهم إمامهم ويكره جماعتهم تحريماً،فتح.(الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار: ۴۱۸/۱،قبيل مطلب هل الإساءة دون الكراهة،الخ)

جماعۃ النساء بعض فقہا کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) ایک حافظہ قرآن تراویح میں خواتین کے لیے امامت کراتی ہے، جس کے لیے دیگر خواتین کو دعوت بھی دی جاتی ہے، کیا اس میں کراہت ہے؟

(۲) ایک معمر خاتون چارسدہ میں بروز جمعہ دیگر خواتین کو جمع کر کے جمعہ پڑھاتی ہے، کیا ان خواتین کے ذمہ نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مفتی عبداللہ شاہ، محلّہ عزیز خیل چارسدہ، ۱/۴/۱۹۹۱ء)

الجواب

(۱) فقہا کرام نے خواتین کی جماعت کو اور جماعت کے لیے گھروں سے نکلنے کو مکروہ لکھا ہے، کما فی إمامۃ الدر المختار مع رد المحتار (۱) اور مولانا عبدالحیؒ نے عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ: ۱/۱۷۶، میں جواز کو راجح قرار دیا ہے؛ (۲) کیوں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو امامت کرنے کی اجازت دی تھی، کما فی سنن ابی داؤد: ۱/۹۵، باب إمامۃ النساء (۳) اور پیغمبر علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام

(۱) قال العلامة الحصكفي: ويكره تحريماً جماعة النساء ولو في التراويح في غير صلاة جنازة فإن فعلن تقف الإمام وسطهن... وتكره جماعتهم تحريماً فتح ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد و وعظ مطلقاً ولو عجوزاً ليلاً على المذهب المفتي به لفساد الزمان. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ١/٤١٨، باب الإمامة)

(۲) قال العلامة عبد الحيء الكهنوي: قوله: كجماعة: أي كمايكره جماعة النساء وحدهن سواءٌ كان في الفرض أو النفل وعللوه بأنها لا يخلو عن ارتكاب ممنوع وهو قيام الإمام وسط الصف ولا يخفى ضعفه بل ضعف جميع ماوجهوا به الكراهة كما حققناه في تحفة النبلاء ألفناها في مسئلة جماعة النساء وذكرنا هناك أن الحق عدم الكراهة كيف لا وقد أمت بهن أم سلمة وعائشة في التراويح وفي الفرض، كما أخرجه ابن أبي شيبة وغيره أمت أم ورقة في عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بأمره، كما أخرجه أبوداؤد. (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية: ١/١٧٦، فصل في الجماعة)

(۳) عن أم ورقة بنت عبد الله بن الحارث بهذا الحديث والأول أتم وكان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يزورها في بيتها وجعل لها مؤذناً يؤذن لها وأمرها أن يؤذن أهل دارها قال عبد الرحمن: فأنا رأيت مؤذنها شيخاً كبيراً. (سنن أبي داؤد: ١/٩٥، باب إمامة النساء (ص: ٨٧، بيت الأفكار) انيس)

عن أم ورقة بنت عبد الله بن الحارث الأنصاري وكانت جمعت القرآن وكان النبي صلى الله عليه وسلم قد أمرها أن تؤم أهل دارها وكان لها مؤذن وكانت تؤم أهل دارها. (مسند الإمام أحمد، حديث أم ورقة (ح: ٢٧٢٨٣) انيس)

سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تراویح میں امامت کراتی تھیں، کما فی مصنف ابن ابی شیبۃ وغیرہ (۱) تو معلوم ہوا کہ ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی امامت نہ مخصوص ہے اور نہ منسوخ ہے، بہر حال فقہا کرام کا حکم فتنہ کے سد باب پر محمول ہے۔

(۲) جب ذکورت شرط وجوب ہے تو عورت عوتوں کی امام جمعہ ہوسکتی ہے؛ لیکن بہر حال مکروہات سے بھر پور ہے اور انفراد اس سے بہت مفضول ہے۔ وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۲۶/۲-۳۲۸) ☆

عورت کی اقتدا شوہر تراویح میں کرے، یا نہیں:

سوال: زوجۂ زید حافظہ قرآن ہے، اگر اس رمضان شریف میں اس کا شوہر اور ابن اور بنات اس کی اقتدا فرض وتراویح میں کریں تو جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر وہ تنہا تراویح پڑھے تو جہر کے ساتھ قرأت قرآن درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

(ولا يصح اقتداء رجل بإمرأة) وخنثیٰ (وصبی مطلقاً ، إلخ. (الدر المختار) (۲)
ويكره جماعة النساء ولو في التراويح. (الدر المختار) (۳)

(۱) أن أم سلمة وعائشة رضی اللّٰه عنهما أمتا في التراويح والفرض. (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٣٦/١ ،باب المرأة تؤم النساء)

☆ **مسجد کے بالائی حصہ میں عورتوں کی بلا جماعت نماز کا حکم:**

سوال: ہمارے یہاں ایک ایسی جگہ ہے، جہاں کافی ساری مسلم عورتیں کام کرتی ہیں اور وہ کافی دور سے آتی ہیں، نیز اس جگہ پر ایک مسجد بھی ہے، جس کے دو حصے ہیں: ایک اوپر کا اور ایک نیچے کا اور دو ہی دروازے ہیں، ایک اوپر جانے کے لیے اور ایک نیچے جانے کے لیے، مرد لوگ نیچے کے حصے میں نماز ادا کرتے ہیں اور نماز کے بعد ۲۰-۲۵ منٹ رکتے ہیں، پھر مسجد خالی ہوجاتی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عورتیں صبح سے کام کے لیے آتی ہیں اور شام ہوجانے پر اپنے گھروں کو روانہ ہوتی ہیں، ان پر تین نمازوں کا وقت گزرتا ہے، لہٰذا یہ عورتیں مسجد کے اس حصے میں جس میں مرد نماز نہیں پڑھتے، کیا بلا جماعت کے اپنے اپنے طور پر نماز پڑھ سکتی ہیں؟ جب کہ دروازہ بھی الگ ہے، جواب دیکر ممنون فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلياً و مسلماً

قطع نظر اس سے کہ ان عورتوں کا دور دور سے ملازمت کے لیے اس طرح آنا شرعاً مفاسد ومضرات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ممنوع وحرام ہے، ان کو مسجد میں بلا جماعت تنہا اپنی نماز پڑھنے کی اجازت دینا آئندہ بہت سارے مفاسد وفتن (جو اہل افتاء پر مخفی نہیں) کا دروازہ کھولنا ہے؛ اس لیے جہاں پر وہ کام کرتی ہیں وہیں کوئی کمرہ ان کی نماز کے لیے مخصوص کردیا جائے کہ اس میں وہ اپنی نماز ادا کرتی رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۴/ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ، الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ (محمود الفتاویٰ: ۴۴۶/۱-۴۴۷)

(۲) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار ،باب الإمامة: ٥٣٩/١ ،ظفير

(۳) أيضاً: ٥٢٨/١

"ولا تجهر في الجهرية، بل لو قيل بالفساد بجهرها لأمكن بناءً على أن صوتها عورة". (ردالمحتار: ۱/ ۳٤۹)(۱)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مرد کی نماز عورت کے پیچھے نہیں ہوتی اور تنہا عورتوں کی جماعت بھی مکروہ تحریمی ہے اور عورت تنہا بھی جہریہ نماز میں جہر نہیں کرسکتی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۱۵۵)

حرمین شریفین میں عورتوں کا جماعت کی نماز میں شریک ہونا:

سوال: حرمین شریفین میں خواتین کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فقہ حنفی کی رو سے کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

فقہاء احناف نے جہاں عورتوں کے لیے مسجد میں جماعت کی شرکت کو مکروہِ تحریمی لکھا ہے، وہاں مسجد حرام کا استثنا نہیں کیا ہے؛ اس لیے یہ حکم حرمین شریفین میں بھی جاری ہوگا۔

"ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقاً ولو عجوزًا ليلاً على المذهب المفتىٰ به لفساد الزمان". (۲)

معلم الحجاج میں ہے:

''مسئلہ: مسجدِ حرام تمام مسجدوں سے افضل ہے، اس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے، ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے؛ لیکن یہ ثواب کی زیادتی صرف فرض نماز کے ساتھ مخصوص ہے، نوافل کا ثواب اتنا نہیں، نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے، اسی طرح یہ ثواب صرف مردوں کو ہوتا ہے، عورتوں کو نہیں ہوتا، ان کو اپنے گھر میں نماز پڑھنی افضل ہے''۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۴/ ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۴/ ۲۲۶)

جماعت میں عورتوں کی شرکت:

سوال: ہمارے یہاں مسجد سے ملا ہوا مدرسہ ہے، جو مسجد ہی کے احاطہ میں ہے، مدرسہ میں محلّہ کی خواتین نماز عشا وتراویح جماعت کے ساتھ پڑھنے کی غرض سے آتی ہیں، ان کے لیے پردہ کا پورا انتظام واہتمام ہوتا ہے، نیز ان کی آمد

(۱) ردالمحتار، فصل تاليف الصلاة، تحت قوله: وتلصق بطنها، إلخ: ۱/ ٤۷۱، ظفير (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، انيس)

(۲) الدر المختار علىٰ هامش الشامي: ۱/ ٤۱۸-٤۱۹ (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

(۳) معلم الحجاج، ص: ۱۲۰۔

ورفت علیحدہ دروازہ سے رہتی ہے، مسجد میں ان کی آمد ورفت سے کسی بھی قسم کا کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور نہ خواتین مردوں کو دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی مردوں کی نظر خواتین پر پڑسکتی ہے، تراویح کی بیس رکعت مکمل ہونے پر وہ گھروں کے لئے روانہ ہوجاتی ہیں اور مرد حضرات وتر ونوافل کے بعد مسجد سے باہر نکلتے ہیں، ایسی صورت میں خواتین کا مدرسہ میں آکر تراویح ونماز عشا ادا کرنا قرآن وحدیث کی رو سے درست ہے، یا نہیں؟

هو المصوب

دریافت کردہ صورت میں مذکورہ اہتمام وانتظام کی صورت میں زیادہ معمر بوڑھی عورتوں کے لیے مسجد میں جاکر تراویح کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے،(۱) البتہ خواتین کے لیے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ افضل اور بہتر ہے۔(۲)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۱۳-۲۱۴)

جس مسجد میں عورتوں کا انتظام ہو:

سوال: شہر بنگلور میں ایک وسیع وعریض مسجد حاجی سر اسماعیل سیٹھؒ ہے، اس کے قرب وجوار کی آبادی خوشحال وفارغ البال مسلمانوں کی ہے اور ماحول بھی پر امن وپرسکون اور فتنہ سے خالی ہے اور خواتین کے اندر مسلسل دینی بیداری اور اسلامی جذبہ ترقی کر رہا ہے، نیز ایسے ماحول کی مذکورہ مسجد کے مدخل الگ الگ سمتوں میں اس طرح ہیں کہ

(۱) وأما العجائز :فلاخلاف فی أنه یرخص لهن الخروج فی الفجر والمغرب والعشاء والعیدین واختلفوا فی الظهر والعصر والجمعة قال أبوحنیفة: لایرخص لهن ذلک وقال أبویوسف ومحمد: یرخص لهن فی ذلک، وجه قولهما: أن المنع لخوف الفتنة بسبب خروجهن. (وذلک لایتحقق فی العجائز)(بدائع الصنائع: ۶۱۷/۱)(کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین، فصل فی شرائط وجوبها، انیس)

أما العجائز فیخرجن فی الفجر والمغرب والعشاء وقال: یخرجن فی الصلوات کلها لوقوع الأمن من الفتنة فی حقهن. (الإختیار لتعلیل المختار، باب صلاة الجماعة: ۵۹/۱، مطبعة الحلبی، انیس)

(۲) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة (ح: ۵۶۷)(عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لاتمنعوا نساء کم المساجد وبیوتهن خیرلهن". (سنن أبی داؤد، باب ما جاء فی خروج النساء إلی المسجد (ح: ۵۶۷)/ مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب (ح: ۵۴۶۸)/ صحیح ابن خزیمة، باب اختیار صلاة المرأة فی بیتها علی صلاتها فی المسجد (ح: ۱۶۸۴)/ المستدرک للحاکم، ومن کتاب الإمامة (ح: ۷۵۵) انیس)

عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: صلاة المرأة فی بیتها أفضل من صلاتها فی حجرتها وصلاتها فی مخدعها أفضل من صلاتها فی بیتها. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب التشدید فی ذلک (ح: ۵۷۰) ص: ۸۵، بیت الأفکار)/ المستدرک للحاکم، ومن کتاب الإمامة (ح: ۷۵۷) ۳۲۸/۱، دار الکتب العلمیة بیروت وقال: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه وقد احتجا جمیعا بالمورق بن مشمرج العجلی. ووافق علیه الذهبی وقال: علی شرطهما، انیس)

ایک سمت سے داخل ہونے والے، دوسری سمت سے داخل ہونے والوں کی نظر سے بچ کر داخل ہو سکتے ہیں اور نکل سکتے ہیں، اگر ایسی مسجد کے بالائی حصہ کو خواتین اسلام کے لیے مختص کر دیا جائے اور مرد اور عوتیں اپنے اپنے مدخل سے مسجد آئیں جائیں تو کیا اس مسجد میں خواتین اسلام با جماعت نماز تراویح اور رمضان وغیر رمضان میں پنج وقتہ نمازیں ادا کر سکتی ہیں، نیز مسجد میں ہونے والے اسلامی دروس میں شریک ہوسکتی ہیں؟

هو المصوب

عورتوں کے لیے اگر مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کا محفوظ اور معقول نظم ہے اور گھر سے مسجد تک آمد و رفت میں کوئی فتنہ کا اندیشہ نہیں ہے تو عورتوں کے لیے مسجد میں آنے کی اجازت ہوسکتی ہے اور یہ نماز و دیگر درس وغیرہ کے پروگرام میں شرکت کرسکتی ہیں؛ لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو، جیسا کہ موجودہ پُرفتن دور میں اس کا قوی اندیشہ رہتا ہے تو ایسی صورت میں اجازت نہیں ہوگی۔(۱)

بہر حال عدم فتنہ کی صورت میں بھی عورت کی نماز گھر میں زائد ثواب کا باعث ہے، مسجد کی نماز سے، عورت کے حق میں کمرے کی نماز صحن کی نماز سے افضل ہے۔(۲)

بہر حال عورت کی مسجد میں نماز افضل نہیں ہے، حدیث میں ہے:

"المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان". (۳)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۲۱۶-۲۱۷) ☆

---

(۱) ولا يباح للشواب منهن الخروج إلى الجماعات، بدليل ماروى عن عمر رضى الله عنه أنه نهى الشواب عن الخروج ولأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما أدى إلى الحرام فهو حرام. (بدائع الصنائع: ۱/۳۸۸) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، فصل فى بيان من يصلح للإمامة، انيس)

(۲) عن عبد الله عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: صلاة المرأة فى بيتها أفضل من صلاتها فى حجرتها وصلاتها فى مخدعها أفضل من صلاتها فى بيتها. (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب التقدير فى ذلک (ح: ۵۷۰) (ص: ۵۸، بيت الأفكار، انيس)

(۳) سنن الترمذى، أبواب الرضاع (ح: ۱۱۸۳) (تحت باب ماجاء فى كراهية الدخول على المغيبات)

☆ قرآن یاد رکھنے کی غرض سے عورت تراویح پڑھا سکتی ہے؟

سوال: زید کی لڑکی حافظ قرآن ہے اور رمضان المبارک میں عورتوں کی جماعت بنا کر بند مکان میں پردہ کا انتظام کر کے تراویح سناتی ہے یہ کیسا ہے؟

(۲) اگر حافظ قرآن عورت اپنے گھر ہی کی مستورات کے ساتھ ماہ رمضان میں تراویح میں قرآن سناتی ہے اور محلّہ کی عورتوں کو اطلاع ہونے پر وہ بھی تراویح میں قرآن سننے کے لئے آجائیں اور ترتیب کے ساتھ پردے ==

== کے اہتمام کے ساتھ تراویح میں قرآن سنیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(۳) زید کی لڑکی حافظ قرآن ہے، اگر وہ اس ماہ مبارک میں تراویح نہیں سنائے گی تو قرآن شریف بھول جانے کا خطرہ ہے، لہٰذا ایسی صورت میں کس طرح تراویح سنائے جو جائز و درست ہو، صورت مسئولہ میں درستگی کی شکل اور جواز کی صورت کیا ہے؟

ھو المصوب

(۱-۲) عورتوں کی جماعت نہیں ہے۔(و)**یکره تحريمًا(جماعة النساء)ولوفي التراويح في غير صلاة جنازة (لأنها لم تشرع مكررة)(الدر المختار مع ردالمحتار: ۳۰۵/۲)(باب الإمامة،انیس)**

(۳) قرآن بغیر تراویح کے سنائے تاکہ قرآن بھول نہ جائے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۱۹/۲-۲۲۰)

بغرض تربیت عورت کا امامت کرنا:

سوال: عورتیں نماز باجماعت پڑھ سکتی ہیں، یا نہیں؟ اگر نماز سکھانے کی غرض سے جماعت کی جائے تو کیا مسئلہ ہے، نیز عیدین کی نماز عورتوں پر ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا جماعت سے ادا کریں گی؟

ھو المصوب

اگر صرف عورتوں کی جماعت ہو تو تنہا عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ ہے، سکھانے کی غرض سے باجماعت نماز ادا نہیں کر سکتی ہیں، صرف سکھانا ہو عبادت کی نیت نہ ہو تو ایسی نماز پڑھنا کسی کے لیے درست نہیں ہے۔

عیدین کی نماز عورتوں پر نہیں ہے، ہاں اگر بوڑھی عورتیں عیدگاہ جاسکیں تو وہ نماز کے لیے جاسکتی ہیں۔(**عن أم عطية قالت:أمرنا نبينا صلى الله عليه وسلم بأن نخرج العواتق وذوات الخدور...ويعتزلن الحيض المصلى.(صحيح البخاري، كتاب العيدين،باب خروج النساء والحيض إلى المصلى (ح:۹٤۷)/(الصحيح لمسلم،كتاب صلاة العيدين (ح:۸۹۰)**

نماز عیدین میں شرکت کا مسئلہ عام نمازوں کی جماعت میں شرکت کا مسئلہ ہے، عہد نبوی میں عیدین کی نماز میں بھی عورتوں کی شرکت کی بات آئی ہے؛(جامع الاصول: ۱۴۸/۶-۱۵۱) لیکن جو پابندیاں نماز کی شرکت کے لیے آئی ہیں، وہ دوسری نمازوں کی طرح عیدین کے لیے بھی ہیں،(عیدین کی روایتوں میں پردے و چادر کا تذکرہ معروف ہے۔) لہٰذا یہ بھی احادیث کی روشنی میں صرف جائز ہے اور مشروط بھی ہے، شرائط کا لحاظ ختم ہو جانے کی وجہ سے عدم جواز و ممانعت کو اختیار کیا گیا، چناں چہ حضرات صحابہ جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور اکابر تابعین عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد ابراہیم نخعی وغیرہ سے منقول ہے کہ ان حضرات کا اس پر عمل نہ تھا، یا یہ کہ اس کو مکروہ و ممنوع بتاتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۴/۴-۲۳۵)

مشہور محدث امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس بابت حدیث کے ذکر و نقل کے بعد فرمائی ہے:''کچھ حضرات نے عیدین میں عورتوں کو (نماز کے لیے) نکلنے کی اجازت دی ہے اور کچھ اس کو مکروہ و ممنوع بتاتے ہیں، عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ میں تو اب عیدین کے لیے عورتوں کے نکلنے کو مکروہ سمجھتا ہوں، اور اگر عورت کو جانے پر اصرار ہو تو شوہر اس کو اجازت دے اس شرط کے ساتھ کہ وہ پرانے کپڑوں میں اور بغیر سنگار کے نکلے اور اگر وہ اس کے خلاف پر اصرار کرے تو شوہر کو حق ہے کہ اس کو روک دے''۔(سنن الترمذی، ابواب العیدین من ابواب الصلوٰۃ، باب فی خروج النساء فی العیدین)(احکام نماز اور احادیث و آثار ص: ۳۶۰-۳۶۱)انیس)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی(فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۲۰/۲)

جماعت میں جذامی کی شرکت

جماعت کی شرکت کے لیے جذامی مسجد میں نہ آئے:

سوال: مرض جذام متعدی بیماری ہے، یا نہیں؟ اگر جذامی جماعت سے نماز ادا کرنا چاہے اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں، اس مجبوری کی حالت میں اس کا اپنے مکان میں نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں اور ترکِ جماعت کا گناہ کس کے ذمہ ہوگا؟ اور یہ جو مشہور ہے کہ جذامی کو نیزہ روٹی لگا کر دینے کا حکم ہے، اس کی کیا اصل ہے؟

الجواب

جذامی کے لیے حکم یہی ہے کہ وہ مسجد میں نہ آوے اور جماعت میں شریک نہ ہو اور گھر میں نماز پڑھے، پس ترکِ جماعت میں اس پر کچھ گناہ نہیں ہے؛ بلکہ اس کو حکم یہی ہے اور جماعت میں شریک ہونا اس کے لیے مکروہ ہے اور گناہ ہے۔ (درمختار) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱/۳)

جذامی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: جذامی آدمی کو جماعت میں شریک ہونا چاہیے، یا نہیں اور دوسرے آدمیوں کو نفرت کرنی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

جذامی سے جمعہ و جماعت ساقط اور معاف ہے، اس وجہ سے وہ مسجد میں نہ آوے، پس جذامی کو نہ چاہیے کہ وہ جماعت میں شریک ہو اور جو لوگ جذامی شخص سے علاحدہ رہیں اور احتراز کریں، ان پر کچھ ملامت نہیں ہے کہ جذامی سے بھاگنے اور بچنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۵/۳)

(۱) ويمنع منه،أى: المسجد و كذا كل موذ.(الدر المختار)

وكذلك القصاب و السماك و المجذوم و الأبرص أولى بالإلحاق.(ردالمحتار،باب مايفسد الصلاة ومايكره،مطلب فى أحكام المسجد: ٦١٩/١،ظفير) (مطلب:فى الغرس فى المسجد،انيس)

(۲) وأكل نحو ثوم،ويمنع منه،وكذا كل موذٍ ولو بلسانه.(الدر المختار)

وكذلك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أو به جرح ،له رائحة وكذا القصاب والسماك والمجذوم والأبرص أولى بالإلحاق.(ردالمحتار،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها،مطلب فى أحكام المسجد: ٦١٩/١،ظفير) (مطلب: فى الغرس فى المسجد،انيس)

==

مجذوم جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: مجذومی اپنے محلّہ کی مسجد چھوڑ کر دیگر محلّہ کی مسجد میں آ کر نماز جماعت میں شریک ہوجاتا ہے اور صف میں مل کر سبھوں کے ساتھ نماز باجماعت پڑھتا ہے، بخوف متعدی ہونے اس بیماری کے نمازیوں کو اس کا جماعت میں شریک ہونا دشوار گزرتا ہے؛ اس لیے اس کو شرکت جماعت سے اور مسجد میں آنے سے روکا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۳۹۱، محمد علی صاحب عطار کریمی دواخانہ (ضلع پٹنہ) ۱۴/محرم ۱۳۵۶ھ، ۲۸/مارچ ۱۹۳۷ء)

الجواب

مجذوم کی مختلف حالتیں ہیں، اگر جذام کا اثر زیادہ نہ ہو، محض معمولی ہو اور لوگوں؛ یعنی دوسرے دیکھنے والوں کو اس سے کراہت ونفرت کی اذیت نہ ہوتی ہو تو ایسے مجذوم کو جماعت میں شریک ہونا جائز ہے اور اس کو روکنا درست نہیں اور بیماری لگ جانے کا خیال کوئی حقیقت نہیں رکھتا؛ لیکن اگر مجذوم کی حالت زیادہ خراب ہو اور اس کو دیکھنے سے ہی طبعی طور پر نفرت پیدا ہوتی ہو، یا اس کے بدن سے زخموں کی وجہ سے بو آتی ہو، یا اس کے زخموں سے رطوبت بہتی ہو اور مسجد کے لوٹے وغیرہ ملوث ہوتے ہوں، یا فرش پر اجزائے رطوبات لگنے کا اندیشہ ہو تو ان صورتوں میں خود مجذوم پر لازم ہے کہ وہ مسجد میں نہ جائے اور جماعت میں شریک نہ ہو اور اگر وہ نہ مانے تو لوگوں کو حق ہے کہ وہ اسے دخول مسجد اور شرکت جماعت سے روک دیں اور اس میں مسجد محلّہ اور مسجد غیر محلّہ کا فرق نہیں ہے، محلّہ کی مسجد سے بھی روکا جاسکتا ہے تو غیر محلّہ کی مسجد سے بالاولیٰ روکنا جائز ہے اور یہ روکنا بیماری کے متعدی ہونے کے اعتقاد پر مبنی نہیں ہے؛ کیوں کہ تعدیہ کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں ہے؛ بلکہ نمازیوں کی ایذا، یا خوف تلویث مسجد، یا تنجیس ماء وظروف وفروش پر مبنی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۳۷/۳-۱۳۸) ☆

== ویلحق بما نص علیه بالحدیث کل ما له رائحة کریهة من المأکولات وغیرها وإنما خص الثوم هنا بالذکر وفی غیره أیضا بالبصل والکراث لکثرة أکلهم بها وکذلک ألحق بذلک بعضهم من بفیه بخر أو به جرح له رائحة وکذلک القصاب والسماک والمجذوم والأبرص أولیٰ بالإلحاق وصرح بالمجذوم ابن بطال، عنقل عن شحنون، لا أری الجمعة علیه واحتج بالحدیث وألحق بالحدیث کل من آذی الناس بلسانه فی المسجد وبه أفتی ابن عمر رضی اللّٰه عنهما وهو أصل فی نفی کل ما یتأذی به ولا یبعد أن یعذر من کان معذورا بأکل ما له ریح کریهة، الخ. (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب ماجاء فی الثوم النیء والبصل: ۱٤٦/٦، دارإحیاء التراث العربی، انیس)

عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه یقول: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر وفر من المجذوم کماتفر من الأسد. (صحیح البخاری، باب الجذام (ح: ٥٧٠٧) انیس)

(۱) ویمنع منه وکذا کل مؤذ ولو بلسانه. (الدر المختار) ==

کوڑھی کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: اس علاقہ میں ایک کوڑھ کا مریض بھی رہتا ہے، جو برابر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، چند حضرات کا کہنا ہے کہ کوڑھی سے دوری اختیار کرنے کا حکم ہے اور یہ حکم شدید ہے؛ اس لیے کوڑھی کو جماعت میں آنے سے روک دیا جائے، کوڑھ سے مراد برص نہیں؛ بلکہ جو شکل وصورت خراب کر دیتا ہے اور ناک و چہرہ وغیرہ پر نمایاں اثر ہوتا ہے۔

الغرض کوڑھی کے لیے عام مسلم اجتماعات میں اور نماز جماعت میں شرکت وعدم شرکت کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور کس طرح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اس مریض کے ذمہ سے جماعت ساقط ہو جائے گی، بہتر ہے کہ تنہا نماز پڑھے، ہاں زخم بالکل اچھا ہو گیا ہو تو حضور جماعت درست ہے، یہ صورت فتویٰ کی ہے، (۱) اور اہل تقویٰ اس کی پرواہ نہیں کرتے، چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اپنے اپنے دور خلافت میں اپنے ہاتھوں سے اور اپنی زبان پر لقمہ رکھ کر کوڑھی کے منہ میں ڈالتے تھے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بشیر احمد، ۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۳۴/۲-۴۳۵)

== و فی الشامیة: "و کذالک القصاب و السماک و المجذوم و الأبرص أولٰی بالإلحاق" إلخ. (باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها، مطلب فی الغرس فی المسجد: ۱ / ٦٦١، بحوالہ فتاویٰ دار العلوم: ۴۱/۳-۶۴، بحوالہ درمختار ورد المختار)

☆ جذامی کا جماعت میں شریک ہونا:

سوال: زید ایک جذامی صوم وصلاۃ کا پابند ہے، نماز کے لئے مسجد میں شرکت کرتا ہے، دوسرے مصلیوں کو کراہت ہوتی ہے، دو چار مصلیوں نے اس کو منع بھی کیا، لیکن وہ باز نہیں آتا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زید کو چاہئے کہ وہ گھر پر نماز پڑھے۔ مسجد میں جانے سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، تو اس کو مسجد میں نہیں جانا چاہئے۔ (وأکل نحو ثوم، ویمنع منه، وکذا کل مؤذ ولو بلسانه. (الدر المختار) "(قوله وأکل نحو ثوم) وإنما خص الثوم هنا بالذکر وفی غیره أیضًا بالبصل والکرّاث لکثرة أکلهم لها وکذلک ألحق بعضهم بذلک من بفیه بخر أوبه جرح له رائحة وکذلک القصاب والسماک والمجذوم والأبرص أولٰی بالإلحاق". (ردالمحتار، قبیل باب الوتر والنوافل: ٤٣٥/٢) (ردالمحتار، باب مایفسد الصلاۃ ومایکره، مطلب: فی أحکام المسجد: ٦١٩/١، انیس) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲٦/۴/۲/۱۳۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۹۵/۲)

(۱) وأکل نحو ثوم ویمنع منه وکذا کل مؤذ ولو بلسانه. (الدر المختار)

(قوله وأکل نحو ثوم)... وإنما خص الثوم هنا بالذکر، وفی غیره أیضًا بالبصل والکراث لکثرة أکلهم لها وکذلک ألحق بعضهم بذلک من بفیه بخر أوبه جرح له رائحة وکذلک القصاب والسماک والمجذوم ==

اگر جذامی سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہو تو افضل طریقہ کیا ہے:

سوال: ایک آدمی کو عارضہ جذام کا ہو گیا ہے؛ مگر جسم مجذوم کا بالکل سلامت ہے، کسی عضو میں فرق نہیں ہے اور ہر کس و ناکس سے ملتا رہتا ہے اور ہر مقام پر آتا جاتا ہے، مثلاً: مسجد و خانقاہ، مجلس و محفل وغیرہ اور وہ آدمی نماز جماعت کا شوقین اور پابند ہے؛ لیکن بعض آدمی اس سے نفرت کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر وہ نماز جماعت میں شامل ہوگا تو میں نماز مسجد میں نہ پڑھوں گا، مگر اکثر لوگ ملتے جلتے ہیں اور نماز با جماعت اس کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس کی مجالست و مخالطت رکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ مرض خداوند تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جس کو چاہے دے دیوے اور مجذوم کہتا ہے کہ قرآن و حدیث سے علما منع فرما دیں تو میں اپنے مکان پر نماز جماعت ترک کر کے پڑھ لیا کروں،

== و الأبرص أولٰى بالإلحاق.(ردالمحتار،قبيل باب الوترو النوافل: ٤٣٥/٢)(ردالمحتار،باب مايفسد الصلاة، وما يكره، مطلب:في أحكام المسجد: ٦١٩/١،انيس)

(۲) بہت تلاش کے باوجود یہ روایت کتابوں میں نہیں ملی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اپنے اپنے دور خلافت میں اپنے ہاتھ سے، یا زبان پر لقمہ رکھ کر کوڑھی کے منہ میں ڈالتے تھے، البتہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کوڑھی کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھایا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ہمارا ایک کوڑھی غلام تھا، وہ میری پلیٹ میں کھاتا، میرے پیالہ سے پانی پیتا اور میرے بستر پر سوتا، اسی بنیاد پر حضرت عمر فاروقؓ اور سلف کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ کوڑھی کے ساتھ کھانا جائز ہے۔[مجاہد]

قال القاضي قد اختلف الآثارعن النبي صلى الله عليه وسلم في قصة المجذوم فثبت عنه الحديثان المذكوران وعن جابرأن النبي صلى الله عليه وسلم أكل مع المجذوم وقال له كل ثقة بالله وتوكلا عليه وعن عائشة قالت لنامولٰى مجذوم فكان يأكل في صحافي ويشرب في أقداحي وينام علٰى فراشي قال:وقد ذهب عمررضي الله عنه وغيره من السلف إلى الأكل معه.(النووي شرح مسلم:٢٣٣/٢)(كتاب الطب والمرض،باب اجتناب المجذوم وغيره،انيس)

لاترى أم المؤمنين عائشة رضي الله عنهابأساً في الأكل مع المجذوم،قالت"كان لي مولٰى مجذومًا فكان ينام علٰى فراشي ويأكل في صحافي ولوكان عاش كان علٰى ذلك.(موسوعة فقه عائشة أم المؤمنين حياتهاو فقهها،ص:٤٢٩)

كان أبو بكررضي الله عنه يأكل مع الأجذم.(موسوعة فقه أبي بكر الصديق،ص: ٢١٥)/جامع معمر بن راشد بتحقيق حبيب الرحمن الأعظمي،باب المجذوم (ح:١٩٥٠٩)/شرح السنة للبغوي،باب ما يكره من الطيرة واستحباب الفأل (ح:٣٢٥٠)انيس)

عن جابر بن عبدالله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيد مجذوم فوضعها معه في قصعة فقال:كل بسم الله ثقة بالله وتوكلا على الله.(مصنف ابن أبي شيبة،الأكل مع المجذوم (ح:٢٤٥٣٦)/سنن أبي داؤد،باب في الطيرة (ح:٣٩٢٥)/صحيح ابن حبان، ذكر الإباحة للمرء مؤاكلة ذوي العاهات ضد قول من كرهه (ح: ٦١٢٠)/ المستدرك للحاكم: ١٥٢/٤ (ح:٧١٩٦) دارالكتب العلمية بيروت وقال:ها حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه ووافق عليه الذهبي/،انيس)

لہذا مسلمانوں کے رائے سے یہ استفتا ارسال خدمت والا ہے کہ بحوالۂ کتب معتبرہ کے ارشاد فرمادیں؛ تاکہ مسلمانان اس کے مطابق عمل کریں؛ یعنی اس بیچارے جذامی کو ساتھ لے کر نماز پڑھیں، یا پرہیز کریں؟

الجواب

جب مجذوم سے نمازیوں کو ایذا ہوتی ہے تو اس کو نماز اپنے گھر پڑھنا چاہیے، جماعت، یا جمعہ وغیرہ میں شریک نہ ہونا چاہیے، اس کو گھر پر نماز پڑھنے میں بھی جماعت کا ثواب ملے گا، جب کہ وہ جماعت کا شوق دل میں رکھتا ہے۔

وفی الفتاویٰ الشامية: وكذلك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أوبه جرح له رائحة وكذلك القصاب والسماك والمجذوم والأبرص أولىٰ بالإلحاق وقال سحنون: لاأرىٰ الجمعة عليهما إلىٰ أن قال وقوله صلى الله عليه وسلم وليقعد فی بيته صريح فی أن أكل هٰذه الأشياء (مثل الثوم البصل إذاكان عن ضرورة)عذرفی التخلف عن الجماعة،وأيضًا هناعلتان: أذى المسلمين وأذى الملائكة،فبالنظرإلى الأولىٰ يعذرفی ترک الجماعة وحضورالمسجد، إلخ. (۶۹۲/۱)(۱)

۳۰/ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ (امدادالاحکام جلد:۲/۱۱۷۔۱۱۸)

جماعت سے کن لوگوں کو نکالنا جائز ہے:

سوال: کون سے شخص کو جماعت سے خارج کرنا درست ہے؟

الجواب

ایسے شخصوں کو جماعت سے خارج کرنا جائز ہے، جن سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہو، جیسے: مجذوم اور گندہ دہن، یا گندہ بغل وغیرہ۔ (۲)

۱۳/ربیع الاول ۱۳۵۰ھ (امدادالمفتین: ۲/۲۸۹)

(۱) كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة ومايفسد فيها،مطلب:في الغرس في المسجد،انيس

(۲) عن جابر قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أكل البصل والكراث فغلبنا الحاجة فأكلنا منها فقال:من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تأذى مما يتأذى منه الإنس.(صحيح لمسلم، باب نهى من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا (ح: ٥٦٣)/مسند أبي يعلى الموصلي،مسند جابر (ح: ٢٢٢٦)/ صحيح ابن خزيمة،باب الدليل على أن النهى عن ذلک لتأذى الملائكة بريحه إذ الناس يتأذون به (ح: ١٦٦٨)/ صحيح ابن حبان،ذكر البيان بأن حكم أكل الكراث حكم أكل ،الخ (ح: ٢٠٨٦)/الكنى والأسماء للدولابى،من كنيته أبوالغيث أبو غلاب وأبو غالب (ح: ١٥٦١)انيس)

وقال الطحاوى فی شرح الآثار بعد ما سرد الأحاديث:فهذه الآثار دلت على إباحة أكل نحو البصل والكراث والثوم مطبوخا كان أو غير مطبوخ لمن قعد فی بيته وكراهة حضورالمسجد وريحه موجود ==

مخنث مردوں کی جماعت میں مل سکتے ہیں، یا نہیں:

سوال: مخنث مردوں کی جماعت میں شامل ہوکر نماز پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور ان کے جماعت میں شامل ہونے سے دیگر مسلمانان کی نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور ان کی طرف سے جو کچھ کارِ خیر سمجھ کر روپیہ وغیرہ مسجد میں دیں تو مسجد کی ضروریات میں صرف ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مخنث مردوں کی جماعت میں شامل ہو سکتے ہیں؛ مگر وہ مردوں کی جماعت سے پیچھے کھڑے ہوں،(۱) اور ان کے شامل جماعت ہونے سے دیگر مسلمانوں کی نماز صحیح ہے اور ان کا روپیہ مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵۳/۳)

☆ ☆ ☆

== لئلا يؤذی بذلک من يحضره من الملائكة وبنی آدم،قال:وبه نأخذ وهو قول أبی حنيفة وأبی يوسف ومحمد.(مرقاة المفاتيح، كتاب الأطعمة:۲۷۲۵/۷،دارالفكر بيروت،انيس)

(۱) يصف الرجال،إلخ،ثم الصبيان،إلخ،ثم الخناثى،ثم النساء.(الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار،باب الإمامة: ۵۳٤/۱،ظفير)

(۲) اگر جائز کمائی ہے کہ وہ بھی مسلمان ہیں۔ظفیر

جماعت ثانیہ کے مسائل

مکہ مکرمہ میں چار مصلیٰ کیوں ہیں:

سوال: مکہ شریف میں چار مصلے کیوں قائم کئے گئے ہیں؟ اور تعدد جماعت کا وہاں کیا حکم ہے؟

الجواب

اس میں اختلاف علما ہے، جیسا کہ شامی میں نقل کیا ہے؛ لیکن آخر میں فرمایا کہ مسجد حرام میں متعدد جماعت مکروہ نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۳/۶۴)

حرم شریف میں پہلی جماعت نہ ملے تو کیا دوسری جماعت میں شریک ہو جائے:

سوال: اگر حرم شریف میں صبح کو نماز شافعی نہ ملے تو اپنی نماز مسجد شریف میں علیٰحدہ پڑھنی اولیٰ ہے، یا جماعت مالکی، یا حنفی میں شریک ہو جانا افضل ہے؟ جماعت ثانیہ میں نماز بغیر کراہت جائز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

خلاصۂ سوال یہ ہے کہ اگر کسی کو حرم محترم کی مسجد میں پہلی جماعت نہ ملے تو مالکی، یا حنبلی، یا حنفی کی دوسری جماعت میں شریک ہو جاوے، یا نہیں؟

اب اس جگہ دو مسئلے پیش ہیں: ایک یہ کہ دوسرے مذہب والے کی اقتدا کرنا اور جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے،

---

(۱) حرم شریف میں اب ایک ہی مصلی ہے، چار مصلے پہلے تھے، جواب ایک کردیئے گئے ہیں، انیس

ویکره تكرار الجماعة،إلخ. (الدر المختار)وعن هٰذا ذكر العلامة الشيخ السندى رحمه اللّٰه تلميذ المحقق ابن الهمام فى رسالته:أن ما يفعله أهل الحرمين من الصلاة بأئمة متعددة وجماعات مترتبة مكروه اتفاقاً ونقل عن بعض مشائخنا: إنكاره صريحاً،إلخ،وقد مر أنه لاكراهة فى تكرار الجماعة فيه إجماعاً.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۱۷/۱)(مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد،انيس)

لٰكن ألف العلامة الشيخ إبراهيم البيرى شارح الأشباه رسالة سماها:الأقوال المرضية،أثبت فيها الجواز وكراهة الاقتداء بالمخالف،الخ،وكذا ألف العلامة الشيخ على القارى رسالة سماها:الإهتداء فى الاقتداء،أثبت فيها الجواز؛ لٰكن نفى فيها كراهة الاقتداء بالمخالف إذا راعى فى الشروط والأركان فقط.(ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب فى تكرار الجماعة،والاقتداء بالمخالف: ۳۵۰/۱،ظفير)

یا تنہا نماز پڑھنا افضل ہے؟ تو اس مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے، بعض جماعت سے نماز پڑھنے کو افضل کہتے ہیں، اگر چہ امام دوسرے مذہب کا؛ یعنی شافعی وغیرہ ہو اور بعض تنہا نماز پڑھنے کو افضل کہتے ہیں، سو اس مسئلہ میں راجح یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے، تنہا نماز پڑھنے سے، جیسا کہ علامہ شامی نے بعد نقل اختلاف فرمایا ہے:

"فتحصل أن الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض أفضل من الانفراد إذا لم یجد غیرہ، وإلاّ فالاقتداء بالموافق أفضل" الخ.(۱)

اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حرم شریف میں جو متعدد جماعتیں ہوتی ہیں تو اگر کسی کو پہلی جماعت نہ ملے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی جماعت میں شامل ہونا جائز ہے، یا نہیں؟ اور جماعت ثانیہ حرم شریف میں جائز ہے، یا نہیں؟ اور جماعت ثانیہ وغیرہ میں شریک ہونا افضل ہے، یا تنہا نماز پڑھنا افضل ہے؟ تو اس میں بھی اختلاف ہے، اکثر محققین حرم محترم میں بھی جماعت ثانیہ وثالثہ وغیرہ کو مکروہ فرماتے ہیں، ان کے نزدیک ظاہر ہے کہ تنہا نماز پڑھنا اولیٰ ہے، جماعت ثانیہ میں شریک ہونے سے، جیسا کہ دیگر مساجد محلّہ کا حکم ہے اور بعض علما یہ فرماتے ہیں کہ مسجد حرم شریف کا حکم مسجد محلّہ کا سا نہیں؛ بلکہ مسجد شارع کا سا ہے، وہاں جماعت ثانیہ درست ہے، چناں چہ علامہ شامیؒ نے بعد نقل قول علماء محققین جو کہ دربارہ انکار جماعت ثانیہ ان سے منقول ہے، نقل کر کے فرمایا ہے:

"لٰکن یشکل علیه أن نحو المسجد المکی والمدنی لیس لھم جماعة معلومون، فلایصدق علیه أنه مسجد محلة بل ھو مسجد شارع وقد مرّ أنه لا کراھة فی تکرار الجماعة فیه إجماعاً فلیتأمل" إلخ.(۲)

اور پھر علامہ موصوف نے جواز کو راجح سمجھا ہے؛ لیکن فی الواقع قول محققین جو عدم جواز کے قائل ہیں، راجح معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ حرمین شریفین میں ائمہ ومؤذنین کا مقرر ہونا معلوم ہے اور ہمیشہ کے نمازیوں کی جماعت بھی معلوم ہے، اگر چہ موسم حج وزیارت میں اضافہ جماعت غیر معلومین کا ہو جاوے۔

وعن ھٰذا ذکر العلامة الشیخ رحمة اللّٰه السندی تلمیذ المحقق ابن الھمام فی رسالته: أن ما یفعله أھل الحرمین من الصلاة بأئمة متعددة وجماعات مترتبة مکروہ اتفاقاً ونقل عن بعض مشایخنا إنکارہ صریحاً حین حضر الموسم بمکة سنة: ۵۵۱، منھم الشریف الغزنوی وذکر أنه أفتٰی بعض المالکیة بعدم جواز ذلک علی مذھب العلماء الأربعة ونقل إنکار ذلک أیضاً عن جماعة من الحنفیة والشافعیة والمالکیة حضروا الموسم سنة: ۵۵۱، آہ، وأقرّہ الرملی فی

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ: ۵۲۷/۱، ظفیر

(۲) ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد: ۵۱۷/۱، ظفیر

حاشية البحر، (۱) **ثم نقل العبارة المذكورة سابقاً أعني لكن يشكل عليه،إلخ،وقد مرّ الجواب عنها. فقط** (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۵۹-۶۱)

ایک مسجد میں دو اذانیں اور دو جماعتیں جائز ہیں، یا نہیں:

سوال: اگر کسی مسجد میں امام حنفی ہو اور کچھ زمانہ سے گروہ غیر مقلدین میں سے کچھ آدمی وہاں نماز پڑھنے لگے اور آمین بالجہر وغیرہ کرنے لگے اور موجودہ امام مسجد کو گاہ گاہ صحیح معنی سمجھ کر وظیفہ شیئاً للہ پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے؛ اس لئے غیر مقلدین نے اس کو مشرک قرار دے کر اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی، یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس مسجد میں ایک گروہ نے علاحدہ جماعت کرائی اور اذان دینی شروع کر دی، اب اس مسجد میں دو اذان اور دو جماعت ہوتی ہیں، ایسا کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور قدیم امام کو مشرک کہنا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

دو اذانیں اور دو جماعتیں ایک مسجد میں جائز نہیں ہیں۔ (۲)

اور امام مذکور مشرک نہیں ہے، اس کو مشرک کہنا غلط ہے، البتہ وظیفہ شیئاً للہ اس امام کو ترک کر دینا چاہیے کہ یہ وظیفہ جائز نہیں ہے، (۳) اور امام کو ایسے مشتبہ امور سے احتراز کرنا چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۴۱-۴۲)

جماعت ثانیہ کے سلسلہ میں وارد حدیث کا مفہوم:

سوال: حنفیہ کے نزدیک جماعت ثانیہ مکروہ ہے اور حدیث میں ہے:

عن أبي سعيد قال جاء رجل وقدصلّٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال:أيكم يتجرعلٰى هٰذا فقام رجل وصلّٰى معه. (۴)

وفي البخاري ولفظ رواية أبي يعلى أبوعثمان قال:مر بنا أنس بن مالك رضى الله عنه في مسجد بني ثعلبة،فقال أصليتم؟قلنا:نعم،وذلك صلاة الصبح فأمررجلاً فأذن وأقام ثم صلّٰى بأصحابه،آه. (۵)

(۱) ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۱/۵۱۷،ظفير

(۲) أهل المسجد إذا صلوا بأذان وجماعة يكره تكرار الأذان والجماعة فيه.(الفتاوىٰ الهندية،الباب الثاني في الأذان: ۱/۵۱،ظفير)(الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، انيس)

(۳) دیکھئے: مأۃ مسائل، از حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلویؒ

(۴) رواه الترمذي: ۱/۵۹،أصح المطابع (باب ماجاء في الجماعة في مسجد قد صلّٰى فيه مرة (ح: ۲۲۰)انيس)

(۵) صحيح البخاري: ۱/۸۹،باب فضل صلٰوة الجماعة (مسند أبي يعلى الموصلي،سعيد بن سنان عن أنس بن مالك (ح: ۴۳۵۵)انيس)

وفی روایة البیهقی فجاء أنس فی نحو من عشرین من فتیانه فقال: أصلیتم؟قلنا: نعم. آه. (۱)

عن أنس رضی اللّٰه عنه تعلیقًا و(عند) أبی یعلٰی موصولا: أنه جاء أنس إلٰی مسجد قد صلی فیه فأذن وأقام وصلٰی جماعة. (۲)

لہٰذا اس حدیث کا کیا جواب ہے اور مسجد محلّہ اور مسجد بازار اس حکم میں برابر ہیں، یا کچھ فرق ہے، اگر فرق ہے تو اس کی کیا دلیل ہے؟

الجواب

ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں متنفل نے مفترض کی اقتدا کی اور کلام اس جماعت ثانیہ میں ہے، جہاں دونوں مفترض ہوں، **فلاحجة فیه**، (۳) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فعل ممکن ہے کہ مسجد طریق میں ہو، (۴) چناں چہ تکرار اذان اس کا قرینہ ہے؛ کیوں کہ مجوزین جماعت ثانیہ بھی تکرار اذان کو منع کرتے ہیں۔ فقط

(امداد: ۸۶/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۷۰/۱-۳۷۱)

متعین مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم:

سوال: جماعت دوسری کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور دوسری جماعت کے ہوتے ہوئے اکیلے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

جماعت دوسری کرنا، اس مسجد محلّہ میں، جہاں نمازی معین ہیں، مکروہ ہے، تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے، دوسری جماعت

(۱) **المطالب العالیة: ۱۱۸/۱ (کتاب الصلاة، باب إعادة الصلاة لجماعة فی المسجد (ح: ٤٢٥)/السنن الکبریٰ، باب الجماعة فی مسجد قد صلی فیه، الخ (ح: ٥٠١٥) انیس)**

(۲) **عمد القاری: ۱۸۹/۲، سعید (کتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة: وجاء أنس إلی المسجد قد صلی فیه فأذن أو أقام وصلٰی جماعة. (ح: ٦٤٤)/مسند أبی یعلی الموصلی، سعید بن سنان عن أنس بن مالک (ح: ٤٣٥٥) انیس)**

(۳) یعنی حضرت ابوسعیدؓ کی روایت سے جو تکرار جماعت کا جواز معلوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ امام فرض نماز ادا کرے اور مقتدی نفل اور یہ صورت تکرار متنازعہ فیہ نہیں ہے؛ بلکہ ''فرض اداء کرنے والے کی نماز فرض ادا کرنے والے کے پیچھے'' متنازعہ فیہ ہے؛ اس لئے یہ حدیث موافق مطلب نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ متنفل کا اقتداء مفترض کے پیچھے بالاتفاق جائز ہے۔ **لاتکره جماعة النفل إذا ادی الإمام الفرض، ا ه.** (طحاوی بر درمختار ۲۵۳/۱، وشامی: ۵۵۲/۱) **تحت قول الدرالمختار: صح اقتداء منتفل بمفترض. (الدرالمختار مع ردالمحتار: باب الامامت مطلب القیاس بعد عصر الاربعه مائة، الخ: ۵۹۰/۱، انیس)**

(۴) یعنی حضرت انسؓ کا فعل کسی راستہ کی مسجد، یا اسی قسم کی مسجد پر محمول کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ اذان واقامت کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے؛ اس لئے مجوزین جماعت ثانیہ کیلئے یہ اثر نافع نہیں ہوسکتا۔

علاوہ بریں خود حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب صحابہ کرام کی جماعت فوت ہوجاتی تھی تو وہ مسجد میں الگ الگ نماز پڑھا کرتے تھے۔ (**کما فی البدائع وردالمحتار**) پس ظاہر یہ ہے کہ حضرت انس کا عمل صحابہ کے عمل کے خلاف نہ ہوگا؛ اس لئے اس کو کسی صالح محمل پر محمول کرنا ضروری ہے۔ سعید احمد)

کی شرکت سے اگر فساد ہونے کا اندیشہ ہو تو وہاں نہ پڑھے، دوسری جگہ چلا جاوے۔ (تالیفات رشیدیہ:۲۹۷) ☆

ملفوظات متعلق جماعت ثانیہ:

از مولانا رشید احمد گنگوہی:

جماعت ثانیہ مکروہ ہے، لہٰذا علیحدہ پڑھ لینا اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ:۳۰۳)

پنج وقتہ مسجد میں ہیئت اولیٰ سے ہٹ کر جماعت ثانیہ کا حکم:

(الجمعیۃ، مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء)

سوال: جماعت ثانیہ (ایسی مسجد میں جس میں نماز کے اوقات مقرر اور مؤذن وامام مامور ہیں اور جماعت میں شریک ہونے والے، یا مسجد میں نماز پڑھنے والے اکثر حضرات مقامی ہوتے ہیں) جائز ہے، یا نہیں؟ عدم شرکت جماعت کی وجہ سے اگر کوئی شرعی مجبوری، یا عدم اطلاع اذان ہو تو ایسی صورت میں جماعت ثانیہ کی اجازت ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جس مسجد میں پنجگانہ جماعت مقررہ اوقات پر ہوتی ہو اور مؤذن وامام مقرر ہو، اس میں دوسری جماعت بتکرار اذان واقامت وقیام محراب باتفاق مکروہ ہے اور اگر اذان واقامت کی تکرار نہ کی جائے اور پہلی جماعت کی جگہ بھی بدل دی جائے تو مکروہ تحریمی نہیں ہے، مگر علمائے محققین کی ایک بڑی جماعت اس کو خلاف اولیٰ بتاتی ہے اور دلائل اس کے قوی ہیں اور دوسری جماعت اس کو خلاف اولیٰ نہیں کہتی، جماعت اولیٰ میں شرکت نہ ہونے کی وجہ کچھ بھی ہو، اس کا اس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں۔(۱) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۳/۱۴۷-۱۴۸)

☆ **ایک مرتبہ جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت:**

سوال: مسجد میں ایک مرتبہ نماز جماعت اولیٰ کے ساتھ ہوگئی، اب تھوڑی دیر کے بعد نمازی اور جمع ہوگئے تو اب جو دوسری جماعت کی جاوے، تکبیر پڑھی جاوے، یا نہیں؟ اور اسی مصلی پر یہ دوسرا امام کھڑا ہو، جہاں کہ پہلا کھڑا تھا، یا دوسری جگہ فاصلہ دے کر؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

مسجد محلّہ میں دوسری جماعت مکروہ ہے، ثواب جماعت کا اس میں نہیں ملتا۔ فقط (تالیفات رشیدیہ:۲۹۷)

(۱) **المسجد إذا كان له إمام معلوم وجماعة معلومة في محلة فصلى أهله فيه بالجماعة لايباح تكرارها فيه أذان ثان أما إذا صلوا بغير أذان يباح إجماعًا، إلخ. (الفتاوى الهندية، الفصل الأول في الجماعة: ۸۳/۱، ط: ماجدية، كوئٹه) (الباب الخامس في الإمامة، انيس)**

پنج وقتہ منظّم طریقہ پر جماعت ہونے کے بعد جماعت ثانیہ کا حکم:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۴ر ستمبر ۱۹۳۴ء)

سوال: اگر کسی مسجد میں نماز باجماعت ہو چکی ہے تو کیا اسی مسجد میں دوبارہ جماعت ناجائز ہوگی؟ اور جماعت ہو جانے کے بعد انفرادی طور پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

حنفیہ کے نزدیک ایسی مسجد میں، جس میں پنج وقتہ منظّم طریقہ پر جماعت سے نماز ہوتی ہے، پہلی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت مکروہ ہے، اگر دوسری جماعت اذان واقامت کے اعادہ کے ساتھ ہو تو ہمارے ائمہ ثلاثہؒ کراہت تحریمیہ پر متفق ہیں؛ لیکن اگر اذان واقامت کا اعادہ نہ ہو اور محراب سے بھی عدول کر لیا جائے تو اس کو امام ابو یوسفؒ جائز فرماتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ بھی مکروہ ہے؛ لیکن کراہت تحریمی نہیں، تنزیہی ہے، ہاں! انفرادی طور پر (جماعت اولیٰ کے بعد) نماز پڑھنا اسی مسجد میں جائز ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۴۸/۳)

دوبارہ جماعت کرنے کا حکم:

سوال: جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہے اور اس گاؤں کے تمام آدمی اس مسجد میں اول جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، اس کے بعد اگر دو ہی آدمی پھر جماعت کریں مکروہ تحریمی ہوگا، یا نہیں؟ چند کتب معتبرہ کی عبارت نقل فرما کر جواب عنایت فرمادیں، بینوا توجروا۔

الجواب والله الموفق للصواب

ذكر في ردالمحتار عن المنبع، ثم قال في الاستدلال: ولنا أنه عليه الصلاة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلى أهل المسجد فرجع إلى منزله فجمع أهله وصلىٰ، (۲)

(۱) في الدر المختار: ويكره تكرار الجماعة بأذان و إقامة في مسجد محلة"إلخ .

وفي ردالمحتار: "(قوله: يكره) أي تحريماً لقول الكافي: "لايجوز" ولو كرر أهله بدونها أو كان مسجد طريق جاز اجماعاً، كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ... ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ويؤيده ما في الظهيرية: لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلىٰ فيه أهله يصلون وحداناً... وعن أبي يوسف إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولىٰ لا تكره وإلا تكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، إلخ. (باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۵۵۲/۱ـ۵۵۳، ط، سعيد)

(۲) قلت: أخرجه الطبراني في الكبير و الأوسط عن أبي بكرة ورجاله ثقات. (مجمع الزوائد: ۱۶۰/۱)==

ولو جاز ذلک لما اختار الصلاة فی بیته علی الجماعة فی المسجد ولأن فی الاطلاق هٰکذا تقلیل الجماعة معنی فإنهم لایجتمعون إذاعلموا أنها لاتفوتهم ومقتضی هٰذا الاستدلال کراهة التکرار فی مسجد المحلة ولوبدون أذان ویؤیده مافی الظهیریة ولودخل جماعة المسجد بعد ما صلی فیه أهله یصلون وحدانًا وهوظاهرالروایة، آه، وهٰذا مخالف لحکایة الاجماع المارة وهوماذکره قبل عن المنبع و التقئید بالمسجد المختصة بالمحلة احترازمن الشارع وبالأذان الثانی احتراز عما إذا صلّٰی فی المسجد المحلة جماعة بغیرأذان حیث یباح إجماعًا، آه. (رد المحتار: ۵۷۷/۱)

وفی البدائع فی بیان ما یفعل بعد فوات الجماعة مانصه: فلاخلاف فی أنه إذا فاتته الجماعة لایجب علیه الطلب فی مسجد آخر؛ لکن کیف یصنع ذکرفی الأصل أنه إذا فاتته الجماعة فی مسجد حیه فإن أتی مسجدًا آخر یرجوا ادراک الجماعة فیه فحسن وإن صلّٰی فی مسجد حیه فحسن،لحدیث الحسن. (۱) قال: کانوا إذا فاتتهم الجماعة فمنهم من یصلی فی مسجد حیه ومنهم من یتبع الجماعة أراد به الصحابة رضی اللّٰه عنهم ولأن فی کل جانب مراعاة حرمة وترک أخریٰ ففی أحد الجانبین مراعاة حرمة مسجده وترک الجماعة وفی الجانب الآخر مراعاة فضیلة الجماعة وترک حق مسجده فإذا تعذ رالجمع بینهما مال إلٰی أیهما شاء وذکر القدوری:أنه إذا فاتته الجماعة جمع بأهله فی منزله وإن صلّٰی وحده جاز لماروی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أنه خرج من المدینة إلٰی صلح بین حیّین من أحیاء العرب فانصرف منه وقد فرغ الناس من الصلاة فمال إلٰی بیته وجمع بأهله في منزله وفی هٰذا الحدیث دلیل علٰی سقوط الطلب إذ لو وجب لکان أولٰی الناس به رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وذکرالشیخ الإمام السرخسی: إن الأولٰی فی زماننا أنه إذا لم یدخل مسجده أن یتتبع الجماعة وإن دخل مسجده صلّٰی فیه،آه.(۱۵٦/۱)(۲)

== أورد علیه بعض الناس نقلا عن التحریرالمختار بقوله: ولایتم الاستدلال به إلا إذا وجد جماعة یصلی بهم فی المسجد ومع هٰذا اختارالصلاة فی منزله بأهله،آه.قلت:عدم وجدانه مثل هٰذه الجماعة بعید؛لأنه صلی اللّٰه علیه وسلم لم یکن یذهب للصلح بین الأقوام وحده بل کان یذهب بجماعة من أصحابه کماهوالمعروف من عادته ولوسلم تنزلا فکان یمکن أن یجمع الصلاة بأهله فی المسجد فإن النساء کن یشهدن الصلاة فیه مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کما عرف فی موضعه فاستدلال به تام ولایضره الاحتمالات البعیدة،ظ،علٰی أنه قد ثبت عن الصحابه أنهم لم یجمعوا فی المسجد ثانیاً مع قدرتهم علٰی ذلک،کماسیأتی)

(۱) سیأتی مایدل له مؤیده.منه

(۲) بدائع الصنائع،فصل فی بیان ما یفعل بعد فوات الجماعة: ۱۵٦/۱،دارالکتب العلمیة بیروت،انیس

قلت: وهٰذا مايدل علٰى كراهة الجماعة الثانية مطلقا ولوبدون أذان؛لأنه حصر صنع فاتت الجماعة فى تتبعها فى مسجد آخرإن كان يرجو أدراكها فيه وفى صلاته فى مسجد حيه منفرد وعلّله بأن فى كل جانب مراعاة حرمة وترك أخرٰى فإذا تعذ رالجمع بينهما مال إلٰى أيهما شاء فلو كانت الجماعة الثانية بدون الأذان غيرمكروهة لاتنفى ذلك التعذ ربأن يجمع ثانيًا فى مسجد حيه كما لايخفى فالظاهرأن المذهب عندنا وظاهرالرواية هو الكراهة مطلقًا ولوبدون إذان، فإن صاحب البدائع والقدورى والسرخسى أعرف الناس بالمذهب من غيرهم وتقييداه بالأذان لعلها فى النوادر، قال الشعرانى فى رحمة الأمّة: ومن دخل مسجدًا فوجد إمامه قد فرغ من الصلاة فإن كان المسجد فى غير ممرّالناس كره له أن يستأنف فيه جماعة عند أبى حنيفة ومالك والشافعي وقال أحمد: لايكره،آه. (ص: ٣٤)(١)والدلائل أيضًا تقتضى الكراهة مطلقًا، منهاماقد مرذكره ومنهامارواه سحنون عن ابن القاسم عن مالك عن عبدالرحمٰن بن المجبرقال:دخلت مع سالم بن عبداللّٰه مسجد الجحفة وقد فرغوا من الصلاة فقالوا:ألا تجمع الصلاة؟ فقال سالم: لا تجمع صلاة واحدة فى مسجد واحد مرتين،رجاله كلهم ثقات،قال ابن وهب: وأخبرنى رجال من أهل العلم عن ابن شهاب ويحىٰ بن سعيد وربيعة و الليث مثله،آه،من المدونة الكبرٰى لمالك.(٢) فهؤلاء أكابرالتابعين كرهوا الجماعة الثانية فى مسجد واحد ولم يقيدوها بالأذان وقال الشافعي:وإنا قد حفظنا أن قد فاتت رجالا معه -صلى اللّٰه عليه وسلم - الصلاة ، فصلوا بعلمه منفردين وقد كانوا قادرين علٰى أن يجمعوا وأن قد فاتت الصلاة فى الجماعة قومًا فجاؤا المسجد فصلّٰى كل واحد منهم متفرداً وقد كانوا قادرين علٰى أن يجمعوا فى المسجد،آه،من الأم.(١٣٧/١)(٣)قلت: فلوكانت الجماعة الثانية غيرمكروهة بدون الأذان لما تركها الصّحابة وهم سباقون إلى الغايات راغبون إلٰى أفضل الطاعات، قال الشافعي رحمه اللّٰه:وإنما كرهت (٤) ذلك لهم ؛لأنهم ليس مما فعل السلف قبلنا بل قد عابه بعضهم،آه،من الأم.(١٣٦/١)قلت: وكمالم يفعله السلف بالأذان ثانياً فى المسجد كذا لم يفعلوه فيه بدون

(١) رحمۃ الأمۃ شیخ محمد بن عبدالرحمٰن کی ہے،علامہ شعرانی کی نہیں ہے؛ بلکہ علامہ شعرانی کی کتاب کا نام ’’المیز ان الکبریٰ‘‘ ہے،مذکورہ عبارت المیز ان الکبریٰ،باب صلوٰۃ الجماعۃ: ۱/۱۵۷،ط:مصر میں مذکور ہے،مصنف سے سہو ہوگیا ہے۔انیس

(٢) المدونة الكبرىٰ،باب فى المسجد تجمع الصلاةفيه مرتين: ١٨١/١،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

(٣) الأم،العذر فى ترك الجماعة: ١٨١/١،دارالمعرفة بيروت،انيس

هٰذا يؤيد ماذكره صاحب البدائع عن الحسن و الإمام الشافعي رحمه اللّٰه مجتهد إمام فى الفقة والحديث فتعليقه جزماً حجة.منه

(٤) أى:تكرارالجماعة فى المسجد.رفيع عثمانى

الأذان أیضًا ومن ادعٰی غیر ذلک فلیأت ببرھان. قال الشافعی رحمه اللّٰه: وأحسب کراھیة من کره ذلک منھم إنما کان لتفرق الکلمة وأن یرغب رجل عن الصلاة خلف إمام جماعة فیتخلف ھو ومن أراد عن المسجد فی وقت الصلوٰة فإذا قضیت دخلوا فجمعوا فیکون فی ھٰذا اختلاف وتفرق کلمة و فیھما المکروه وإنما أکره ھٰذا فی کل مسجد له إمام ومؤذن فأما مسجد بنی علٰی ظھر الطریق أو ناحیة لایؤذن فیه مؤذن راتب ولایکون له إمام معلوم ویصلی فیه المارة ویستظلون فلا أکره ذلک؛ لأنه لیس فیه معنی الذی وصفت من تفرق الکلمة، ثم قال: وإنما کرھوا لئلا یجمعوا فی مسجد مرتین ولاباس بأن یخرجوا إلٰی موضع فیجمعوا فیه، آہ، من الأم. (۱۳۶/۱-۱۳۷)(۱)

قلت وھٰذا کله موافق لماذکره أصحابنا غیر أنھم عللوا الکراھة بتقاعد القوم من الجماعة الأولٰی ولایخفی أن العلة التی ذکرھا الشافعی أشد وأحذر وأکثر وقوعًا واحتمالًا لاسیما فی زمان الفساد وانقطاع الوداد ومقتضاھا کراھة التکرار ولوبدون أذان ھٰذا ھو الحق الراجح عندی والمراد بالکراھة کراھة التحریم.

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ مسجد محلّہ میں جس میں امام اور مؤذن مقرر ہے، دوسری جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے، خواہ بدون اذان ثانی کے ہو، یا مع اذان واقامت کے، دلائل کا مقتضی یہی ہے اور ظہیریہ اور بدائع وغیرہ سے بھی اطلاق کراہت ہی مستفاد ہوتا ہے، گو بعض فتاویٰ میں بدون اذان ثانی کے جماعت ثانیہ کو مباح لکھا ہے؛ مگر دلائل پر نظر کر کے یہ قید ضعیف معلوم ہوتی ہے اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تو اباحت سے مراد کراہت تحریمہ کی نفی ہوگی، کراہت تنزیہیہ کی نفی مراد نہیں، **کذا قاله بعض أکابرنا منھم قطب وقته مولانا الشیخ رشید أحمد قدس سره،** دوسرے جن روایات میں اطلاق ہے ان کا مقتضی یہ ہے کہ بدون اذان کے بھی کراہت ہے، اور جن میں تقیید ہے، یعنی: جن میں بدون اذان کے اجماعاً مباح کہا ہے، اگر امام صاحب سے یہ روایت بھی صحیح ہو تو ان کا مقتضا اباحت بدون الاذان ہے اور جب کراہت واباحت میں تعارض ہو تو کراہت کو ترجیح ہوگی۔

۱۴؍رمضان ۱۳۴۴ھ (امداد الاحکام: ۱۳۲/۳-۱۳۶)

جماعت ثانیہ مکروہِ تحریمی ہے، یا تنزیہی:

سوال (۱) جماعت ثانیہ میں کراہت تحریمی ہے، یا تنزیہی؟ اور مکروہِ تحریمی کا مرتکب گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے، یا صغیرہ کا؟

---

(۱) **الأم، قبیل العذر فی ترک الجماعة: ۱۸۱/۱، دار المعرفة بیروت، انیس**

مکان سکونہ میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، یا نہیں:

(۲) مکان سکونہ میں جماعت ثانیہ، یا ثالثہ کرنا مکروہ ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) **قال فی الشامی(قوله:ویکره تکرار الجماعة،إلخ)أی تحریماً لقول الکافی: لایجوز و المجمع: لایباح وشرح الجامع الصغیر:أنه بدعة،إلخ.** (ردالمحتار)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ میں کراہت تحریمیہ ہے۔

(۲) مکروہ نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲-۷۳)

جماعت ثانیہ کی کراہت وعدم کراہت کی تحقیق:

سوال: قول محقق اور معتبر باعتبار موافقۃ فقہ وحدیث دربارہ جماعۃ ثانیہ آپ کے نزدیک کیا ہے؟ مگر بحوالہ احادیث اوراقوال فقہاء ونیز بحوالۂ کتب تحریر ہواور نیز قطع نظر حالت موجودہ لوگوں کے؛ بلکہ نفس مسئلہ محقق ہواور اگر حالت موجودہ لوگوں کے اعتبار سے جماعت ثانیہ کی کراہت ہوتو اس کے لیے علاحدہ ارقام ہو، ہندوستان کے محقق علماء مثل حضرت مولانا مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی وحضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری وحضرت مولانا مولوی سعادت علی صاحب سہارنپوری وجناب مولانا مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی وجناب مولوی مشتاق احمد صاحب سہارنپوری وجناب مولوی سید جمال الدین صاحب دہلویؒ بلاکراہت جائز فرماتے تھے؛مگر غالب گمان یہ ہے کہ جولوگ جماعۃ اولیٰ کے پابند ہوں، ان کے لئے بلاکراہت فرماتے تھے؟

الجواب

فی جامع الآثار لهٰذا العبد الحقیر:هٰکذا کراهة تکرار الجماعة فی المسجد،عن أبی بکرة أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أقبل من نواحی المدینة یرید الصلاة فوجد الناس قد صلوا فمال إلٰی منزله فجمع أهله فصلی بهم. {رواه الطبرانی فی الکبیروالأوسط} وقال الهیثمی:رجاله ثقات،قلت:ولو لم یکره لماترک المسجد.

(۱) ردالمحتار،مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،باب الإمامة: ۱/۵۱۶،ظفیر

(۲) ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة،لافی مسجد طریق أومسجد لا إمام له و لامؤذن (الدرالمختار)ولنا أنه علیه الصلوٰة والسلام:کان خرج لیصلح بین قوم فعاد إلی المسجد وقد صلٰی أهل المسجد فرجع إلٰی منزله فجمع أهله وصلٰی.(ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد: ۱/۳۶۷،ظفیر)

وعن إبراهيم النخعي قال: قال عمر رضى الله عنه: لايصلى بعد صلاة مثلها. {رواه ابن شيبة}(۱)

قلت: وأقرب تفاسيره حمله علىٰ تكرار الجماعة فى المسجد.

وعن خرشة بن الحر أن عمر رضى الله عنه كان يكره أن يصلى بعد صلاة الجمعة مثلها. {رواه الطحاوى وإسناده صحيح.}(۲)

قلت: دل علىٰ كراهة تكرار الجماعة خاصة.

وفى حاشيته تابع الآثاروما ورد من قوله عليه السلام: من يتصدق، (۳) لايدل علىٰ جواز التكرار المتكلم فيه وهو اقتداء المفترض بالمفترض إذ الثابت به اقتداء المتنفل بالمفترض ولايحكم بكراهته بل ورد فى جوازه حديث آخر من قوله عليه السلام إذا صليتما فى رحالكما ثم أتيتما صلاة قوم فصليًا معهم واجعلا صلاتكما معهم سبحة، (۴) كما هو ظاهر وما رواه البخارى تعليقًا عن أنس رضى الله عنه محمول علىٰ مسجد الطريق أونحوه لما نقل فيه أنه أذن وأقام وهو مكروه عندالعامة، اه.

أما الروايات الفقهية فى هٰذا الباب ففى الدر المختار:

ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة فى مسجد محلة لا فى مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولامؤذن. (الدر المختار)(۱)

فى ردالمحتار (قوله: ويكره): أى تحريمًا لقول الكافى: لايجوز والمجمع: لايباح وشرح الجامع الصغير: أنه بدعة، كمافى رسالة السندى. (قوله: بأذان وإقامة) عبارته فى الخزائن أجمع مماهنا ونصها: يكره تكرار الجماعة فى مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلىٰ بهما فيه أولا غير أهله أو أهله لكن بمخافتة الأذان ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعًا، كما فى مسجد ليس له إمام ولامؤذن ويصلى الناس فيه فوجاً فوجاً فإن الأفضل أن يصلى كل فريق بأذان وإقامة علىٰ حدة، كما فى أمالى قاضى خان، اه، ونحوه فى الدرر والمراد بمسجد المحلة: ماله إمام وجماعة معلومون، كما فى الدرر وغيرها، إلىٰ أن قال: ولأن فى الاطلاق هٰكذا تقليل الجماعة معنى، فإنهم لايجتمعون إذا علموا أنها لاتفوتهم، ثم قال بعد سطر: ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرار فى مسجد المحلة ولوبدون إذان، ويؤيده ما فى الظهيرية: لودخل جماعة المسجد بعد ماصلى فيه أهله يصلون وحدانًا وهو ظاهر الرواية، آه، وهٰذا مخالف لحكاية

(۱) مصنف ابن أبى شيبة، من كره أن يصلى بعد الصلاة مثلها (ح:۵۹۹۷) انيس

(۲) شرح معانى الآثار، باب التطوع بعد الجمعة كيف هو (ح:۱۹۸۱) انيس

(۳) عن أبى عثمان: دخل رجل المسجد، وقد صلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال: ألا رجل يتصدق على هذا فيقوم فيصلى معه. (مصنف ابن أبى شيبة، فى القوم يجيئون إلى المسجد وقد صلى فيه (ح:۷۰۹۸) انيس)

(۴) الصحيح لمسلم، باب الندب إلى وضع الأيدى على الركب فى الركوع ونسخ التطبيق (ح:۵۳٤) انيس

الاجماع المارة. (۵۷۷/۱)(۱)وفيه ما نصه:وفي آخرشرح المنية وعن أبي حنيفة ولو كانت الجماعة أكثر من ثلثة يكره التكرار وإلا فلا وعن أبي يوسف إذا لم تكن على الهيئة الأولىٰ لا تكره وإلا تكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة،كذا في البزازية،وفي التاتارخانية عن الولوالجية:وبه نأخذ. (۴۱۰/۱)(۲)وفيه (قوله:إلا في مسجد علىٰ طريق):هوما ليس له إمام ومؤذن راتب فلايكره التكرار فيه بأذان وإقامة بل هو الأفضل،خانية.(۴۱۰/۱)(۳)

روایات فقہیہ مذکورہ سے چند صورتیں اوران کے احکام معلوم ہوئے:

صورت اولیٰ مسجد محلّہ میں غیر اہل نے نماز پڑھ لی ہو۔صورت ثانیہ مسجد محلّہ میں اہل نے بلا اعلان اذان، یابلا اذان بدرجہ اولی نماز پڑھی ہو۔(۴)صورت ثالثہ وہ مسجد طریق پر ہو۔(۵)صورت رابعہ اس مسجد میں امام ومؤذن معین نہ ہوں۔صورۃ خامسہ مسجد محلّہ ہو؛یعنی اس کے نمازی اور امام معین ہوں اورانہوں نے اس میں اعلان اذان کی صورت سے نماز پڑھی ہو۔پس صورت اربعہ اولیٰ میں توبالاتفاق جماعۃ ثانیہ جائز؛ بلکہ افضل ہے،جیسا کہ افضلیت کی تصریح موجود ہے،(۶)اورصورۃ خامسہ میں اگر جماعت ثانیہ بہ ہیئت اولیٰ ہو،تب بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے،جیسا کہ ردالمحتار میں تحریمی ہونے کی تصریح ہےاوراگر ہیئت اولیٰ پر نہ ہو،پس یہ محل کلام ہے۔(۷)

---

(۱) **الدر المختار مع ردالمحتارباب الإمامة: ۵۵۲/۱ ،مطلب في تكرار الجماعة في المسجد.انيس**

(۱) **كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،انيس.**

(۳،۲) **كتاب الصلاة،باب الأذان،مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه،انيس.**

(۴) یعنی صورت ثانیہ کی ایک شکل تو یہ ہے کہ مسجد محلّہ میں اہل مسجد نے اذان تو دی ہو؛لیکن آہستہ دی ہواور دوسری شکل یہ ہے کہ انہوں نے بغیراذان دیئے نماز پڑھی ہو،پس جوحکم شکل اول کا ہے وہی حکم-بدرجۂ اولیٰ-شکل دوم کا بھی ہوگا۔سعید احمد

(۵) یعنی جس مسجد کا کوئی امام اورموذن مقرر نہ ہو۔(فتاویٰ دارالعلوم جدید:۲۴/۳،سعید)

(۶) افضلیت کی تصریح فقط تیسری اور چوتھی صورت میں ہے،کما تقدم فی الروایات الفقھیۃ،پہلی اوردوسری صورت میں افضلیت کی تصریح نظر سےنہیں گزری۔

(۷) یعنی صورت خامسہ کی پھردوشکلیں ہیں:اول:جماعت ثانیہ بہ ہیئت اولیٰ ہو،یعنی اذان واقامت اورقیام امام فی المحراب کے ساتھ تکرار جماعت ہوتوہ بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے،خواہ دوبارہ جماعت اہل مسجد کے علاوہ لوگ کریں،یابعض اہل مسجد کریں۔**إن صلى فيه أهله بأذان واقامة أوبعض أهله يكره لغير أهله وللباقين من أهله أن يعيدوا الأذان والإقامة،آه. (بدائع الصنائع،فصل في بيان محل وجوب الأذان: ۱۵۳/۱،دارالكتب،انيس)** دوم:جماعت ثانیہ ہیئت اولیٰ بدل کر ہو۔ہیئت اولیٰ نام ہے تین چیزوں کے مجموعہ کا،یعنی اذان ،اقامت اور قیام امام فی المحراب کا،پس جب یہ تینوں باتیں نہ رہیں گی توپوری طرح ہیئت اولیٰ بدل جائے گی اوراگر دوباتیں مرتفع ہوجائیں(خواہ وہ کوئی سی دوہوں)اذان واقامت ہوں،یااذان وقیام محراب ہوں،یااقامت وقیام محراب ہوں)تو بھی ہیئت اولیٰ بدل جائے گی؛اس لئے کہ اکثر کے لئے کل کاحکم ہوتاہے،اسی طرح جب ایک بات مرتفع ہوجائے گی؛کیونکہ کسی بھی جزء کے ارتفاع سے ہیئت کلی مرتفع ہوجاتی ہے۔**(القطوف الدانية: ۶۔۷،ملخصاً)**

بہر حال یہ دوسری شکل محل بحث ہے، پہلی بحث تو یہ ہے کہ اس شکل میں صاحب درمختار نے خزائن الاسرار (۱) میں تکرار جماعت کو اجماعاً جائز کہا ہے، (۲) چند دیگر حضرات نے بھی یہی لکھا ہے۔ علامہ شامی منحۃ الخالق (۱/۳۴۶) میں لکھتے ہیں:

نقل الرملی عن رسالة العلامة السندی عن الملتقط وشرح المجمع وشرح درر البحار والعباب: من أنه يجوز تكرار الجماعة بلا إذان ولا إقامة ثانية إتفاقاً، قال: وفي بعضها إجماعاً، آه. (۳)

لیکن خود علامہ شامیؒ نے اس شکل میں تکرار جماعت کو مکروہ کہا ہے، **كما في قوله: ومقتضى هذا الاستدلال، إلخ،** (۴) پھر انہوں اپنے استنباط کو ظہیریہ کی روایت سے (۵) امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے، جیسا ظہیریہ میں اس کا ظاہر روایت ہونا مصرح ہے، البتہ ایک روایت (۶) امام صاحب سے یہ ہے کہ اگر تین سے زیادہ آدمی ہوں، مکروہ ہے، ورنہ مکروہ نہیں، یہ تو خلاصہ ہوا روایات کے مدلول ظاہری کا۔

اب آگے دو مسلک ہیں، یا تو امام صاحبؒ اور امام ابو یوسف کے اقوال کو متعارض کہا جاوے، یا دونوں میں تطبیق دی جاوے، اگر متعارض کہا جاوے تو حسب رسم المفتی "**واختلف فيما اختلفوا فيه، والأصح، كما في السراجية وغيرها أنه يفتى بقول الإمام على الاطلاق، ثم بقول الثاني (إلى قوله) وصحح في الحاوي القدسي قوة المدرك، إلخ، هكذا في الدر المختار**. (مقدمة الدر المختار: ۷۰-۷۱، مطلب إذا تعارض التصحيح)

امام صاحب کے قول پر عمل ہوگا، اگر سراجیہ کے قاعدہ کو ترجیح دی جائے تب تو ظاہر ہے اور اگر حاوی قدسی کے

(۱) جو درمختار کا نقش اول ہے۔
(۲) خزائن کی عبارت جواب کے شروع میں حضرت مجیب قدس سرہ نقل فرما چکے ہیں۔
(۳) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة، دار الكتب العلمية، بيروت، انيس
(۴) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۲/۲۸۹، دار الكتب العلمية، انيس
(۵) جو کہ ظاہر روایت ہے کیا ہے، دوسری بحث یہ ہے کہ اس شکل کے متعلق خود ائمہ مذہب کی روایت بھی مختلف ہیں، امام صاحب سے ظاہر روایت مطلقاً کراہت کی ہے، جس میں یہ شکل بھی داخل ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کراہت نہیں ہے۔

حضرت مجیب قدس سرہ نے پہلے بحث ثانی پر گفتگو فرمائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر شیخین کے اقوال میں تعارض مانا جائے تو آداب افتاء کے پیش نظر امام صاحبؒ کے قول پر عمل ہوگا اور اگر تطبیق کی راہ اختیار کی جائے تو وہ یہ ہے کہ امام صاحب کراہت تنزیہی کا اثبات فرماتے ہیں اور امام ابو یوسف کراہت تحریمی کی نفی فرماتے ہیں، کراہت تنزیہی ان کے نزدیک بھی مسلم الثبوت ہے، اسی سے بحث اول کا تصفیہ بھی ہو گیا کہ اصل کراہت میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، پس جنہوں نے جاز اجماعاً کہا ہے، انہوں نے کراہت تحریمی کی نفی کی ہے اور جنہوں نے کراہت ثابت کی ہے، ان کی مراد اس سے کراہت تنزیہی ہے۔ (واللہ سبحانہ اعلم) سعید احمد پالنپوری

(۶) امام ابو یوسف اور امام محمدؒ سے بھی قریب قریب ایسی ہی روایتیں مروی ہیں: **وروى عن أبي يوسف أنه إنما يكره إذا كانت الجماعة الثانية كثيرة وفأما إذا كانوا ثلاثة أو أربعة، فقاموا في زاوية من زوايا المسجد، وصلوا بجماعة، لايكره، وروى عن محمد أنه إنما يكره إذا كانت الثانية على سبيل التداعي والاجتماع، فأما إذا لم يكن فلايكره، آه.** (بدائع الصنائع: ۱/۱۵۳، سعيد أحمد) (كتاب الصلاة، فصل في بيان محل وجوب الأذان، انيس)

قاعدے کوترجیح دی جائے، تب بھی امام صاحب کی دلیل نقلی حدیث ہے، جواول نقل ہوئی ہے اور دلیل قیاسی ردالمحتار سے ”ولأن فی الاطلاق“، إلخ معلوم ہوچکی ہے، جس کی قوت ظاہر ہے اور جو حدیثیں امام صاحب کی دلیل سے ظاہراً متعارض ہیں، ان سب کا جواب کافی شافی تابع الآثار سے گزر چکا ہے اور اگر بعض(۱) کی حکایت اجماع علی الجواز سے شبہ ہو کہ امام صاحب نے حکم بالکراہۃ سے رجوع کرلیا ہوگا تو شامی نے بعد نقل روایت ظہیریہ کے عدم ثبوت اجماع کی تصریح کردی ہے،(۲) پس یہ استدلال قطع ہوگیا،(۳) اور اگر امام صاحبؒ اور ابو یوسفؒ کے اقوال میں تطبیق دی جاوے تو وجہ تطبیق یہ ہوسکتی ہے کہ امام صاحب تو کراہت تنزیہیہ کے مثبت ہیں اور امام ابو یوسف کراہۃ تحریمیہ کے نافی ہیں، قرینہ اس کا یہ ہے کہ درمختار میں جو مسجد محلّہ میں اذان کے ساتھ جماعت ثانیہ کو مکروہ کہا ہے، اس میں شامی نے تصریح کردی کہ کراہت تحریمیہ مراد ہے، پس اس کے مقابلہ میں جو دوسری صورتوں میں عدم کراہۃ کا حکم ہوگا، اسی کراہت مذکورہ کی نفی ہوگی، پس کراہۃ تنزیہیہ کی نفی محتاج دلیل مستقل ہے، جیسا کہ صور اربعہ اولیٰ میں افضلیت کی تصریح بالاستقلال کراہت تنزیہیہ کی نفی پر دال ہے، پس صور اربعہ اولیٰ میں نفی کراہت سے تحریمیہ منتفی ہوگئی اور حکم افضلیت سے کراہت تنزیہیہ منتفی ہوگئی اور مندوبیت ثابت ہوگئی، بخلاف صورت متکلم فیہا کے کہ اس میں انتفاء کراہت تحریمیہ کی دلیل تو قائم ہے؛ لیکن انتفاء کراہت تنزیہیہ کی کوئی دلیل نہیں اور ظاہر روایت میں کراہت کا اثبات ہے، پس کراہت تحریم منتفی ہوئی اور کراہت تنزیہ ثابت رہی، پس امام صاحب کے اثبات اور امام ابو یوسفؒ کی نفی میں

---

(۱)　اولاً یہ شبہ بے محل ہے؛ کیونکہ محل نزاع میں اجماع منقول نہیں ہوا؛ بلکہ ان صورتوں میں ہوا ہے، جن کی نسبت فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ بالاتفاق نماز جائز؛ بلکہ افضل ہے اور ثانیاً اس کا جواب کہ شامی نے بعد نقل روایت ظہیریہ عدم ثبوت اجماع کی تصریح کردی ہے، نامناسب ہے؛ کیونکہ اگر اس تصریح کو مان لیا جاوے تو یہ فتویٰ کہ اس دعوے کے مخالف ہوگی، جو کہ ان الفاظ سے کیا گیا ہے: ”پس صور اربعہ اولیٰ میں تو بالاتفاق جماعت ثانیہ جائز؛ بلکہ افضل ہوگی“ آہ؛ کیونکہ صور اربعہ جن کی نسبت اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے، ان میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسجد محلّہ میں اہل محلّہ نے بلا اعلان اذان یا بلا اذان بدرجۂ اولیٰ نماز پڑھ لی ہو اور ظہیریہ سے ان صورتوں کی کراہت ثابت ہوتی ہے، پس دعوی اجماع صحیح نہ ہوا۔ الحاصل جواب شبہ دعوی سابقہ کے مخالف ہے؛ اس لئے یہ جواب مناسب نہیں، پس اس صورت میں شبہ اور جواب دونوں کو ساقط ہونا چاہئے، نیز جن چار صورتوں میں عدم کراہت پر اتفاق نقل کیا ہے، ان میں سے دوسری صورت میں اختلاف نقل ہونا چاہئے، یا شامی کے قول: **ومقتضى هذا الاستدلال**، الخ کو رد کرنا چاہئے۔ (تصحیح الاغلاط: ۱۱/)

(۲)　اس جگہ مولانا رشید احمد صاحب مدرس دارالعلوم کراچی نے ایک حاشیہ لکھا ہے، وہ درج کیا جاتا ہے، وہو ہذا: **ولو کرر اهله بدونهما** کو جائز بالاجماع کہا گیا ہے، حالانکہ اس صورت میں اگر ہیئت اولیٰ پر تکرار ہے؛ یعنی عدول عن المحراب نہیں کیا تو بالاتفاق مکروہ ہے اور عدول عن المحراب کی حالت میں محل نزاع ہے، پس یہ قول کہ محل نزاع میں اجماع منقول نہیں ہوا، صحیح نہیں، نیز یہ قول کہ ظہیریہ سے صور اربعہ میں سے صورت ثانیہ کی کراہت ثابت ہوتی ہے، صحیح نہیں۔ صورت ثانیہ یہ ہے کہ جماعت اولیٰ بلا اذان، یا بغیر اعلان اذان کے ہوئی اور ظہیریہ میں اس کی کراہت مذکور ہے کہ جماعت ثانیہ بلا اذان ہوئی ہو، غرض اصل جواب کی عبارت صحیح ہے اور تصحیح الاغلاط کی عبارت صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم انتہی

(۳)　اور ایک جواب آگے آرہا ہے کہ اجماع کراہت تحریمیہ کی نفی پر ہے۔ سعید

کوئی تعارض نہ رہا اور اگر یہ شبہ ہو کہ جائز اور یباح وغیرہ عبارات سے کراہت تنزیہیہ منتفی معلوم ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ جائز کبھی مکروہ کو بھی شامل ہوتا ہے۔(کذا فی ردالمحتار: ۱۲۵/۱)(۱)

اور جیسا درمختار میں اذان صبی کو جائز بلا کراہت کہا ہے اور شامی نے کہا ہے کہ مراد نفی کی کراہت تحریمیہ کی ہے اور تنزیہی ثابت ہے۔(۴۰۶/۱)(۲)

ونیز حکایت اجماع جس میں تقدیر تعارض پر کلام ہوا ہے، اس تقریر تطبیق پر بحالہا رہ سکتی ہے کہ نفی کراہت تحریمیہ پر اجماع ہے اور اگر ثبوت کراہت تنزیہیہ سے قطع نظر بھی کی جاوے اور اباحۃ بالمعنی المتبادر مان لی جاوے، تب بھی چونکہ ندب واستحباب نہ دلیل سے ثابت، نہ ابو یوسفؒ سے منقول؛ اس لیے نفی کراہت سے ثبوت ثواب کا لازم نہ آوے گا، جیسا ردالمحتار میں جماعۃ فی التطوع میں صرف مسنون نہ ہونے سے ثواب کی نفی کی ہے، گو بعض صورتوں میں مباح بھی ہے۔(۴۱۷/۱)(۳) پس غایت مافی الباب ایک فعل مباح ہوا، جس میں نہ ثواب، نہ عقاب اور امام صاحب کراہت کے قائل، تب بھی اسلم اور احوط اس کا ترک ہی ہوا؛ کیوں کہ فعل میں تو احتمال کراہت کا ہے اور ترک میں کوئی ضرر محتمل نہیں، حتی کہ حرمان ثواب بھی نہیں، پس ترک ہی راجح ہوا، یہ سب تحقیق ہے باعتبار حکم فی نفسہ کے اور اگر مفاسد اس کے امام ابو یوسفؒ کے روبرو پیش کئے جاتے تو یقیناً کراہت شدیدہ کا حکم فرماتے؛ لیکن چوں کہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور علماء کے فتوے بھی مختلف ہیں؛ اس لیے کسی کو کسی پر نکیر شدیدہ وطعن زیبا نہیں۔ واللہ اعلم

۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ (امداد: ۴۳/۱۷)(امدادالفتاویٰ جدید: ۳۶۲/۱-۳۷۰)

جماعتِ ثانیہ کی کراہت کے دلائل:

سوال: جماعت ثانیہ کی کراہت کی کیا دلیل ہے؟

---

(۱) ردالمحتار: ۱۲۰/۱، مطلب قد یطلق جائز علیٰ، إلخ (کتاب الطهارة، سنن الوضوء، انیس)(وعبارته: وقد يقال: أطلق "الجائز" وأرادبه مايعم المكروه، ففي الحلية عن أصول بن الحاجب أنه قد يطلق يراد به مالايمتنع شرعًا وهويشمل المباح والمكروه والمندوب والواجب، آه. سعيد أحمد

(۲) وعبارتهما: (ويجوز) بلاكراهة (أذان صبي مراهق. (الدرالمختار) قوله: (بلا كراهة) أي تحريمية؛ لأن التنزيهية ثابتة لما في البحر عن الخلاصة (أن غيرهم) أولىٰ منهم، آه. (سعيد)(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الأذان، مطلب في الأذان الجوق: ۳۹۱/۱، انیس)

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۴۸/۱ ("ولايصلي الوتر و) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) أي يكره ذلك لوعلىٰ سبيل التداعي بأن يقتدى أربعة بواحد، قال ابن عابدين: قوله: (أربعه بواحد) أما اقتداء و احد بواحد أو اثنين بواحد فلايكره، وثلاثة بواحد فيه خلاف، بحر عن الكافي: وهل يحصل بهذ الاقتداء فضيلة الجماعة؟ ظاهر ما قدمناه من أن الجماعة في التطوع ليست بسنة يفيد عدمه، تأمل. (ردالمحتار، قبيل باب إدراك الفريضة، ردالمحتار: ۴۹/۲، سعيداحمد)(مطلب في كراهة الاقتداء في النفل علىٰ سبيل التداعي وفي صلاة الرغائب، انيس)

الجواب

مقلدین کے لیے اقوالِ فقہاوائمہ بطور دلیل کافی ہیں، پس جب کہ ظاہر الروایۃ عندالحنفیہ کراہت جماعت ثانیہ مسجد محلّہ میں ہے، جیسا کہ شامی میں منقول ہے تو اس سے زیادہ مقلدین کے لیے کوئی حجت نہیں ہے۔

شامی میں منقول ہے:

"ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ولوبدون أذان ويؤيده ما في الظهيرية: لو دخل جماعة المسجد بعد ماصلى فيه أهله يصلون وحداناً وهوظاهر الرواية"، إلخ. (۱)

اوراس سے کچھ پہلے مذکور ہے:

"ثم قال في الاستدلال على الإمام الشافعي النافي للكراهة ما نصه: ولنا أنه عليه الصلوٰة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلى أهل المسجد فرجع إلىٰ منزله فجمع أهله وصلى بهم ولوجاز ذلك لما اختار الصلاة في بيته على الجماعة في المسجد ولأن في الإطلاق (أي في تجويز الجماعة الثانية) هٰكذا تقليل الجماعة معنىً، فإنهم لايجتمعون إذا علموا أنها لاتفوتهم، إلخ. (۲)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اور فقہا کی تصریح سے کراہت جماعت ثانیہ مسجد محلّہ میں ثابت ہوئی، اس صورت میں اگر بعض روایات جواز کی بھی ہوں تو اول تو جواز، کراہت کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے تو وہاں جواز مع الکراہت مراد ہوگا، غایت یہ کہ کراہت تنزیہی ہوگی، بہرحال جماعت ثانیہ کراہت تحریمی یا تنزیہی سے خالی نہیں اور دوسرے یہ کہ جہاں کراہت اور عدم کراہت میں تعارض ہوتا ہے تو کراہت کو ترجیح دی جاتی ہے۔

" لأن دفع المضار أولىٰ من جلب المنافع".

یہی مضامین ہیں، جن کو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرّہ نے اپنے رسالہ "کراہت جماعت ثانیہ" میں بیان فرمایا ہے اور اس میں جواب ان روایات حدیث وفقہ کا دیا ہے، جس سے جواز مفہوم ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے اس بارے میں ایک امر فیصلہ کن ارشاد فرمایا ہے، انہوں نے فرمایا کہ عدمِ جواز جماعت ثانیہ میں ایک دلیل مجھ کو ظاہر ہوئی اور ایک حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپور قدس سرّہٗ کو، جو کہ استاذ ہیں حضرت مولانا نانوتوی کے، وہ دلیل جو حضرت مولانا نانوتوی کو معلوم ہوئی، وہ قصہ صلوٰۃ خوف کا ہے کہ باوجود ایسی کشاکشی کے کہ جنگ کا موقع ہے، ایک ہی جماعت کی گئی اور نمازیوں کے دو طائفہ کئے گئے اور اس قدر حرکات اور ذہاب وایاب نماز کے اندر جائز کیا گیا؛ مگر جماعت ثانیہ کی اجازت نہ ہوئی، حالاں کہ یہ آسان تھا کہ ایک امام ایک

(۱،۲)　ردالمحتار للعلامة الشامي، باب الإمامة: ۱/۵۱۶، ظفير. (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

طائفہ کو پوری نماز پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز با جماعت پڑھا دیتا، اس کو فرمایا کہ یہ دلیل ظاہر تر ہے اور چونکہ یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں تھی؛ بلکہ اب بھی اسی طرح پڑھنے کا حکم ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس لیے تھا کہ سب کو ان کی اقتدا کی فضیلت حاصل ہو اور وہ دلیل جو حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ نے فرمائی ہے، وہ دقیق ہے۔ مولانا احمد علی صاحب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جمعہ کی نماز ہوچکی ہو تو اس مسجد میں پھر جمعہ کی جماعت درست نہیں ہے۔

چنانچہ شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ جمعہ کے بعد جامع مسجد کے کواڑ بند کردیئے جاویں کہ ایسا نہ ہو کہ پھر چند آدمی آکر جماعت ثانیہ کرلیں۔(۱) تو اس کی وجہ میں جو غور کیا کہ کیا وجہ اس عدم جواز کی ہے، حالاں کہ شرائط جمعہ سب علی حالہا موجود ہیں، مصر بھی ہے، اذن عام بھی ہے، نمازی بھی موجود ہیں، ایک مصر میں تعدد جمعہ بھی درست ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ دوبارہ جماعت جمعہ ایک مسجد میں صحیح نہ ہو تو اس کے سوا کچھ وجہ نہیں کہ جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے، پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ جماعت مشروعہ نہیں ہے اور جب کہ وہ جماعت معتبرہ نہ ہوئی تو ایک شرط جمعہ کی فوت ہوگئی، پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ ایک مسجد میں درست نہیں ہے، وہو کما قال رحمہ اللہ۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۸-۴۰)

صحن مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم:

سوال: بعض صاحبان کا یہ قول ہے کہ اگر اندرون مسجد قریب محراب جماعت ہوگئی ہو تو وہ کچھ آدمی اگر باقی رہ جایا کریں تو جماعت ثانیہ صحن مسجد میں کرلیا کریں تو کسی نوع سے مکروہ نہ ہوگا؛ کیونکہ یہاں کی ہر ایک مسجد دو مسجد ہے، ایک صیفی؛ یعنی صحن مسجد، دوسری شتوی یعنی اندرون مسجد، جو اکثر مسقّف ہوتی ہے، یالداوٗ کی اور درمختار(۲) میں جماعت کے بارے میں ہے: **ولو فاتته ندب طلبها في مسجد آخر، إلخ.** ظاہر ہے کہ صحن مسجد مسجد آخر ہے، لہٰذا اس میں جماعت ثانیہ کسی نوع سے مکروہ نہ ہوگی، جواب دیا گیا کہ یہاں کی مسجدوں میں صحن مسجد دوسری مسجد نہیں، حقیقت میں یہاں کی مسجدیں ایک مسجد ہیں؛ کیوں کہ عرف میں بھی ایک ہی مسجد سے تعبیر کرتے ہیں اور نہ بانیین مسجد کی نیت دو مسجدوں کی ہوتی ہے؛ بلکہ ایک ہی مسجد کی ہوتی ہے، صحن کو صحن مسجد اور فناء مسجد سے تعبیر کرتے ہیں، دیکھو! نفائس اللغات، لغت انگنائی بمعنی صحن خانہ بعربی ساحت وسرح فناء، پس اگر خانہ کی طرف اضافت ہوگی تو صحن خانہ اور مسجد کی طرف اضافت ہوگی تو صحن مسجد وفناء مسجد بولیں گے اور فقہاء بھی اس صحن کو صحن مسجد وفناء مسجد سے تعبیر کرتے ہیں، چنانچہ واقفین پر ظاہر ہے، واقف علم ظاہری وباطنی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے کراہت

(۱) **والظاهر أنه يغلق أيضاً بعد إقامة الجمعة لئلا يجتمع فيه أحد بعدها، إلخ.** (رد المحتار، باب الجمعة: ۱/۷٦٦، ظفير (مطلب في شروط وجوب الجمعة، انيس)

(۲) **الدر المختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۵، دار الفكر بيروت، انيس**

جماعت ثانیہ یہاں کی مسجدوں کے بارے میں ایک رسالہ تحریر فرمایا، (۱) اگر یہاں کی مسجدیں دو مسجدیں ہوتیں تو کراہت جماعت ثانیہ آپ مکروہ نہ فرماتے، (۲) بلکہ جماعت ثانیہ کا ہونا مکروہ نہ فرماتے اور تصریح بھی کر دیتے کہ صحن مسجد دوسری مسجد ہے، ونیز حاجیان سے معلوم ہوا کہ مسجد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد حرام میں بھی صحن ہے، حالانکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثواب صلوٰۃ اپنی مسجد اور مسجد حرام میں "**فی مسجدی هٰذا ومسجد الحرام**" فرمایا، "**فی مسجدیّ هٰذین وفی مسجدی الحرام**" نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحن مسجد دوسری مسجد نہیں اور صیفی وشتوی مسجدیں اور طرز کی ہوتی ہیں؛ یعنی ان میں ہر ایک کی محراب جداگانہ ہوتی ہے، ایک دوسرے کے جنب میں واقع ہوتی ہے اور درمیان دیوار قصیر مقدار ایک دو ذراع کے اس میں فرجہ ہوتا ہے، جیسا کہ قاضی خان کے صفحہ: ۴۶ سے معلوم ہوتا ہے۔ **محمول علیٰ ما إذا کان الحائط قصیراً أسّه مقدار الفرجة بین الصفین ذراع أو ذراعان کما یکون بین المسجد الصیفی والشتوی.**

لہٰذا حضور والا کو تکلیف دی جاتی ہے کہ جواب مسائل مفصلہ ذیل صاف تحریر فرما کر خاکسار کو ممنون ومشکور فرمائیں؟

(۱)　یہ کہ یہاں کی ہر ایک مسجد حقیقۃً صیفی وشتوی ہے، یا نہیں؟

(۲)　یہ کہ محراب مسجد اصل میں کس جگہ ہے، آیا وہ طاق؛ یعنی محراب جو جانب قبلہ دیوار غربی مسجد میں ہوتی ہے، یا دوسری جگہ؟

(۳)　**والسنة أن یقوم الإمام فی المحراب** قول شامی منقول از معراج: **تحت قوله: یقف وسطاً** (: ۳۹۹/۱، مطبوعة مصر) وقول شامی منقول از تاتارخانیہ: "**یکره للامام أن یقوم فی غیر المحراب إلا لضرورة**" (صفحة: ٤٥٣، تحت قوله؛ لأن العبرة للقدم)، درمختار مع ردالمحتار مکروہات صلوٰۃ: (۶۴۵/۱-۶۴۶) کا کیا مطلب ہے؟ آیا اس ظرفیت سے کمال قرب مراد ہے، یا محاذ محراب، خواہ قریب ہو، یا بعید، اگر محاذ مذکور مراد ہے تو فی کا کیا موقع اور اس میں کیا نکتہ؟ یا حقیقت میں عین محراب میں کھڑا ہونا مراد ہے، جیسا کہ ظاہر میں فی کا مقتضی ہے، بعض صاحبان کا خیال ہے کہ حقیقت میں کھڑا ہونا محراب کا مراد ہے؛ کیوں کہ اصح مذہب طحاوی اور سرخسیؒ کا ہے کہ علت کراہت قیام فی المحراب خفاء امام ہے، نہ مشابہت اہل کتاب، اگر خفا ہوگا تو کراہت ہوگی، ورنہ نہ ہوگی، گو مختار سرخسی اول میں مشابہت اہل کتاب کی تھی؟

(۴)　گرمی میں یہاں کی مسجدوں میں دراں صورت کہ مسجد صیفی وشتوی نہ ہوں، ترک محراب کی ضرورت

---

(۱)　اس رسالہ کا نام "القطوف الدانیة فی تحقیق الجماعة الثانیة" ہے اور فارسی زبان میں ہے اردو میں ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔ سعید احمد

(۲)　کذا فی الاصل؛ لیکن صحیح عبارت اس طرح ہے: "دو مسجدیں ہوتیں تو جماعت ثانیہ کو آپ مکروہ نہ فرماتے؛ بلکہ جماعت ثانیہ کا نہ ہونا مکروہ فرماتے، الخ"۔ سعید احمد

ہوسکتی ہے، جیسا کہ مسجد صیفی وشتوی میں ہوتا ہے کہ گرمی کی وجہ سے صیفی میں آجاتے ہیں اور سردی کی وجہ سے شتوی میں چلے جاتے ہیں، یا نہیں؟ اور یہاں کی مسجدوں میں عمل درآمد اس کا کہ جب گرمی ہوتی ہے تو صحن مسجد میں امام بلانکیر بڑھا دیتا ہے، صحیح ہے، یا نہیں؟ اور یہ عمل درآمد کس بنا پر ہے؟

الجواب

ان بعض صاحبان کا قول غلط ہے، مجیب کا جواب بالکل درست ہے، البتہ مجیب کی تقریر میں لفظ فنا کی تفسیر میں تسامح ہے؛ کیوں کہ فنا اس جگہ کو کہتے ہیں، جو مضاف الیہ سے خارج ہو، اس کا جزو نہ ہو اور صحن مسجد جزو مسجد ہے، (۱) باقی سب تقریر نہایت صحیح اور کافی ہے، یہ تمہید کے متعلق عرض کیا گیا، اب جزئی سوالات کے متعلق لکھا جاتا ہے:

(۱) نہیں۔

(۲) وہ بھی اور اس کے محاذات (۲) جو مسقّف درجہ کے مؤخر میں اور غیر مسقّف کے مقدم میں ہوتی ہے، وہ بھی۔

(۳) یہاں فی المحراب عبارت ہے، فی الوسط سے؛ کیوں کہ محاریب وسط میں ہوتی ہیں، جب محراب سے مراد وسط ہوا تو فی اپنے حقیقی معنی پر رہا، صرف مجاز لفظ محراب میں رہا، سو عند القرینہ کچھ مضائقہ نہیں اور قرینہ لفظ وسطاً صاف ہے۔

(۴) جب محراب سے مراد وسط ہے تو عدول عن المحراب لازم ہی نہیں آیا۔ واللہ اعلم

۲۳ر رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ، صفحہ: ۳۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۷۱-۳۷۴) ☆

جماعتِ ثانیہ میں شرکت کی جائے، یا نہیں:

سوال: جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے، اگر بندہ مسجد محلّہ میں پہنچے اور جماعت ثانیہ تیار ہو، یا ہو رہی ہو تو شریک ہوجائے، یا دوسری مسجد میں جہاں جماعت کے ساتھ شریک ہوسکنے کا گمان ہو، چلا جاوے؟

(۱) بلکہ فناء مسجد وہ حصہ ہے، جو مسجد سے خارج ہو اور مسجد کے متعلقات سے ہو، مثلاً وضوء کرنے کی جگہ، حوض، جوتے نکالنے کی جگہ وغیرہ وغیرہ، وہاں اہل مسجد کے لیے دوبارہ جماعت کرنا جائز ہے، جب کہ احیاناً ہو عادۃً نہ ہو۔ (سعید احمد)

(۲) یعنی محراب سے مراد ''وسط'' درمیان ہے، لہذا اصل محراب کے محاذی، جو جگہ صحن مسجد میں ہے، وہ بھی بحکم محراب ہی ہے؛ لیکن اگر صحن ایک طرف بڑھا ہوا ہو تو صحن کے وسط کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم جدید: ۳/۳۶۱)

☆ **مسجد میں الگ نماز پڑھ کر جماعت کرنے کا مسئلہ:**

سوال: مسجد میں نماز الگ پڑھ کر بعد کو ایک شخص کے ہمراہ نماز پڑھ لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

ظہر اور عشاء میں درست ہے۔ فقط (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۷)

الجواب

دوسری مسجد میں چلا جاوے، یا ہو سکے تو اور لوگوں کے ساتھ کسی دوسری جگہ جماعت کر لیوے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵۰/۳)

فاسق امام کی وجہ سے جماعتِ ثانیہ:

سوال: جس مسجد میں امام فاسق نماز پڑھاتا ہو، اس مسجد میں جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

قال في الدر المختار: صلیٰ خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة.

قال الشامي (قوله: نال فضل الجماعة): أفاد أن الصلاة خلفهما أولیٰ من الانفراد، إلخ.(۲)

پس جماعت ثانیہ کرنا اس مسجد میں درست نہیں ہے، اسی امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے؛ کیوں کہ تنہا نماز پڑھنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور جماعت ثانیہ کرنا مسجد محلّہ میں روا نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۱۹/۳)

بدنیتوں کی مخالفت سے امام سابق کی جماعت میں کوئی فرق نہ آئے گا:

سوال: اگر ایک شخص ۱۵/ یا ۲۰/ برس سے ایک مسجد میں امام ہو، بعض آدمی اس امام سے بغرض نفسانیت، یا خلاف عقائد ہونے کے اس امام کو نکالنا چاہتے ہوں، درانحالیکہ امام متبع سنت ہو اور یہ فرقہ مبتدعین سے ہو اور سوائے اس فرقہ کے اور سب مقتدی امام سے رضا مند ہوں اور فرقہ مبتدعین کا ضداً ایک امام ہم خیال کھڑا کر کے پہلے امام کی جگہ پر جماعت کر لیتا ہو، بعد ازیں امام سابق جماعت کر لیتا ہو تو نماز امام سابق کی درست ہوگی، یا نہ؟ اگر ایک وقت میں امام جدید اور امام سابق قرأت جہر سے جماعت کرا رہے ہوں تو کس کی نماز ہوگی اور کس کی نہیں؟

الجواب

امام سابق کی جماعت بلا کراہت درست ہے، وہ جماعت ثانیہ نہیں ہے؛ بلکہ گناہ تفریق کا اس فرقہ مبتدعین پر ہے اور ان کے امام پر ہے اور ان کی جماعت معتبر نہیں ہے اور ہر دو جماعت ایک وقت ہونے میں بھی گناہ امام جدید اور مبتدعین مقتدیین پر ہے، امام سابق کی جماعت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵۱/۳-۵۲)

---

(۱) إذا فاتته الجماعة لا يجب عليه الطلب في مسجد آخر بلاخلاف بين أصحابنا لكن إن أتیٰ مسجداً آخر ليصلي بهم مع الجماعة فحسن و إن صلیٰ في مسجد حيه فحسن، وذكر القدوري أنه يجمع في أهله ويصلي بهم. (الفتاویٰ الهندية مصري ،فصل في الإمامة: ۷۷/۱، ظفير (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الأول في الجماعة ، انيس)

(۲) دیکھئے: ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۵/۱، ظفیر (مطلب: البدعة خمسة أقسام، انیس)

(۳) ولو صلیٰ بعض أهل المسجد بإقامة و جماعة ثم دخل المؤذن والإمام وبقية الجماعة ==

مقررہ وقت سے پہلے، مسجد میں جماعت کا حکم اور اس کا ثواب:

سوال: قبل از وقت معین، اگر دو چار شخص نے ضرورتِ سفر، یا اور کسی ضرورت میں، مسجد میں جماعت کر لی، بعدہٗ امام معین کے ساتھ وقت مقررہ پر جماعت ہوئی، جماعت اولیٰ یہ ہوئی، یا پہلی اور پہلوں کو ثواب جماعت [کا] ملے گا، یا نہیں؟

الجواب

جماعتِ اولیٰ امام حی واہل محلّہ کی ہوتی ہے، اس صورت میں جماعت اولیٰ دوسری ہے اور ثواب جماعت بھی دوسری جماعت والوں کو ہوگا، پہلے لوگوں کی جماعت مکروہ تھی اور ثواب بھی جماعت کا نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں، ص:۱۴۴۔۱۴۵)

مسئلہ: ترک جماعت درست نہیں، اگر بسبب تاخیر امام کے حرج ہے، تو دوسری مسجد میں چلے جایا کرے؛ مگر ترک جماعت سخت گناہ ہے اور امام سے پہلے پڑھ جانے میں فساد ہوتا ہے، اس سے بھی اجتناب واجب ہے۔

(مجموعہ فرخ آباد، ص:۵۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۷)

جب شرکا چار سے زائد نہ ہوں تو مسجد کی کسی طرف میں جماعت ثانیہ کر سکتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی مسجد میں معین امام موجود ہے اور نماز ادا کریں؛ لیکن کچھ آدمی رہ جائیں اور جماعت ثانیہ کریں تو کیا ان کی یہ نماز؛ یعنی جماعت ثانیہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: حبیب اللہ خان گمبیلا لکی مروت، ۴/۷/۱۴۰۱ھ)

الجواب

مسجد کی کسی طرف میں بلا اذان واقامت جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے؛ خصوصاً جب کہ یہ شرکا نماز چار سے زائد نہ ہوں۔

كما في الهندية (۸۳/۱): وفي الأصل للصدر الشهيد: أما إذا صلوا بجماعة بغير أذان وإقامة في ناحية المسجد لايكره وقال شمس الأئمة الحلواني: إن كان سوى الإمام ثلاثة لايكره بالاتفاق. (۱) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۳۱۶/۲)

جماعت کی نماز خراب ہونے کی صورت میں دوبارہ نماز:

سوال: اگر نماز جماعت میں پڑھتے ہوئے مقتدیوں سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوا کہ ان کی نماز نہ ہوئی اور امام نے اپنی نماز اچھی طرح ادا کی تو ان مقتدیوں کو دوبارہ جماعت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

== فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للأولى، كذا في المضمرات. (الفتاوى الهندية مصرى، الباب الثاني في الأذان: ۵۱/۱، ظفير (الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، انيس)

(۱) الفتاوىٰ الهندية: ۸۳/۱، الفصل الأول في الجماعة الباب الخامس في الإمامة

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

دوبارہ جماعت درست نہ ہوگی؛ مگر بکراہت، پس بہتر ہے کہ دوسری مسجد میں جا کر پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(بدست خاص، ص:۳۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۷) ☆

ایک مسجد میں جمعہ کی دو جماعتیں:

سوال: ایک مسجد میں وقفہ کے ساتھ جمعہ کی دو جماعتیں ہوسکتی ہیں، یا نہیں؟

هو المصوب ـــــــــــــــــــــــــــ

جس مسجد میں ایک بار باقاعدہ نماز جمعہ ادا کی جا چکی ہے، وہاں دوبارہ نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے، جن لوگوں نے نماز ادا نہیں کی ہے، وہ دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں، یا پھر بلا اذان واقامت اور بغیر جماعت کے ظہر کی نماز ادا کرلیں۔
تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۰۹-۲۱۰)

☆ دوسری جماعت کا حکم:

سوال: ایک جامع مسجد جو چورا ہے پر ہے اور اس کے آس پاس کپورتھلہ مارکیٹ، جس میں بینک اور مختلف قسم کی دکانیں اور دفاتر وغیرہ ہیں، کبھی کبھار کچھ لوگوں کی نماز جماعت سے چھوٹ جاتی ہے تو کیا نیز سے علاحدہ ہوکر نماز جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

هو المصوب ـــــــــــــــــــــــــــ

مسجد کے ایک کنارہ حصہ میں کبھی کبھی جماعت ثانی کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں۔ (**يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلى بهما فيه أولاغير أهله أو أهله لكن بمخافتة الأذان ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعًا كما في مسجد ليس له إمام ولامؤذن ويصلي الناس فيه فوجا فوجا،فإن الأفضل أن يصلي كل فريق بأذان و إقامة علىٰ حدة،كما في أمالي قاضي خان.**(رد المحتار:۲/۲۸۸)(كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،انيس)
تحریر: محمد ظہور ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۰۵)

پہلی جماعت فوت ہونے پر دوسری جماعت:

سوال: چند مقتدیوں کی نماز فوت ہوگئی اور سب مل کر الگ جماعت بنا کر اسی مسجد کے صحن میں جس میں جماعت سے نماز فوت ہوگئی نماز پڑھنا درست ہے؟

وهو المصوب ـــــــــــــــــــــــــــ

جماعت ثانیہ اگر جماعت اولی کی ہیئت پر ہو اور ایسی مسجد میں ہو، جس میں جماعت معینہ ہوتی ہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر تبدیلی ہیئت سے ہو تو جائز ہے۔ (**عن أبي يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولىٰ لا تكره، وإلا تكره وهو الصحيح،بالعدول عن المحراب تختلف الهيئة،كذا في البزازية،انتهىٰ وفي التاترخانية عن الولوالجية:وبه نأخذ.**(رد المحتار:۲/۲۸۹)(كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،انيس)
تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۰۷)

بارش کی وجہ سے جمعہ کی دو جماعتیں:

سوال: ہمارے محلّہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے، جس وقت یہ مسجد تعمیر ہوئی تھی، اس وقت کافی تھی؛ لیکن اب آبادی میں اضافہ ہوجانے اور پاس پڑوس سے لوگوں کے جمعہ کی نماز میں شرکت کے لیے آنے کی وجہ سے تعداد دوگنی سے زیادہ ہوجاتی ہے، اردگرد کی مساجد کا بھی یہی حال ہے، عام دنوں میں تو پارک اور راستوں پر نمازی نماز ادا کرلیتے ہیں؛ لیکن بارش کے موسم میں بہت زحمت ہوتی ہے، بیشتر حضرات بھیگ جاتے ہیں، کیا ایسی صورت حال میں رفع زحمت کے لیے تھوڑے وقفہ کے ساتھ دومرتبہ جمعہ کی نماز باجماعت ادا کی جاسکتی ہے؟

هو المصوب

تکرار جماعت نماز جمعہ مشروع نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر تکرار جماعت نماز جمعہ ہوتی تو یہ حکم نہ ہوتا کہ جس کی نماز جمعہ چھوٹ جائے، وہ ظہر کی نماز ادا کرے،(۱) اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ایک آدمی کی چھوٹے، یا کسی مجمع کی چھوٹے؛ بلکہ یہ حکم سب کے لیے ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۱۰/۲) ☆

(۱) (وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة) فإنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳۳/۳) (كتاب الصلاة، باب الجماعة، انيس)

(وكره يومها) أى يوم الجمعة (بمصر) احتراز عن السواد (ظهر معذور ومسجون ومسافر وأهل مصر فاتتهم الجمعة بجماعة) متعلق بقوله ظهر معذور وإنما كره لما فيه من الإخلال بالجمعة لأنها جامعة للجماعات بخلاف أهل السواد إذ لا جمعة عليهم. (درر الحكام شرح غرر الحكام، شروط الجمعة: ۱۳۹/۱، دار إحياء الكتب العربية بيروت، انيس)

قال في الظهيرية: جماعة فاتتهم الجمعة في المصر فإنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة، آه. (البحر الرائق، شروط وجوب الجمعة: ۱۶۶/۲، دار الكتاب الإسلامي بيروت، انيس)

(ويكرهان) أى الأذان والإقامة (لظهر يوم الجمعة في المصر) لمن فاتتهم الجمعة كجماعتهم مثل المسجونين. (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، باب الأذان: ۸۰، المكتبة العصرية، انيس)

☆ غیر اہل محلّہ کی جماعت ثانیہ اور اذان واقامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک مسجد میں نماز ہو چکی ہو اور مہمان حضرات جماعت ثانیہ کریں تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟ نیز اذان واقامت کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نورالحق باڑہ پشاور، ۶ رصفر ۱۴۰۳ھ) ==

دوسری جماعت کی ایک صورت:

سوال: ایک مسجد میں کچھ مسافرلوگوں نے مسجد کے مقررہ وقت سے پہلے جماعت سے نماز پڑھ لی،اب وقت مقررہ پرمحراب سے امام نے نماز پڑھائی تو کیا یہ بعد میں پڑھی جانے والی نماز جماعت ثانی ہوگی؟

هو المصوب

مقررہ وقت پر جماعت سے پڑھی جانے والی جماعت ثانی کے حکم میں نہیں ہوگی۔

تحریر: ساجد علی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۲۱۰۔۲۱۱)

مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور فقہاء عظام اس مسئلہ میں کہ اگر ایک مسجد میں جماعت کا تکرار کیا جائے

==

الجواب

جس مسجد کے ساتھ محلّہ ہواور امام ومؤذن مقرر ہوتو اہل محلّہ کی باقاعدہ جماعت کے بعد دوسری جماعت مکروہ ہے،البتہ اگر تین چار اشخاص ایک کونے میں بغیر اقامت کے جماعت ثانیہ کریں تو قابل اعتراض نہیں،ہاں! شارع عام کی مسجد میں یہ حکم نہیں ہوگا، **فليراجع إلى البدائع والشرح الكبير. (قال الحلبي: وإذا لم يكن للمسجد إمام ومؤذن راتب فلا يكره تكرار الجماعة فيه بأذان وإقامة بل هو الأفضل ذكره قاضي خان أما لو كان له إمام ومؤذن معلوم فيكره تكرار الجماعة فيه بأذان وإقامة عندنا وعن أبي حنيفة رحمه الله لو كانت الجماعة الثانية أكثر من ثلاثة يكره التكرار وإلا فلا وعن أبي يوسف رحمه الله إذا لم تكن على هيئة الأولى لا يكره وإلا يكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا في فتاوى البزازي. (غنية المستملي: ١/٥٦٦-٥٦٧، فصل في أحكام المسجد) وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۲۱۔۳۲۲)

مسافروں کا اہل محلّہ کی جماعت سے قبل جماعت کرنا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافروں کے لئے قبل از جماعت اہل محلّہ ان کی مسجد میں علیٰحدہ جماعت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: زاہد حسین بٹ خیلہ سوات)

الجواب

مسافر لوگ اہل محلّہ کی جماعت سے قبل جماعت کر سکتے ہیں،اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ **(العناية شرح الهداية / ردالمحتار: ١/٣٧١) (قال الحصكفي: (وكره تركهما) معاً (لمسافر) ولو منفرداً (وكذا تركها) لا تركه لحضور الرفقة (بخلاف مصل) ولو بجماعة (في بيته بمصر) أو قرية لها مسجد، أي فيه أذان وإقامة، وإلا فحكمه كالمسافر، فلا يكره تركهما إذا أذان الحي يكفيه (أو) مصل (في مسجد بعده صلاة جماعة فيه) بل يكره فعلهما. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ١/٢٩١، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب: في المؤذن إذا كان غير محتسب في آذانه، انيس) وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۲۲)

اور نمازی بھی اسی محلّہ کے ہوں، تکرار عذر سے ہو، یا بلا عذر؟ اور یہ تکرار دائمی ہوتا ہو، یا کبھی اتفاقاً تو یہ نماز صحیح غیر مکروہ ہے، یا کہ مکروہ؟ اگر مکروہ ہے تو تحریمی ہے، یا تنزیہی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ ومنه الصدق و الصواب

تکرار جماعت کی صورتیں مختلف ہیں اور ان کا حکم بھی مختلف ہے، لہٰذا ہر صورت کا حکم علاحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) مسجد طریق ہو؛ یعنی اس کے نمازی معین نہ ہوں۔

(۲) اس مسجد میں امام اور مؤذن معین نہ ہو۔

(۳) مسجد محلّہ میں غیر اہل محلّہ نے جماعت کی ہو۔

(۴) مسجد محلّہ میں اہل محلّہ نے بلا اعلان اذان، یا بلا اذان جماعت کی ہو، ان صور اربعہ میں تکرار جماعت (اگرچہ تکرار اذان واقامت کے ساتھ ہو) بالاجماع جائز؛ بلکہ افضل ہے۔

(۵) مسجد محلّہ میں اہل محلّہ نے اعلان اذان سے جماعت کی ہو اور تکرار جماعت بھی اذان سے ہو۔

(۶) صورت مذکورہ میں تکرار جماعت بلا اذان ہو اور جماعت ہیئت اولیٰ پر ہی ہو؛ یعنی عدول عن المحراب نہ کیا گیا ہو۔ یہ دونوں صورتیں بالاتفاق مکروہ تحریمی ہیں۔

(۷) مذکورہ صورت میں جماعت ثانیہ ہیئت اولیٰ پر نہ ہو؛ یعنی عدول عن المحراب کیا گیا، امام وسط مسجد میں محراب، یا محراب کی محاذات میں نہ کھڑا ہوا ہو، اس حالت میں کراہت شیخین میں مختلف فیہا ہے۔

قال فی شرح التنویر: ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة، لافی مسجد طریق أومسجد لا إمام له ولامؤذن.

قال فی ردالمحتار (قوله: (ویکره): أی تحریما لقول الکافی: لایجوزوالمجمع: لایباح وشرح الجامع الصغیر: أنه بدعة، کما فی رسالة السندی (قوله: بأذان وإقامة) عبارته فی الخزائن أجمع مما ههنا ونصها: ویکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلّٰی بهما فیه أولاغیر أهله أوأهله لٰکن بمخافتة الأذان ولوکرر أهله بدونهما أوکان مسجد طریق جاز إجماعًا، کمافی مسجد لیس له إمام ولامؤذن ویصلی الناس فوجا فوجا، فإن الأفضل أن یصلی کل فریق بأذان وإقامة علٰی حدة، کمافی أمالی قاضیخان، آه، ونحوه فی الدرر والمراد بمسجد المحلة: ماله إمام وجماعة معلومون، کما فی الدرر وغیرها وقال فی المنبع: والتقیید بالمسجد المختص بالمحلة احترازمن الشارع، وبالأذان الثانی احتراز عما إذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغیر أذان حیث یباح إجماعًا، آه، ثم قال فی الاستدلال علی الإمام الشافعی النافی

للكراهة مانصه:ولنا أنه عليه الصلٰوة والسلام"كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلٰى أهل المسجد فرجع إلٰى منزله فجمع أهله وصلٰى"،ولوجاز ذلك لما اختار الصلاة فى بيته على الجماعة فى المسجد ولأن فى الاطلاق هٰكذا تقليل الجماعة معنىً، فإنهم لايجتمعون إذا علموا أنها لا تفوتهم،وأما مسجد الشارع فالناس فيه سواء لااختصاص له بفريق دون فريق، آه،ومثله فى البدائع وغيرها ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرارفى مسجد المحلة ولو بدون أذان ويؤيده ما فى الظهيرية:لودخل جماعة المسجد بعد ماصلٰى فيه أهله يصلون وحدانًا وهوظاهرالرواية، آه،وهٰذا مخالف لحكاية الاجماع المارة وعن هٰذا ذكرالعلامة الشيخ رحمه اللّٰه السندى تلميذ المحقق ابن الهمام فى رسالته أن ما يفعله أهل الحرمين من الصلاة بأئمة متعددة وجماعات مترتبة مكروه اتفاقًا ونقل عن بعض مشايخنا إنكاره صريحًا حين حضر الموسم بمكة سنة: ٥٥١،منهم الشريف الغزنوى وذكرأنه أفتٰى بعض المالكية بعدم جواز ذلك علٰى مذهب العلماء الأربعة ونقل إنكارذلك أيضًا عن جماعة من الحنفية والشافعية والمالكية حضروا الموسم سنة: ٥٥١، آه، وأقره الرملى فى حاشية البحر؛لكن يشكل عليه أن نحو المسجد المكى أوالمدنى ليس له جماعة معلومون، فلايصدق عليه أنه مسجد محلة بل هو كمسجد شارع وقد مرأنه لاكراهة فى تكرارالجماعة فيه إجماعًا،فليتأمل هٰذا. (ردالمحتار، باب الإمامة)(۱)

وأيضًا فى ردالمحتار فى باب الأذان:وروى عن أنس رضى اللّٰه تعالٰى عنه أن أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كانوا إذا فا تتهم الجماعة فى المسجد صلوا فى المسجد فرادى، (إلٰى أن قال)وفى اٰخر شرح المنية:وعن أبى حنيفة ولوكانت الجماعة أكثرمن ثلاثة يكره التكرار وإلا فلا، وعن أبى يوسف:إذا لم تكن على الهيئة الأولٰى لا تكره،وإلا تكره وهوالصحيح، وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة،كذا فى البزازية،آه،وفى التاترخانية عن الولوالجية: وبه نأخذ.(رد المحتارباب الأذان)(۲)

شامیہ میں جو جزئیہ خزائن اور منبع سے منقول ہے،اس میں مسجد محلّہ میں تکرار جماعت بدون اذان کی اباحت بالاجماع بیان کی گئی ہے؛مگر یہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ مسجد محلّہ میں تکرار جماعت بلا اذان کی دو صورتیں ہیں:

(۱) علی الهيئة الاولیٰ

---

(۱) ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب فى تكرارالجماعة فى المسجد،: ۵۵۳/۱،دارالفكر بيروت،انيس

(۲) ردالمحتار،مطلب فى المؤذن إذا كان غيرمحتسب فى أذانه: ۳۹۵/۱،دارالفكر بيروت،انيس

(۲) علی غیر الہیئۃ الاولیٰ

صورت اولیٰ بالاتفاق مکروہ ہے؛ کیوں کہ امام ابو یوسف کے ہاں جواز تکرار کے لیے عدول عن المحراب ضروری ہے، (کما مر) علاوہ ازیں مسجد مکہ اور مسجد مدینہ میں کراہتِ تکرار پر فقہاء مذاہب اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع تحریر کیا جاچکا ہے، ان دونوں مسجدوں میں تکرار بدون اذان علی الہیۃ الاولیٰ ہوتا تھا، جیسے کہ شامیہ کی عبارت سے بھی ظاہر ہے۔شامی کا ان مساجد کو مساجد شارع میں داخل کر کے عدم جواز تکرار پر اشکال پیش فرمانا بھی بین دلیل ہے کہ مسجد محلّہ میں ایسا تکرار ہرگز جائز نہیں۔

دوسری صورت میں اختلاف ہے، امام صاحب کے ہاں مکروہ ہے، چنانچہ شامیہ نے ظہیریہ کی روایت نقل کر کے قول اجماع کو فاسد قرار دیا ہے، بہر کیف ان دوصورتوں کو بالاجماع جائز کہنا صحیح نہیں؛ بلکہ صورت اولیٰ بالاتفاق مکروہ اور صورت ثانیہ مختلف فیہا ہے۔

امام ابو یوسف کے قول ''عدول عن المحراب'' سے مراد حقیقی محراب نہیں؛ بلکہ محاذات محراب مراد ہے، اگر چہ مسجد کے صحن ہی میں ہو؛ کیوں کہ صلوٰۃ اولی کا محراب میں ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ محراب کی محاذات میں ہونا مسنون ہے، لہذا جو نماز محاذیاً للمحراب ہوگی، وہ ہیئت اولیٰ پر ہوگی، ہیئت اولیٰ کے تغیر کے لیے ضروری ہے کہ عدول عن محاذاۃ المحراب ہو۔

قال فی ردالمحتار:(قوله:(ويقف وسطًا):قال فی المعراج:وفی مبسوط بكر:السنة أن يقوم فی المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام فی أحد جانبی الصف يكره(إلٰی أن قال)قال عليه الصلاة والسلام:''توسطوا الإمام''إلخ.

وأيضًا فيها:(تنبيه)يفهم من قوله''أوإلٰی سارية''كراهة قيام الإمام فی غير المحراب(إلٰی قوله) السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف،ألاترى أن المحاريب مانصبت الأوسط المساجد وهی قد عينت لمقام الإمام،اه.(رد المحتار)(۱)

وأيضًافيها:(قوله:لأن العبرة للقدم) يكره للامام أن يقف فی غيرالمحراب إلالضرورة.(رد المحتار)(۲)

---

(۱) كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب:هل الإساءة دون الكراهة أفحش منها ومطلب فی كراهة قيام الإمام فی غيرالمحراب:۲/ ۳۱۰،دارالكتب العلمية،انيس

(۲) كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولٰی:۲/ ٤١٤،دارالكتب العلمية بيروت،انيس

مذکورہ جزئیات سے واضح ہوگیا کہ محراب سے مراد محاذاۃ محراب ہے، امام کے عین محراب میں قیام کی سنیت اور عین محراب سے عدول کی کراہت کا کوئی بھی قائل نہیں، بالاتفاق محاذاۃ محراب ہی مسنون ہے۔

غرضیکہ صور سبعہ میں سے پہلی صور اربعہ میں تکرار جماعت بالاجماع افضل ہے اور خامسہ وسادسہ میں بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے، کراہت تحریمیہ کی تصریح شامیہ کی عبارت میں تحریر ہوچکی ہے۔

صورت سابعہ؛ یعنی تکرار جماعت عدول عن محاذاۃ المحراب کی حالت میں شیخین کا اختلاف ہے اور حالت اختلاف میں تطبیق، یا ترجیح کی ضرورت ہے۔ شرح التنویر میں اصول ترجیح بایں الفاظ منقول ہیں:

واختلف فيما اختلفوا فيه والأصح كما في السراجية وغيرها: أنه يفتي بقول الإمام على الاطلاق ثم بقول الثاني(إلىٰ قوله) وصحح في الحاوي القدسي: قوة المدرك. (شرح التنوير،مطلب رسم المفتي)

لہٰذا سراجیہ کے قانون کے مطابق ظاہر ہے کہ امام صاحب کا قول مفتی بہ ہے اور اگر حاوی قدسی کے قانون پر عمل کیا جائے تو بھی امام صاحب ہی کا قول مختار ہے؛ اس لیے کہ امام صاحب کے قول کی دلائل عقلیہ ونقلیہ سے قوت ظاہر ہے۔

دلیل عقلی، شامیہ میں ہے: **ولأن في الاطلاق،الخ.**

اور ادلہ نقلیہ یہ ہیں:

(۱) **الحديث المرفوع الذي مرفي عبارة الشامية.**(۱)

(۲) **قول أنس رضي الله تعالىٰ عنه الذي نقله العلامة الشامي وفيه بيان تعامل لصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم.**(۲)

(۳) **عن أبي بكرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقبل من نواحي المدينة يريد الصلاة وقد صلوا فمال إلىٰ منزله فجمع أهله فصلى بهم.**(۳)

(۴) **عن إبراهيم النخعي قال: قال عمر رضي الله تعالىٰ عنه: لايصلى بعد صلاة مثلها.**(رواه ابن أبي شيبة)(۴)

---

(۱) أنه عليه الصلوٰة والسلام: "كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلىٰ أهل المسجد فرجع إلىٰ منزله فجمع أهله وصلىٰ". (ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب في تكرار الجماعة في المسجد،: ۵۵۳/۱،دار الفكر،انيس)

(۲) وروى عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه أن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة في المسجد صلوا في المسجد فرادى. (ردالمحتار،مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه: ۳۹۵/۱،انيس)

(۳) قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبيروالأوسط ورجاله ثقات. (مجمع الزوائد،باب فيمن تحصل بهم فضيلة الجماعة: ۴۵/۲،مكتبة القدسي القاهرة،انيس

(۴) مصنف ابن أبي شيبة،من كره أن يصلى بعد الصلاة مثلها (ح:۵۹۹۷)انيس

(۵) عن خرشة بن الحر أن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه كان يكره أن يصلی بعد صلاة الجمعة مثلها. (رواه الطحاوی بسند صحيح)(۱)

مندرجہ ذیل دو روایتیں بظاہر امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف نظر آتی ہیں۔

(۱) عن أبی سعيد رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: جاء رجل وقد صلٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فقال: أيكم يتجر علٰی هٰذا فقام رجل فصلی معه. (رواه الترمذی)(۲)

(۲) عن أنس رضی اللّٰه تعالٰی عنه تعليقًا وأبی يعلٰی موصولا أنه جاء أنس رضی اللّٰه تعالٰی عنه إلٰی مسجد قد صلٰی فيه فأذن وأقام وصلٰی جماعة. (رواه البخاری)(۳)

ان آثار کا جواب تابع الآثار حاشیہ طحاوی میں اس طرح مذکور ہے:

وما ورد من قوله عليه السلام: "من يتصدق" لايدل علٰی جواز التكرار المتكلم فيه وهو اقتداء المفترض بالمفترض إذا الثابت به اقتداء المتنفل بالمفترض ولايحكم بكراهية بل ورد فی جوازه حديث آخر من قوله عليه السلام: إذا صليتما فی رحالكما ثم أتيتما صلاة قوم فصليا معهم واجعلا صلاتكما معهم سبحة، كما هو ظاهر وماروی البخاری تعليقًا عن أنس رضی اللّٰه تعالٰی عنه محمول علٰی مسجد الطريق أو نحوه لما نقل فيه أنه رضی اللّٰه عنه أذن وأقام وهو مكروه عند العامة، آه. (تابع الآثار)

قلت: ويحمل علٰی مسجد الطريق أيضًا لئلا يخالف قوله لما نقله الشامی من حكاية تعامل الصحابة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم. (۴)

غرضیکہ دلائل کے لحاظ سے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول قوی ترین ہے، علاوہ ازیں الترجیح للمحرم کے اصول پر بھی امام ہی کا قول راجح ہے، پس اصول ترجیح میں ہر حیثیت سے حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا قول مفتی بہ ومختار ہے۔

صورة التطبيق

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کراہت تحریمیہ کے نافی ہیں اور حضرت امام کراہت تنزیہیہ کے مثبت ہیں، اس پر دلیل یہ

(۱) شرح معانی الآثار، باب التطوع بعد الجمعة كيف هو (ح: ۱۹۸۱) انيس

(۲) سنن الترمذی، كتاب الصلاة، باب ماجاء فی الجماعة فی مسجد قد صلٰی فيه مرة (ح: ۲۲۰) ص: ۵۷، بيت الأفكار / مسند أبی يعلی الموصلی، من مسند أبی سعيد الخدری (ح: ۱۰۵۷) انيس

(۳) صحيح البخاری، باب فضل صلاة الجماعة، ص: ۱۳۹، بيت الأفكار / مسند أبی يعلی الموصلی، سعيد بن سنان عن أنس بن مالک (ح: ۴۳۵۵) انيس

(۴) وروی عن أنس رضی اللّٰه تعالٰی عنه أن أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادی. (ردالمحتار، مطلب فی المؤذن إذا كان غير محتسب فی أذانه: ۱/ ۳۹۵، انيس)

ہے کہ شامیہ میں صورت خامسہ کو مکروہ تحریمی کہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جن صورتوں میں کراہت کی نفی کی ہے، ان میں کراہت تحریمیہ کی نفی ہے، **لـلـتقابل الظاهر** ، نیز مطلق کراہت سے مراد تحریمیہ ہوتی ہے، **كـمـا هو مصرح في كتـب الـمـذهـب**، تو عند النفی بھی اسی تحریمیہ کی نفی ثابت ہوگی، بعدہ کراہت تنزیہیہ کی نفی کے لیے کسی مستقل دلیل کی ضرورت ہے، پہلی چار صورتوں میں افضلیت تکرار کی تصریح کراہت تنزیہیہ کے عدم پر دلیل ہے، کراہت کی نفی سے کراہت تحریمیہ منتفی ہوگئی اور دلیل افضلیت سے کراہت تنزیہیہ منتفی ہوگئی اور استحباب ثابت ہوگیا، اس کے برعکس صورت سابعہ میں کراہت تحریمیہ کا انتفا ہے اور تنزیہیہ کی نفی پر کوئی دلیل نہیں؛ بلکہ ظہیریہ سے منقول ظاہر الروایہ میں کراہت کا ثبوت ہے، لہٰذا کراہت تحریمہ کا انتفا اور تنزیہیہ کا ثبوت ظاہر ہے تو معلوم ہوا کہ امام صاحب کے اثبات اور امام ابو یوسف کی نفی میں کوئی تعارض نہیں، اس صورت میں خزائن اور منبع سے منقول اجماع کی تغلیط کی بھی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ مطلق (بدون اذان) کو مقید (**على غير الهيئة الأولى**) پر محمول کیا جائے گا اور "**جاز إجماعا**" اور "**يبـاح إجمـاعـا**" سے مراد جواز واباحت مع کراہۃ التنزیہیہ ہے، کراہت تحریمیہ کی نفی مقصود ہے، جواز واباحت کا اطلاق کراہت تنزیہیہ پر ہوتا رہتا ہے۔

قـال فـي ردالـمـحتار: وقد يقال: أطلق الجائز وأراد به ما يعم المكروه، ففي الحلية عن أصول ابـن حـاجـب أنـه قـد يـطـلـق ويراد به مالايمتنع شرعًا وهويشمل المباح والمكروه والمندوب والـواجـب، آه، لٰكـن الـظـاهر أن المراد المكروه تنزيهًا؛ لأن المكروه تحريمًا ممتنع شرعًا منعا لازمًا. (رد المحتار) (۱)

وفي شرح التنوير: (ويجوز) بلاكراهة إذان صبي مراهق وعبد.

وفـي ردالمحتار: (قوله: بلاكراهة) أي تحريمية، لأن التنزيهية ثابتة لما في البحر عن الخلاصة أن غيرهم أولٰى منهم. (رد المحتار) (۲)

مذکورہ بالا تقریر سے معلوم ہوا کہ صورت سادسہ میں بھی کراہت تحریمیہ ہے، امام ابو یوسف کا خاص صورت سابعہ یعنی علی غیر الہئیۃ الاولی میں کراہت تحریمیہ کی نفی کرنا اس پر بین دلیل ہے کہ صورت سادسہ؛ یعنی بدون اذان علی الہیئۃ الاولیٰ بالاتفاق صورت خامسہ کی طرح مکروہ تحریمیہ ہے۔

بالفرض اگر اباحت کو نفی متبادر پر محمول کر کے امام ابو یوسف کے ہاں عدم کراہت تنزیہیہ کا قول تسلیم کر لیا جائے تو

---

(۱) كتـاب الطهارة، سنن الوضوء، مطلب: قد يطلق الجائز علٰى ما لايمتنع شرعاً فيشتمل المكروه: ۲۴۲/۱، دار الكتب العلمية، بيروت، انيس

(۲) كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق: ۵۹/۲، دار الكتب العلمية، انيس

بھی تکرار کا ندب اور استحباب چوں کہ نہ کسی دلیل سے ثابت ہے اور نہ ہی امام ابو یوسف سے منقول ہے، لہٰذا نفی کراہت سے اثبات ثواب لازم نہ ہوگا۔

قال فی ردالمحتار فی بیان کراهة الاقتداء فی النفل علٰی سبیل التداعی: و یمکن أن یقال: الظاهر أن الجماعة فیه غیر مستحبة، ثم إن کان ذلک أحیانًا کما فعل عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه کان مباحا غیر مکروه (إلٰی قوله) فإن نفی السنیة لایستلزم الکراهة، إلخ. (رد المحتار)(۱)

غرضیکہ تکرار میں امام ابو یوسف کے ہاں کوئی ثواب نہیں اور امام کے نزدیک کراہت ہے اور ترک میں امام کے ہاں ثواب ہے اور امام ابو یوسف کے ہاں کوئی نقصان نہیں، حتیٰ کہ حرمان عن الثواب بھی نہیں، اس لحاظ سے بھی ترک تکرار ہی اولیٰ ہوا؛ کیوں کہ تکرار میں فائدہ کا کوئی ثبوت نہیں؛ بلکہ کراہت کا احتمال ہے اور ترک تکرار میں کوئی نقصان نہیں؛ بلکہ ثواب کی امید ہے، یہ کل تحقیق فی نفسہ ہے، ورنہ مفاسد خارجیہ کے پیش نظر تکرار کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی، اگر امام ابو یوسف کے سامنے یہ مفاسد پیش ہوتے تو ہرگز جواز کا قول نہ فرماتے۔ **(هٰکذا أفاد حکیم الأمة قدس سره العزیز)**

انقلاب زمانہ:

شریعت کا حکم یہ ہے کہ مساجد میں جماعت قائم کی جائے، بدون عذر غیر مسجد میں جماعت کرنا بالخصوص اس کی عادت بنالینا مکروہ اور بدعت ہے، قرون خیر میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، چلنے سے عاجز مریض کے علاوہ صرف ایسے لوگ مسجد کی جماعت سے پیچھے رہتے تھے، جن کا نفاق معروف و مشہور ہوتا تھا۔

قال عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنه: لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلاة إلامنافق قد علم نفاقه أو مریض إن کان المریض لیمشی بین رجلین حتٰی یأتی الصلاة وقال: أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علمنا سنن الهدی وإن من سنن الهدٰی الصلٰوة فی المسجد الذی یؤذن فیه. (رواه مسلم)(۲)

وعن أبی هریرة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه، أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقد ناسًا فی بعض الصلوات فقال: لقد هممت أن اٰمر رجلاً یصلی بالناس، ثم أخالف إلٰی رجال یتخلفون عنها، فأمر بهم فیحرقوا علیهم بحزم، الحطب، بیوتهم. {الحدیث} (رواه مسلم)(۳)

(۱) کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علٰی سبیل التداعی وفی صلاة الرغائب: ۲/ ۵۰۰، دارالکتب العلمیة، بیروت، انیس

(۲) صحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدٰی (ح: ٦٥٤) ص: ٢٥٧، بیت الأفکار، انیس

(۳) صحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة، وبیان التشدید فی التخلف عنها (ح: ٦٥١) ص: ٢٥٦، بیت الأفکار، انیس

البتہ کسی عذر سے مسجد کی جماعت فوت ہوجائے تو گھر میں جماعت کی جائے، جیسا کہ مضمون بالا میں متعدد احادیث اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے تعامل سے ثابت ہوا۔(۱)

مگر انقلاب زمانہ دیکھئے کہ بدون عذر گھروں پر جماعت کا عام دستور ہو رہا ہے۔ علما، صلحا، مقتدا و مرجع عوام وخواص بھی اس بدعت میں مبتلا ہیں، جن کا عمل دوسروں کے لیے بھی مشعل راہ ہے اور دوسری جانب مساجد میں جماعت ثانیہ کا عام رواج ہوگیا ہے، جس میں مندرجہ ذیل قبائح ہیں:

(۱)　حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق سے مخالفت۔

(۲)　جماعت کی تقلیل وتہاون۔

(۳)　جماعت اصلیہ کے ساتھ شرکت میں تکاسل اور اس کی عادت پڑ جانے کا سبب۔

(۴)　جماعت سے تخلف کے گناہ کا اظہار۔

(۵)　افتراق کی صورت اور اس کا سبب۔

غرضیکہ دور بدعت کی ستم ظریفی ہے کہ حکم شرع کے بالکل برعکس مسجد کی جماعت گھروں میں ہونے لگی اور گھروں کی جماعت مسجد میں۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اتباع سنت و اجتناب بدعات کی توفیق عطا فرمائیں۔ **فقط واللّٰہ المستعان ولاحول ولاقوۃ إلا بہ.**

رشید احمد، ۲۳؍ ربیع الآخر ۱۳۷۳ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۳۲۲-۳۲۸)

☆ ☆ ☆

---

(۱)　تفصیل کے لیے دیکھئے! ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، : ۱/ ۵۵۳/ ردالمحتار، مطلب فی المؤذن إذا کان غیر محتسب فی أذانه: ۱/ ۳۹۵، دار الفکر/ مجمع الزوائد، باب فیمن تحصل بهم فضیلة الجماعة: ۲/ ۴۵، مکتبة القدسی القاهرة/ مصنف ابن أبی شیبة، من کره أن یصلی بعد الصلاة مثلها (ح: ۵۹۹۷) انیس

ایک جماعت کے وقت دوسری جماعت کا حکم

ایک وقت میں ایک مسجد میں دو جماعتیں سخت مکروہ ہیں:

سوال: کچھ مسلمانوں نے زید کو امام بنایا اور کچھ دوسرے مسلمانوں نے عمرو کو اور ایک فریق دوسرے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا ہے تو ایسی حالت میں ان دونوں فریق کو ایک وقت میں ایک ہی مسجد میں ایک ہی ساتھ جماعت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور دونوں کی نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

فرض نماز کا دونوں سے ادا ہو جاتا ہے؛ مگر دونوں فریق مرتکب کراہت ہیں؛ کیوں کہ تفریق جماعت سخت مکروہ ہے۔ واللہ اعلم

(بدست خاص، ص:۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۶۔۱۶۷)

ایک جماعت کے وقت دوسری جماعت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: مسجد میں جب کہ جماعت اہل حدیث کی ہو رہی ہو اور نماز بھی جہری، اس وقت حنفیوں کو دوسری جماعت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

غیر مقلد کو امام نہ بنانا چاہیے اور اگر ہو گیا تو نماز اس کے پیچھے صحیح ہے؛ مگر احتمال کراہت وفساد ہے،(۱) علاحدہ جماعت اسی مسجد میں نہ کرنی چاہیے، اگر علاحدہ جماعت کرے تو دوسری جگہ کرے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵۳/۳۔۵۴)

(۱) وحاصله: إن كان هوىً لايكفر صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الكراهة وإلا فلا،هكذا فى التبيين والخلاصة، وهو الصحيح،هكذا في البدائع.(الفتاوىٰ الهندية،باب الإمامة: ۸۳/۱،انیس)

(۲) دراصل امام متعین کی جماعت کا اعتبار ہے۔

"ولو صلى بعض أهل المسجد بإقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والإمام وبقية الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للأولىٰ،كذا فى المضمرات.(الفتاوىٰ الهندية مصرى، الباب الثانى فى الأذان: ۵۱/۱) (الفصل الأول فى صفة أوحوال المؤذن،انیس)

جماعت ہوتے ہوئے دوسری جماعت کرنا کیسا ہے:

سوال: بکر مسجد میں پہنچا جب کہ مغرب کی جماعت ہورہی تھی، بکر ایک آدمی کو لے کر الگ نماز مغرب بآواز بلند شروع کی، لوگوں نے بکر سے دریافت کیا تو جواب دیا کہ اس امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی؛ کیوں کہ یہ جمعہ کے روز فاتحہ نہیں دیتا، اس شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں بکر سخت گنہگار اور قصور وار فاسق اور تفرقہ انداز ہے، جو مخالفت جماعت کی کرتا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۵۷)

جماعت ہوتے وقت دوسری جماعت کی سعی:

سوال (۱) ایک شخص مسمی زید نے باوجود جماعت ختم نہ ہونے کے تکبیر کہہ کر جماعت ثانیہ کرائی اور یہ جماعت صرف اس غرض سے کرائی کہ جماعت اولیٰ کا امام غیر مقلد تھا؛ یعنی اہل حدیث اس مسجد میں امام ہے، جب نماز ختم ہوئی تو امام غیر مقلد نے مقتدی جماعت ثانی سے کہا کہ تم نماز کا اعادہ کرو؛ کیوں کہ تمہاری نماز اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ حدیث شریف میں آیا ہے: " إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا التی أقيمت".(۲)

اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں حدیث شریف موصوف سے اس نماز کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے، یا نہیں؟ جو جماعت اولیٰ کے ختم ہونے سے پہلے شروع کی گئی ہو، اگر ثابت ہے تو اعادہ با جماعت چاہیے، یا بلا جماعت چاہیے؟ اور اگر نہیں ثابت ہے تو ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعت بیک وقت کے ناجائز ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جماعت کے وقت دوسری جماعت والوں کی نماز ہوئی، یا نہیں:

(۲) مذکورہ بالا صورت میں حدیث مذکور سے قطع نظر کر کے خاص حنفی مذہب کی رو سے وہ نماز ہوئی، یا نہیں؟ جو جماعت اولیٰ کے ختم ہونے سے پہلے شروع کی گئی ہے، اگر ہوگئی تو با کراہت تحریمی، یا تنزیہی؟

ذاتی رنجش، تفریق جماعت کے لیے ترکِ اقتدا کا حکم:

(۳) سوال یہ ہے (الف) کہ باوجود قسم شرعی کھانے کے ذاتی رنجش کی وجہ سے زید کا اقتدا ترک کرنا (ب)

(۱) ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرة.(الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۱۸، ظفير)

(۲) شرح معاني الآثار، باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلاة (ح:۲۱۸۶)انيس

تفریق جماعت کی کوشش کرنی (ج) جماعتِ اولیٰ میں شریک نہ ہوکر اس کے ختم ہونے سے پہلے دوسری جماعت شروع کر دینی حنفی مذہب کی رو سے جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

(۱-۲) حدیث شریف کے الفاظ جو مسلم شریف میں مروی ہیں یہ ہیں:

"إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلاالمكتوبة". (۲)

اس حدیث سے ممانعت اس امر کی ثابت ہے کہ جس وقت تکبیر نماز کی ہو جاوے اور جماعت شروع ہو جاوے تو اس جماعت میں شریک ہو جانا چاہئے، سنت نفل وغیرہ کچھ نہ پڑھنا چاہیے؛ مگر دیگر احادیث کی وجہ سے سنت فجر کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے مستثنیٰ فرمایا ہے، اس بحث کی اس وقت لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بہر حال اس حدیث سے بطلان دوسری نماز کا معلوم نہیں ہوتا، اس حدیث کا حاصل صرف یہ ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جاوے دوسری نماز نہ پڑھو، نہ یہ کہ دوسری نماز باطل ہوگی، یہ مفہوم اس حدیث کا نہیں ہے، یہ امام غیر مقلد کی غلطی ہے کہ دوسری نماز کے بطلان کا حکم کیا، بلکہ اس کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ جماعت کے ہوتے ہوئے دوسری جماعت نہ کرنی چاہیے تھی، یہ فعل بُرا ہوا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ الغرض اعادہ اس نماز کا ضروری نہ تھا، غیر مقلد کو امام نہ بنایا جاوے؛ کیوں کہ غیر مقلد ایسی ہی خطا احادیث میں کیا کرتے ہیں اور ناواقفیت سے غلط مسائل بتلاتے ہیں اور ان کے عقائد میں فساد ہوتا ہے اس وجہ سے غیر مقلد کو امام نہ بنانا چاہیے اور اس سے بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ تعجب ہے کہ غیر مقلدین تقلید کو شرک اور حنفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور پھر حنفیہ انہی کو اپنی نماز کا امام بناویں، چوں کہ صورتِ مسئولہ میں امام غیر مقلد کی نسبت سوال ہے؛ اس لیے سوال نمبر:۳ کے مضامین کا جواب ترک کر دیا گیا کہ جب امامت غیر مقلد کی درست نہیں ہے اور اس کو معزول کر دینا ضروری ہے تو اس کے متعلق زید کے ترک کے اقتدا سے بحث نہ کی گئی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۷۴-۷۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۳/۱۳۶)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إذا أقيمت الصلاة، فلاصلاة إلا المكتوبة. {رواه مسلم}(مشكوة، باب الجماعة، ص: ۹۶، ظفير)(كتاب الصلاة، باب الجماعة و فضلها، الفصل الأول (ح:۱۰۵۸) ص:۳۳۳، المكتب الإسلامي)/الصحيح لمسلم، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المكتوبة (ح:۷۱۰)/ سنن ابن ماجة، باب ماجاء إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة (ح:۱۱۵۱)/سنن أبي داؤد، باب إذا أدرک الإمام ولم يصلي ركعتي الفجر (ح:۱۲۶۶)/سنن الترمذي، باب ماجاء إذا أقيمت الصلاة فلاصلاة إلا المكتوبة (ح:۴۲۱)/سنن النسائي، باب ما يكره من الصلاة عند الإقامة (ح: ۸۶۵)/مسند أبي يعلى الموصلي، مسند أبي هريرة (ح:۶۳۸۰)انيس)

بوقت تراویح فرض کی جماعت کرنا:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۳۲ء)

رمضان شریف میں تراویح کی جماعت ہورہی ہے، دوسری صف میں چار پانچ نمازیوں نے آکر فرض کی جماعت شروع کردی، آیا دونوں جماعتوں کی نماز ہوگئی؟

الجواب

دونوں کی نماز تو ہوگئی؛ مگر ایسا کرنا مکروہ ہے، دونوں جماعتیں علاحدہ علاحدہ ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر ہونی چاہیے تھیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۱۴۸/۳)

☆ ☆ ☆

(۱) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۳/۳، ط، مکتبہ امدادیہ ملتان، واحسن الفتاویٰ: ۵۲۶/۳، ط: سعید کمپنی

امام وموذن متعین نہ ہوں، وہاں جماعت ثانیہ

جماعت ثانیہ کے جواز کے لیے امام ومؤذن کے عدم تعیین کی شرط اوراس کی حیثیت:

سوال: یہ جوفقہا نے فرمایاہے کہ جماعت ثانی مسجد قارعۃ الطریق میں جائز ہےاوراس کی یہ تعریف کی ہے کہ جہاں امام ومؤذن معین نہ ہوں،اس تعریف کی بناپرآج کل اکثر جگہ کوئی مسجد ایسی نہ نکلے گی کہ جہاں کوئی امام ومؤذن معین نہیں ہوتے،لہٰذا جماعت ثانی جائز ہی نہ ہوگی اوراکثر دیہات میں امام ومؤذن متعین نہیں ہوتے تواس تعریف سے لازم آتاہے کہ وہاں ہرمسجد میں جماعت ثانی جائز ہو،مجھ کو یہ شبہ ہے کہ یہ تعریف ویسی تعریف تونہیں ہے،جیسی مصر کی تعریف ہے،اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے فقہا نے تعریف کردی؟

الجواب

یہ قاعدہ کلیہ فقہا کا ہے کہ جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر ہوں، وہاں جماعت ثانیہ مکروہ ہے،خواہ وہ شہر کی مساجد ہوں، یادیہات کی،پس اشکال کچھ نہیں،اسی قاعدہ کے موافق عمل کیاجاوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۴۵-۴۶)

---

(۱) ویکره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لافي مسجد طريق أومسجد لا إمام له ولا مؤذن.(الدرالمختار)

قوله:(يكره)أى تحريماً لقول الكافي:لا يجوز و المجمع:لايباح،وشرح الجامع الصغير:أنه بدعة،كما في رسالة السندي (قوله:(بأذان،إلخ)عبارته في الخزائن أجمع مما هُنا و نصها:يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة،إلا إذا صلى بهما فيه أولاً غيرأهله أوأهله،بمخافتة الأذان،ولو كرر أهله بدونها أو كان مسجد طريق جازإجماعاً،كما في مسجد ليس له إمام ولامؤذن ويصلي الناس فيه فوجاً،إلخ، والمراد بمسجد المحلة:ماله إمام وجماعة معلومون،إلخ، ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرارفي مسجد المحلة ولوبدون أذان.(ردالمحتار، باب الإمامة،مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۱/۵۱۶)

إلافي مسجد علىٰ طريق فلا بأس بذلك.(الدرالمختار)

هو ما ليس له إمام ومؤذن راتب.(ردالمحتار،باب الأذن: ۱/ ۳۶۷،ظفير)(مطلب في المؤذن إذا كان غيرمحتسب في أذانه،انيس)

(قوله:ولا تكررفي مسجد محلة)قيد به لما قال القدوري:لا بأس بها في مسجد في قارعة الطريق. ==

جہاں امام ومؤذن متعین نہ ہو جماعتِ ثانیہ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: یہاں کی مساجد میں عموماً نہ تو اوقات جماعت نماز متعین ہیں، نہ امام ومؤذن، صرف مغرب کے وقت کچھ آدمی آجاتے ہیں تو ان مساجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ——————

ایسی مسجد میں جس میں امام ومؤذن و جماعت معین نہ ہو، جماعت ثانیہ جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱/۳)

جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر نہ ہوں، اس میں دوسری جماعت کا حکم:

سوال: کیا جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر نہ ہوں، اس میں جماعت ثانیہ جائز ہے؟

الجواب —————— وباللّٰہ التوفیق

جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر نہ ہوں، وہاں حنفیوں کے نزدیک تکرار جماعت بلا کراہت جائز ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۴۷/۲)

جس مسجد میں امام مقرر ہو، وہاں جماعت ثانیہ کا حکم:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۶/نومبر ۱۹۲۷ء)

سوال: مسجد میں امام مقرر ہے پنجوقتہ نماز ہوتی ہے، اس میں جماعت ثانی کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب ——————

ایسی مسجد میں جماعت ثانی مکروہ ہے۔(۳) (کفایت المفتی: ۱۴۶/۳)

== وفی أمالی قاضی خان: مسجد لیس له إمام ولا مؤذن ویصلی الناس فوجا فوجا فالأفضل أن یصلی کل فریق بأذان وإقامة علی حدة، آه. (درر الحکام شرح غرر الأحکام، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۸۵/۱، دار إحیاء الکتب العربیة بیروت/ والبنایة شرح الهدایة، حکم صلاة الجماعة: ۳۲۵/۲، دار الکتب العلمیة بیروت/ کذا فی البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاة، صفة الإمامة فی الصلاة: ۳۶۷/۱، دار الکتاب الإسلامی بیروت/ الفتاویٰ الهندیة، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة: ۵۵/۱، دار الفکر بیروت، انیس)

(۱-۳) ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۵۱۶/۱، ظفیر) ==

جس مسجد میں باضابطہ امام ومؤذن وجماعت کا انتظام ہو، اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے:

سوال: محلّہ کی مسجد میں امام نہیں ہے؛ لیکن اس کے قریب چھوٹا سا بازار بھی ہے اور بازار کی سڑک بھی مسجد کے دس بارہ ہاتھ کے فاصلے پر ہے، آیا اس مسجد میں دوسری جماعت بلا کراہت جائز ہے، یا نہیں؟ اگر مکروہ ہو تو جماعت بہتر ہے، یا الگ الگ؟

(المستفتی: ۱۳۴۹، محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ، ۱۰/فروری ۱۹۳۷ء)

الجواب

جس مسجد میں جماعت کا انتظام ہو اور نماز کا وقت معین ہو اور امام بھی مقرر ہو اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، بازار کے قریب ہونے نہ ہونے سے اس حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۴۹/۳)

مسجد جہاں امام ومؤذن مقرر ہو، جماعتِ ثانیہ کا حکم:

سوال: ہمارے اطراف میں اکثر جماعت کے ساتھ نماز پنج وقتی بعض جگہوں میں پڑھی جاتی ہے اور بلا تنخواہ کے امام بھی امامت کے لیے نامزد رہتے ہیں، گو مؤذن کئی ایک ہوا کرتے ہیں تو آیا جماعتِ اُولیٰ کے بعد ایسی جگہوں میں جماعتِ ثانیہ حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، تحریمی، یا صرف مکروہ، یا کچھ بھی نہیں؟

الجواب

قال في الشامية: يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان(۲) وإقامة، إلا إذا صلى بهما فيه أو لاغير أهله أو أهله لكن بمخافتة الأذان ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعا كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن و يصلي الناس فيه فوجًا فوجًا فإن الأفضل أن يصلي كل فريق بأذان وإقامة على حدة كما في أمالي قاضي خان، آه. (۵۷۷/۱)

== وفي ردالمحتار: "ومقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد محلة ولو بدون أذان، ويؤيده ما في الظهيرية: "لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه أهله يصلون وحداناً ...وعن أبي يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولى لاتكره، وإلا تكره، وهو الصحيح، وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، إلخ. (باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد: ۵۵۲/۱، ط: سعيد)

(۱) الدر المختار: باب الإمامة: ۵۵۲/۱، ط: سعيد

(۲) صفته أو حال عن مسجد أي مسجد محلة يؤذن فيه ويقام، ظفير

وفیه (۵۷۸/۱): وقدّمنا فی باب الأذان عن أخرشرح المنیة عن أبی یوسف أنه إذا لم تکن الجماعة علی الهیئة الأولیٰ لا تکره وإلا تکره، وهو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الهیئة، کذافی البزازیة، انتهی وفی التاتارخانیة عن الولوالجیة وبه نأخذ، آه. (۱)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بصورتِ مذکورہ مسجد محلّہ، جس میں امام ومؤذن مقرر ہیں، جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے؛ مگر بتغییرِ ہیئت امام ابو یوسفؒ کے قول پر گنجائش ہے؛ لیکن ہمارے مشائخ نے انتظامِ عوام کے لیے اس پر فتویٰ نہیں دیا؛ بلکہ مسجدِ محلّہ میں جہاں امام ومؤذن مقرر ہوں، مطلقاً کراہت کا فتویٰ دیا ہے۔

قلت: وهو الذی یمیل إلیه القلب لقوة دلیله فإن علة الکراهة وهی مظنة التهاون موجودة بعد تغییر الهیئة أیضاً واللّٰه أعلم

ظفر، ۲۲؍ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ (امدادالاحکام: ۱۱۱/۳)

☆ ☆ ☆

---

(۳)　کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس

جس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے

جو مسجد شاہراہِ عام پر ہو، اس میں جماعت ثانی جائز ہے:

سوال: جس مسجد میں دوسری جماعت کرنی جائز ہے، وہاں اس جگہ کو بھی بدلے جہاں جماعت ہوئی ہے، یا نہیں اور تکبیر بھی دوسری کہے، یا نہیں؟

الجواب

جو مسجد شاہراہ پر ہے، وہاں اذان و جماعت ثانی اس جگہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص: ۶۰) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۶)

مسجد قارعۃ الطریق کی تشریح:

سوال: جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے اور مسجد قارعۃ الطریق سے کیا مراد ہے؟

الجواب

مسجد قارعۃ الطریق سے مراد یہ ہے کہ اس میں امام و مؤذن مقرر نہ ہوں، جس مسجد میں امام و مؤذن مقرر نہ ہوں اس میں جماعت ثانیہ جائز ہے، مکروہ نہیں ہے اور مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۴/۳)

تکرار جماعت در مسجد شارع عام:

سوال: یہاں بازار میں ایک مسجد ہے، جس میں جمعہ ہوتا ہے اور جماعت کا بھی معقول انتظام ہے؛ یعنی امام و نائب امام اور مؤذن تنخواہ دار مقرر ہیں، ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بعض عبارتوں سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ (۲)

---

(۱) قال الشامي: ومقتضی هذا الاستدلال كراهة التكرار ولو بدون أذان، إلخ. (ردالمحتار: ۵۱۶/۱، جميل) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) حضرت مجیب قدس سرہ نے مسئولہ ''بازار کی مسجد'' کو شارع (سڑک) اور طریق (راہ) ==

فی الدر المختار: ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن. (۱)

فی ردالمحتار: ولو کرر أهله بدونهما أو کان مسجد طریق جاز إجماعًا کما فی مسجد لیس له إمام ولا مؤذن،إلخ. وفیه: والتقیید بالمسجد المختص بالمحلة احتراز من الشارع،إلخ.

وفیه: وأما مسجد الشارع فالناس فیه سواء لااختصاص له بفریق دون فریق،آه،و مثله فی البدائع وغیرها ومقتضی هٰذا الاستدلال کراهة التکرار فی مسجد المحلة ولو بدون أذان ویؤیده ما فی الظهیریة: لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلّٰی فیه أهله یصلون وحدانًا وهو ظاهر الروایة،آه، وهٰذا مخالف لحکایة الإجماع المارة،آه.

قال الناقل: ولم یتعرض الشامی لمسجد الطریق فبقی حکم المذکور سالما عن الخلاف.

وفیه: لٰکن یشکل علیه أن نحو المسجد المکی أو المدنی لیس له جماعة معلومون فلا یصدق علیه أنه مسجد محلة،بل هو کمسجد شارع وقد مر أنه لا کراهة فی تکرار الجماعة فیه

== کی مسجد قرار دے کر جواب دیا ہے؛ لیکن اظہر یہ ہے کہ وہ ''مسجد محلّہ'' ہے اور اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، (جیسا کہ سوال نمبر: ۲۸۵ کے جواب میں مفصل بحث گزری ہے۔) تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ''جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہوں اور جماعت کا وقت معین اور لوگوں کو معلوم ہو، اس مسجد کو محلے کی مسجد کہتے ہیں۔ (شامی) اگر امام اور مؤذن مقرر نہ ہو، یا جماعت کا وقت معین اور معلوم نہ ہو تو وہ رہ گذر کی مسجد ہے، محلے کی نہیں، آہ۔ (علم الفقہ: ۹۰/۲ درحاشیہ)

اور کفایت المفتی: ۱۰۵/۳ میں ہے: ''حنفیہ کے نزدیک ایسی مسجد میں جس میں پنجوقتہ منظّم طریقہ پر جماعت سے نماز ہوتی ہے، پہلی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت مکروہ ہے اور مسئولہ ''بازار کی مسجد'' میں امام ومؤذن مقرر ہیں، جماعت کا معقول انتظام ہے؛ یعنی نماز کے اوقات معین ہیں اور لوگوں کو معلوم ہیں، پس وہ محلّہ کی مسجد ہے۔

اور محلّہ کی مسجد ہونے کے لیے ''جماعت معلومہ'' (معین نمازی) ہونا ضروری نہیں ہے، چنانچہ شیخ سندھی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ علامہ ابن ہمام) نے حرمین شریفین کی مسجدوں میں تکرار جماعت کو مکروہ فرمایا، علامہ شریف غزنوی حنفی نے بھی نکیر فرمائی، بعض مالکیہ نے تو ائمہ اربعہ کے مذہب پر اجماعاً عدم جواز کا فتویٰ دیا، علامہ خیر الدین رملی نے بھی البحر الرائق کے حاشیہ میں کراہت کو تسلیم کیا ہے، حالاں کہ حرمین کی مسجدوں میں جماعت معلومہ نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ ان تمام حضرات کے نزدیک مسجد محلّہ ہونے کے لیے ''جماعت معلومہ'' کی شرط نہیں ہے، لہٰذا علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا مسجد محلّہ ہونے کے لیے جماعت معلومہ ہونا شرط قرار دے کر مذکور تمام فقہا پر استدارک فرمانا صحیح نہیں ہے۔

علاوہ بریں آج کل جو بازاروں میں مساجد ہوتی ہیں ان میں تین طرح کے نمازی ہوتے ہیں، ایک وہ تاجر جن کی اس مسجد کے قرب وجوار میں دوکانیں ہیں، دوسرے مسجد کے قرب وجوار میں بسنے والے مسلمان، تیسرے وہ لوگ جو بازار میں اپنی کسی ضرورت سے آئے ہوئے ہیں، پہلی قسم کے لوگ اگرچہ رات کو دوکان بند کر کے گھر چلے جاتے ہیں؛ لیکن دن کی تمام نمازیں اسی مسجد میں ادا کرتے ہیں اور دوسری قسم کے لوگ تو تمام نمازیں اسی مسجد میں ادا کرتے ہیں، لہٰذا ''بازار کی مسجد'' کے لیے بھی جماعت معلومہ ہوگئی، تیسری قسم کے کچھ لوگوں کے شریک ہونے کی وجہ سے وہ مسجد طریق اور مسجد شارع نہیں بنے گی، جیسا کہ حرمین کی مسجدیں۔ واللہ سبحانہ اعلم (سعید احمد)

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد: ۵۵۲/۱-۵۵۳، انیس

إجماعاً،آه.(۱/ ۵۷۷-۵۷۸)(۱)

قال الناقل: بنٰى الشامي الجواب علٰى كونهما مسجد شارع مع أن لهما إماماً ومؤذنًا معينًاوالله أعلم

۲۳/رجب۱۳۳۳ھ(تتمہ ثالثہ،ص:۵٦)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۳۷۴-۳۷٦)☆

جامع مسجد میں نماز کے بعد دوسری جماعت:

سوال: جامع مسجد میں جہری نماز کے ختم کے بعدلوگ سنتیں پڑھ رہے تھے،اس وقت کچھ لوگوں نے آ کر جماعت ثانیہ شروع کردی اورقرأت بھی بالجہر کی،ایسی حالت میں جماعت ثانیہ جائز ہے،یانہیں؟اورعموماً مساجد میں جماعت ثانیہ کا کیاحکم ہے؟

(المستفتی:۹۷۵،مولوی عبدالخالق(میرٹھ)۱۳/ربیع الاول۱۳۵۵ھ،۴/جون۱۹۳٦ء)

---

(۱) کتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،انیس

☆ **سڑک پرواقع مسجد میں دوبارہ جماعت:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد بازاروشارع عام وغیرآبادی وغیرہ کے سواآبادی کی مسجد جیسے محلّہ کی مسجد، یاجامع مسجد میں جماعت ثانیہ کاہونا کیسے ہے؟

الجواب

اختلاف ہے۔(یہ اختلاف اوراس میں تطبیق سوال''جماعت ثانیہ کے سلسلہ میں واردحدیث کامفہوم:امدادالفتاویٰ جدید:۱/۳۷۰-۳۷۱'' کے جواب میں بیان ہوئی ہے۔سعیداحمد پالنپوری)۱۳۳۸ھ(حوادث خامس،ص:۳٦)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۳۷٦)

چھوٹی مسجد میں دوبارہ جماعت:

سوال: ایک چھوٹی سی مسجد ہے،جب ایک مرتبہ جماعت ہوچکی تواسی مسجد میں دوبارہ ہوسکتی ہے،یانہیں؟

(المستفتی:۱۱٦۲،شیخ حشمت اللہ(ضلع میرٹھ)۱۲/جمادی الثانی۱۳۵۵ھ،م۳۱/اگست۱۹۳۵ء)

الجواب

(ازمولوی ابومحمدعبدالستارصاحب)صورت مرقومہ ومسئولہ بالامیں واضح بادکہ شرعاً دوبارہ جماعت ہوسکتی ہے،احادیث سے ثابت ہے۔(کذا فی المشکوٰۃ)ابومحمدعبدالستارغفرلہ الغفار

الجواب

دوسری جماعت مسجد مذکورمیں درست ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ احمداللہ سلمہ غفرلہ مدرس مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی۔مورخہ۱۳/جمادی الثانی۱۳۵۵ھ

الجواب صحیح:مظفراحمدغفرلہ،نائب امام مسجدفتحپوری دہلی

الجواب

(ازحضرت مفتی اعظمؒ)اگراس مسجد میں جماعت سے نماز ہونے کاانتظام ہےتواس میں دوسری جماعت کرنی مکروہ ہے۔(**و مقتضٰى هذا الاستدلال كراهة التكرار في المسجد المحلة.**(ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۵۳)(مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد ،انیس) فقط

محمدکفایت اللہ کان اللہ لہ،دہلی(کفایت المفتی:۳/۱۳۷)

الجواب

یہ دوسری جماعت ایسی حالت میں کہ لوگ سنن ونوافل میں مشغول ہیں، ایسے مقام پر پڑھنا اور ایسی طرح پڑھنا کہ لوگوں کی نمازوں میں خلل پڑے، اس وجہ سے بھی مکروہ ہے کہ دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل انداز ہے اور اس وجہ سے بھی مکروہ کہ مسجد محلّہ میں تکرار جماعت مکروہ ہے، مسجد محلّہ سے وہ مسجد مراد ہے، جس میں پنج وقتہ التزام سے جماعت ہوتی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۱۳۶/۳)

پنج وقتہ جماعت والی مسجد میں جماعت ثانیہ:

سوال: محلّہ میں ایک مسجد ہے، جس میں امام ومؤذن مقرر ہیں اور مصلین بھی معین ومعلوم ہیں، وقت پر بلا ناغہ نماز ہوتی ہے اور ہوتی چلی آئی ہے، اب کچھ عرصہ سے بعض لوگوں نے علیحدہ جماعت ثانیہ کرنے کا ارادہ کیا ہے، جو جماعت اولی کی طرح بلا ناغہ پانچوں وقت اقامت کے ساتھ بالالتزام وتداعی اور پابندئ وقت کے ساتھ ہوا کرے گی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس قسم کی جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے اور شریعت مقدسہ اور فقہ حنفی میں اس کی اجازت ہوسکتی ہے؟ فقہ میں اگر کہیں جماعت ثانیہ کے لیے ''لابأس'' یا ''لم یکن علی الهیئة الأولی'' وغیرہ بیان کیا ہے، اس سے جماعت ثانیہ اتفاقیہ گاہ بگاہ مراد ہے، یا بالتداعی وبالالتزام؟ درمختار، یا فتاویٰ عالمگیری میں جو اجازت دی ہے تو کیا اس سے اس قسم کی اجازت مراد ہے؟

(المستفتی:۲۲۶۸، حافظ عبدالجلیل خاں صاحب (بریلی) ۲۵/ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

الجواب

جس مسجد میں کہ پنج وقتہ جماعت اہتمام وانتظام سے ہوتی ہو، اس میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جماعت ثانیہ مکروہ ہے؛ کیوں کہ جماعت دراصل پہلی جماعت ہے اور مسجد میں ایک وقت کی فرض نماز کی ایک ہی جماعت مطلوب ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک اور خلفائے اربعہ وصحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانوں میں مساجد میں صرف ایک ہی مرتبہ جماعت کا معمول تھا، پہلی جماعت میں نمازیوں کی حاضری میں سستی پیدا ہوتی ہے اور جماعت اولیٰ کی تقلیل لازمی ہوتی ہے؛ اس لیے جماعت ثانیہ کو حضرت امام اعظمؒ نے مکروہ فرمایا اور اجازت نہ دی اور جن ائمہ نے اجازت دی، انہوں نے بھی اتفاقی طور پر جماعت اولیٰ سے رہ جانے والوں کو اس شرط

(۱) ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن. (الدر المختار: ۵۵۲/۱، کذا ردالمحتار: باب الإمامة: ۵۵۳/۱) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

سے اجازت دی کہ وہ اذان واقامت کا اعادہ نہ کریں اور پہلی جماعت کی جگہ بھی چھوڑ دیں تو خیر پڑھ لیں؛ لیکن روزانہ دوسری جماعت مقرر کرلینا اور اہتمام کے ساتھ اس کو ادا کرنا اور اس کے لیے تداعی؛ یعنی لوگوں کو بلانا اور ترغیب دینا یہ تو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں، نہ اس کے لیے کوئی فقہی عبارت دلیل بن سکتی ہے، یہ تو قطعا ممنوع اور مکروہ ہے۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۳۹/۳-۱۴۰)

مسجد محلّہ میں جماعت ثانی اور دوبارہ جمعہ:

سوال: ایک شخص ضداً اسی مسجد میں اپنی علاحدہ نماز پنجگانہ اور جمعہ کراتا ہے، جماعتِ ثانیہ اور جمعہ دوبارہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

جماعتِ ثانیہ مسجد محلّہ میں کرنا مکروہ ہے اور جمعہ کی نماز دوبارہ اسی مسجد میں جس میں جمعہ ہو چکا ہے، جائز نہیں۔

"و الظاهر أنه يغلق أيضاً بعد إقامة الجمعة لئلايجمع فيه أحد بعدها". (ردالمحتار)(۲)

پس جو شخص ضد میں ایسا کرتا ہے، وہ سخت گنہگار ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۲/۳)

مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے:

سوال: جماعت ثانیہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔(۳)

احقر عبدالکریم عفی عنہ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ، ۱۰/صفر ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۱۵۵/۲)

(۱) قال في الدر المختار: ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أومسجد لاإمام له ولامؤذن.

و في ردالمحتار: "و مقتضىٰ هٰذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد محله، ولوبدون أذان، ويؤيده ما في الظهيرية: لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلىٰ فيه أهله يصلون واحداناً" إلخ. (باب الإمامة: ۵۵۲/۱، ط: سعيد) (مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، انيس)

(۲) ردالمحتار، باب الجمعة تحت قول الماتن وأفاد أن المساجد تغلق يوم الجمعة إلاالجامع: ۷۶۶/۱، ظفير)

(۳) رجل دخل مسجداً صلى فيه أهله فإنه يصلي وحده من غير أذان وإقامة ويكره أن يصلي بجماعة بأذان وإقامة. (المحيط البرهاني: ۳۵۱/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ میں اختلاف اوراس کا جواب:

سوال: جماعت ثانی محلّہ کی مسجد میں جائز ہے، یانہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو عدم جواز کی کیا دلیل ہے؟ امام ابو یوسفؒ جائز کہتے ہیں اوراس قول کو اکثر فقہانے صحیح کہا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب

مسجد محلّہ میں جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے۔

قال المحقق الشامي: ولنا أنه عليه الصلٰوة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلّٰى أهل المسجد فرجع إلىٰ منزله فجمع أهله وصلّٰى بهم، ولو جاز ذلك لما اختار الصلاة فى بيته على الجماعة فى المسجد، ولأن فى الإطلاق هٰكذا تقليل الجماعة معنىً، فإنهم لايجتمعون إذا علموا أنها لاتفوتهم، إلخ، ومثله فى البدائع وغيرها ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرار فى مسجد المحلة ولو بدون أذان، ويؤيده مافى الظهيرية: لودخل جماعة المسجد بعد ما صلّٰى فيه أهله يصلون وحداناً وهو ظاهر الرواية. (۱)

اس روایت سے کراہت کا صحیح وراجح ہونا معلوم ہوگیا؛ کیوں کہ یہ ظاہر الروایہ ہے، پس امام ابو یوسفؒ کی روایت ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں معمول بہا نہ ہوگی اور نیز جب کہ کراہت وعدم کراہت میں تعارض ہوتو کراہت کو ترجیح ہوتی ہے، **كما بين موضعه .**

اورزیادہ تحقیق اس مسئلہ کی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے رسالہ "**القطوف الدانية فى كراهية الجماعة الثانية**" میں دیکھ لی جاوے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵/۳)

جماعت معینہ والی مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم:

سوال: جماعت ثانیہ جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

جماعت ثانیہ اگر جماعت اولیٰ کی ہیئت پر ہواورایسی مسجد میں ہو کہ جس میں جماعت معینہ ہوتی ہے تو مکروہ تحریمی ہے، (۲) اوراگر بہ تبدیل ہیئت ہوتو مکروہ تنزیہی ہے اور لفظ لاباٴس، یالفظ جواز مکروہ تنزیہی کے منافی نہیں۔ فقط

(کفایت المفتی: ۱۳۴/۳)

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد: ۵۱٦/۱، ظفير

(۲) ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة فى مسجد محلة لا فى مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولامؤذن. (الدر المختار: ۵۵۲/۱)

پنج وقتہ مسجد میں ہیئت اولیٰ سے ہٹ کر جماعت ثانیہ کا حکم:

(الجمعیۃ، مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء)

جماعت ثانیہ (ایسی مسجد میں جس میں نماز کے اوقات مقرر اور مؤذن وامام مامور ہیں اور جماعت میں شریک ہونے والے یا مسجد میں نماز پڑھنے والے اکثر حضرات مقامی ہوتے ہیں) جائز ہے، یا نہیں؟ عدم شرکت جماعت کی وجہ سے اگر کوئی شرعی مجبوری، یا عدم اطلاع اذان ہو تو ایسی صورت میں جماعت ثانیہ کی اجازت ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس مسجد میں پنجگانہ جماعت مقررہ اوقات پر ہوتی ہو اور مؤذن وامام مقرر ہو اس میں دوسری جماعت بتکرار اذان واقامت وقیام محراب باتفاق مکروہ ہے اور اگر اذان واقامت کی تکرار نہ کی جائے اور پہلی جماعت کی جگہ بھی بدل دی جائے تو مکروہ تحریمی نہیں ہے؛ مگر علمائے محققین کی ایک بڑی جماعت اس کو خلاف اولیٰ بتاتی ہے اور دلائل اس کے قوی ہیں اور دوسری جماعت اس کو خلاف اولیٰ نہیں کہتی، جماعت اولیٰ میں شرکت نہ ہونے کی وجہ کچھ بھی ہو، اس کا اس مسئلہ پر کچھ اثر نہیں۔(۱) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۴۷/۳-۱۴۸)

ایئرپورٹ کی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد عرب امارات کے ایئرپورٹ پر واقع

== قال ردالمحتار: قدمنا فی باب الأذان عن آخر شرح المنية عن أبی يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة علی الهيئة الأولٰی لاتكره وإلا تكره، وهو الصحيح، وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا فی البزازية انتهٰی، وفی التاتارخانية عن الولوالجية: وبه نأخذ. (ردالمحتار مع الدرالمختار، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، باب الإمامة: ۵۵۳/۱، انيس)

(۱) المسجد إذا كان له إمام معلوم وجماعة معلومة فی محلة فصلٰی أهله فيه بالجماعة لايباح تكرارها فيه بأذان ثان أما إذا صلو بغير أذان يباح إجماعًا، إلخ. (الفتاویٰ الهندية، الفصل الأول فی الجماعة: ۸۳/۱، ط: ماجدية كوئٹه) (الباب الخامس فی الإمامة، انيس)

وفی ردالمحتار: "(قوله: يكره) أی تحريماً لقول الكافی: "لايجوز" ولو كرر أهله بدونها أو كان مسجد طريق جاز اجماعا، كما فی مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ... ومقتضی هٰذا الاستدلال كراهة التكرار فی مسجد المحلة ويؤيده ما فی الظهيرية: لودخل جماعة المسجد بعد ما صلٰی فيه أهله يصلون وحداناً... وعن أبی يوسف إذا لم تكن الجماعة علی الهيئة الأولٰی لا تكره وإلا تكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، إلخ. (باب الإمامة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد: ۵۵۲/۱-۵۵۳، ط، سعيد)

ہے، پانچ وقتہ نمازوں کے لیے امام مقرر ہے، جو باقاعدہ امامت کراتا ہے؛ مگر مسئلہ یہ ہے کہ ظہر کو دو جماعتیں ہوتی ہیں، جو ہیئت اولیٰ پر پڑھائی جاتی ہیں، اسی مصلیٰ اور اقامت کے ساتھ اور دونوں جماعتوں کے لیے اوقات بھی باقاعدہ لکھے جاچکے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالرشید اندرون ہشتنگری گیٹ پشاور، ۲۰/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ)

الجواب

بظاہر اس تکرار جماعت میں کوئی کراہت نہیں ہے؛ کیوں کہ ایئر پورٹ اور اسٹیشن وغیرہ کے مساجد محلّہ نہیں رکھتے ہیں۔(۱) وہو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۱۷) ☆

☆ ☆ ☆

---

(۱) ماخوذاز ردالمحتار: ۱/۵۱۶، باب الإمامة)(قال العلامة ابن عابدين رحمه الله :أو كان مسجد طريق جاز إجماعاً، كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ويصلي الناس فيه فوجاً فوجاً، فإن الأفضل أن يصلي كل فريق بأذان وإقامة على حدة كما في أمالي قاضيخان... وأما مسجد الشارع فالناس فيه سواء لا اختصاص له بفريق دون فريق. (ردالمحتار، ص: ۴۰۸ جلد ۱، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، باب الإمامة، انيس)

☆ **دیہات کی مساجد میں جماعت ثانیہ کا حکم:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیہات کی مساجد میں مذہب حنفی کی بنا پر جماعت ثانیہ جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: محمد عمران نوشہرہ)

الجواب

جماعت ثانیہ نہ مطلقاً ممنوع ہے اور نہ مطلقاً مشروع ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول: "أوسع المذاهب ہے، وهو أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولى لاتكره، وإلا تكره، وهو الصحيح. (كمافي رد المحتار: ۱/۵۵۲) (ردالمحتار على هامش الدر المختار: ۱/۴۰۹، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)(كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۱۷)

جماعت فوت ہوجانے کے بعد نماز ادا کرنے کا طریقہ

جس کو جماعت نہیں ملی، وہ کہاں نماز پڑھے:

سوال: منفرد جس کو نماز جماعت سے نہیں ملی، اس کو مسجد میں اپنے فرض پڑھنا افضل ہے، یا مکان میں؟

الجواب

اگر مسجد سے باہر جماعت ہوسکے تو یہ افضل ہے، (۱) ورنہ فرائض کے لیے مسجد افضل ہے۔

"فی روایة أنس رضی اللّٰه عنه أن أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کانوا إذا فاتتهم الجماعة فی المسجدصلوا فی المسجد فرادیٰ" إلخ. (ردالمحتار) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۵۴)

محلّہ کی مسجد میں اگر جماعت فوت ہوجائے تو کیا کرے:

سوال: اگر مسجد میں جماعت فوت ہوگئی تو تنہا مسجد میں نماز ادا کرنا بہتر ہے، یا مکان پر اور فضیلت مسجد میں نماز پڑھنے کی جو پچیس یا پانچ سو یا ہزار، یا پچاس ہزار، یا لاکھ کا مسجد محلّہ سے لے کر کعبہ تک کے بارہ میں آیا ہے تو یہ باعتبار جماعت کے، یا تنہا اور یہ سب واجبات سے ہے، یا مندوبات سے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قال فی الخلاصة (۱/۲۲۸): رجل فاتته الجماعة فی مسجده إن ذهب إلیٰ مسجد آخر یصلی

(۱) أنه علیه الصلوٰة والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد إلی المسجد وقد صلیٰ أهل المسجد فرجع إلیٰ منزله فجمع أهله وصلیٰ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۱۸، ظفیر) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)/شرح أبی داؤد للعینی، باب فیمن صلی فی منزله ثم أدرک، الخ: ۳/۶۵، مکتبة الرشد الریاض)/المنهل العذب المورود شرح أبی داؤد، أقوال الأئمة فی صلاة الجماعة فی المسجد: ۴/۲۷۸، مطبعة الاستقامة القاهرة، انیس)

وذکر القدوری: أنه إذا فاتته الجماعة جمع بأهله فی منزله وإن صلی وحده جاز، لماروی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أنه خرج من المدینة إلی صلح بین حیین من أحیاء العرب فانصرف منه وقد فرغ الناس من الصلاة فمال إلی بیته وجمع بأهله فی منزله. (بدائع الصنائع، فصل فی بیان ما یفعل بعد فوات الجماعة: ۱/۱۵۶، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۲) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب: فی المؤذن إذا کان غیر محتسب فی أذانه: ۱/۳۶۷، ظفیر

فیـه بـالـجـماعة فهو حسن و إن صلّٰی فی مسجد حیه وحده فحسن و إن دخل منزله فصلّٰی بأهله فحسن، آه.

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اپنی مسجد میں اگر جماعت فوت ہوجاوے تو دوسری مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھنا بہتر ہے اور اگر تنہا اسی مسجد محلّہ میں پڑھ لے، یہ بھی اچھا ہے اور اگر اپنے گھر پر آ کر اہل وعیال کے ساتھ جماعت کر کے پڑھے، یہ بھی بہتر ہے اور بظاہر سب سے بہتر صورت اولیٰ ہے اور اخیر کی دونوں صورتیں فضیلت میں برابر ہیں؛ کیوں کہ تنہا مسجد میں پڑھنے سے جماعت کا ثواب نہ ہوگا؛ مگر مسجد کی فضیلت حاصل ہوجاوے گی اور گھر پر جماعت کرنے سے مسجد کی فضیلت فوت ہوجاوے گی؛ مگر جماعت کا ثواب مل جائے گا؛ مگر میرے خیال میں تیسری صورت دوسری سے افضل ہے؛ کیوں کہ جماعت کی فضیلت مسجد کی فضیلت سے زیادہ ہے، البتہ اگر مسجد محلّہ میں کوئی بھی نماز نہ پڑھتا ہو، اس وقت مسجد میں تنہا نماز پڑھنا گھر پر جماعت کرنے سے افضل ہے اور مسجد میں نماز پڑھنے پر جو ثواب احادیث میں وارد ہے، (۱) وہ ہر حال میں ہے، خواہ تنہا پڑھے، یا جماعت سے اور جماعت کا ثواب اس کے علاوہ ہے۔ (۲) واللہ اعلم

---

(۱) عن عثمان بن عفان قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: من توضأ للصلاة فأسبغ الوضوء ثم مشی إلی الصلاة المکتوبة فصلاها مع الناس أو مع الجماعة أو فی المسجد غفر اللّٰه له ذنوبه. (الصحیح لمسلم، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه (ح: ۲۳۲)/ سنن النسائی، حد إدراک الجماعة (ح: ۸۵۶) وکذا فی السنن الکبریٰ (ح: ۹۳۱)/ مستخرج أبی عوانة (ح: ۱۵۲۸)/ معجم ابن عساکر، محمود بن محمد بن أبی أحمد أبو أحمد (ح: ۱۴۵۵)/ السنن الکبریٰ للبیهقی، باب إسباغ الوضوء (ح: ۳۸۵) انیس)

قال عبداللّٰه: لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلاة إلا منافق قد علم نفاقه أو مریض إن کان المریض لیمشی بین رجلین حتی یأتی الصلاة وقال: إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علمنا سنن الهدیٰ وإن من سنن الهدیٰ الصلاة فی المسجد الذی یؤذن فیه. (الصحیح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدیٰ (ح: ۶۵۴) انیس)

(۲) کذا دل علیه إطلاق الحدیث.

عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: تفضل صلاة الجمیع صلاة أحدکم وحده بخمس وعشرین جزءًا. (صحیح البخاری، باب فضل صلاة الفجر فی جماعة (ح: ۶۴۸)/ سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل الجماعة (ح: ۲۱۵) انیس)

عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: صلاة الرجل فی جماعة تضعف علیٰ صلاته فی بیته وفی سوقه خمسا وعشرین ضعفا. (صحیح البخاری، باب فضل صلاة الجماعة (ح: ۶۴۷) انیس)

عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: صلاة الجماعة أفضل من صلاة أحدکم وحده بخمسة وعشرین جزءًا. (موطأ الإمام مالک روایة أبی مصعب الزهری، باب ماجاء فی فضل صلاة الجماعة (ح: ۳۲۳)/ مسند الشافعی، ومن کتاب الإمامة: ۵۲/۱، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

جماعت حنفیہ کے نزدیک واجب عین ہے اور مسجد میں جماعت کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ واللہ اعلم

قال فی الخلاصة: قال الصدر الشهيد: إنما الإساءة فيما إذا ترك أهل المسجد كلهم الجماعة فح أساؤا أوتركوا السنة وإن صلوا بالجماعة فی البيت اختلف المشائخ فيه والصحيح أن الجماعة فضيلة والجماعة فی المسجد فضيلة أخرىٰ فهوقد أتى بإحدىٰ الفضيلتين وترك الأخرىٰ وهٰكذا الجواب فی المكتوبات،آه.(۱)

۲۴ / جمادی الاولیٰ (امداد الاحکام: ۶/۱۱۴)

ایک مسجد میں جماعت نہ مل سکے تو کیا دوسری مسجد میں جائے:

سوال: اگر ایک مسجد میں جماعت نہ ملی تو دوسری مسجد میں بتلاش جماعت جانا کیسا ہے؟

الجواب

ایک مسجد میں اگر جماعت ہوچکی ہو تو اگر امید دوسری مسجد میں جماعت کے ملنے کی ہو تو دوسری مسجد میں جاکر جماعت سے نماز پڑھنا بہتر اور موجب ثواب ہے، سلف میں اکابر امت ایسا کرتے تھے کہ ایک مسجد میں جماعت ہوچکی تو دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جاتے تھے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۶۵)

بعد جماعت مسجد میں تنہا تنہا نماز بہتر ہے، یا گھر میں با جماعت:

سوال: مسجد میں جماعت ثانیہ کرنی جائز ہے، یا نہیں؟ اور جماعت ہونے کے بعد اکیلے اکیلے مسجد میں نماز ادا کریں، یہ افضل ہے، یا جنگل، یا مکان میں با جماعت ادا کرنا افضل ہے؟ اور جنگل یا مکان میں اذان وتکبیر کہنا افضل ہے، یا نہیں؟ اور مسجد کی چھت پر، یا مسجد کی حوض پر، یا کوٹھری میں جو مسجد سے باہر ہے، جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مکان، یا جنگل میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، جنگل، یا مکان میں اذان وتکبیر کہنا افضل ہے، صرف تکبیر کہنا بھی کافی ہے، مکان میں پڑھیں تو اس محلّہ کی مسجد میں جو اذان ہوگئی ہے، وہی کافی ہے، صرف تکبیر کہہ لے۔(۳)

(۱) خلاصة الفتاویٰ فی فصل التراويح: ۱/۶۳،انیس

(۲) ولوفاتته ندب طلبها فی مسجد آخر إلا المسجد الحرام و نحوه.(الدرالمختار)

فلايجب الطلب فی المساجد بلاخلاف بين أصحابنا،بل إن أتى مسجداً للجماعة آخرفحسن،و إن صلىٰ فی مسجد حيه منفرداً فحسن،إلخ.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/۵۱۸،ظفير)(مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد،انیس)

(۳) عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة.{متفق عليه}(مشكوة،ص:۹۵)(باب الجماعة و فضلها،الفصل الأول (ح:۱۰۵۲)انیس) ==

مسجد کے فرش کے بیچ میں جو حوض ہے، یا مسجد کی چھت، سب مسجد کے حکم میں ہیں، ہاں! کوٹھری وغیرہ جو خارج ہیں، ان میں جماعت ثانیہ جائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۲/۳)

بعد جماعت کیا ایک درجہ میں الگ الگ نماز پڑھ سکتے ہیں:

سوال: مشہور ہے کہ اگر عصر کی نماز ہوچکی اور بعد میں دو آدمی مسجد میں نماز کے لیے آویں تو ایک درجہ میں دونوں فرادیٰ فرادیٰ نماز نہیں پڑھ سکتے اور نماز نہ ہوگی، ہر آدمی علاحدہ درجہ میں نماز پڑھے اور نمازوں میں اس طرح سے جائز ہے، یہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ جو مشہور ہے غلط ہے، جیسا کہ دوسری نمازوں میں اگر جماعت اولیٰ نہ ملی اور دو چار آدمی بعد میں آویں تو وہ مسجد کے ایک درجہ میں فرادیٰ نماز پڑھ سکتے ہیں، (۱) اسی طرح کسی وقت میں پڑھ سکتے ہیں، کوئی وجہ فرق کی نہیں۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶۱/۳)

جس کی جماعت چھوٹ جائے، وہ تنہا مسجد میں نماز پڑھے، یا گھر میں جماعت کرے:

السوال: رجل فاتته الصلاة بالجماعة هل يصلى فى المسجد وحده أويصلى فى البيت مع الجماعة ؟(۲)

== ثم لهما سنة للصلوات الخمس أداءً وقضاءً إذ صليت بجماعة.(الكبيرى شرح منية المصلى،ص:۳۵۷)

ولايكره تركهما لمن يصلى فى المصرإذا وجد فى المحلة ولافرق بين الواحد والجماعة،والأفضل أن يصلى بالأذان والإقامة وإذا لم يؤذن فى تلك المحلة يكره له،تركهما ولوترك الأذان وحده لايكره،ولوترك الإقامة يكره ويكره للمسافر تركهما وإن كان وحده ولوترك الإقامة أجزأه ولكنه يكره فإن أذن وأقام فهو حسن. (الفتاوى الهندية،مطبوعة هند:۵۲/۱،جميل الرحمن)(الباب الثانى فى الأذان وفيه فصلان،الفصل الأول فى صفته وأحوال المؤذن،انيس)

(۱) فى رواية أنس رضى الله عنه أن أصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة فى المسجد صلوا فى المسجد فرادى.(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب الأذان مطلب فى المؤذن إذا كان غير محتسب فى أذانه : ۳۶۷/۱،ظفير/بدائع الصنائع،فصل فى بيان محل وجوب الأذان: ۱۵۳/۱،دارالكتب العلمية)/شرح سنن أبى داؤد للعينى،باب فيمن صلى فى منزله ثم أدرك الجماعة:۶۵/۳،مكتبة الرشد،انيس)

عن الحسن قال:كان أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم إذا دخلوا المسجد وقد صلى فيه صلوا فرادى.(مصنف ابن أبى شيبة،من قال يصلون فرادى ولا يجمعون (ح: ۷۱۱۱)انيس)

(۲) ترجمہ: جس شخص کی نماز جماعت سے فوت ہوجائے تو کیا وہ مسجد میں تنہا نماز پڑھے یا گھر میں جماعت سے پڑھے؟ انیس

الجواب

إن أمكن الصلاة بالجماعة في البيت فهو أولٰى وأصوب كيف وهو مروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كما نقله فى رد المحتار. (١) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۲/۳)

جماعت ثانیہ کے بعد آنے والے کیا کریں:

سوال: ایک مسجد میں پیش امام مقرر ہیں، نماز پابندیٔ وقت کے ساتھ وباجماعت ہوا کرتی ہے؛ تاہم کچھ لوگ ایسے بھی آجایا کرتے ہیں، جو جماعت ثانیہ کے نماز ادا کرتے ہیں، کیا جماعت اولیٰ بعد ثانی جماعت بھی درست ہے، یا الگ الگ؟

(المستفتی: ۱۱۳۱، نصیرالدین صاحب (ضلع رنگپور) ۲۶/جمادی الاول ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۵/اگست ۱۹۳۶ء)

الجواب

جس مسجد میں باقاعدہ پابندی وقت کے ساتھ جماعت ہوتی ہو، اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، اگر جماعت اولیٰ کے بعد کچھ لوگ آجائیں تو وہ علاحدہ علاحدہ نماز پڑھ لیا کریں۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۳۷/۳)

---

(١) ولنا أنه عليه الصلوٰة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلى أهل المسجد فرجع إلٰى منزله فجمع أهله وصلى. (ردالمحتار، باب الإمامة: ١/٥١٦، ظفير) (مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

وروى الطبراني برجال ثقات عن أبى بكرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقبل من نواحى المدينة يريد الصلاة فوجد الناس قد صلوا فمال إلى منزله فجمع أهله فصلى بهم. (سبل الهدىٰ والرشاد فى سيرة خير الأنام، فى محافظته صلى الله عليه وسلم على صلاة الجماعة: ١٨٨/٨، دارالكتب العلمية بيروت/المعجم الأوسط، من اسمه عبدان (ح: ٤٦٠١)/شرح أبى داؤد للعينى، باب فيمن صلى فى منزله ثم أدرك الجماعة: ٦٥/٣، مكتبة الرشد الرياض، انيس)

ترجمہ اس صورت میں اگر گھر میں جماعت سے نماز پڑھنا ممکن ہوتو وہ زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ فقط (انیس)

(٢) عن ابراهيم أن علقمة والأسود أقبلا مع ابن مسعود إلى مسجد فاستقبلهم الناس قد صلوا فرفع بهما إلى البيت فجعل أحدهما عن يمينه والآخر عن شماله ثم صلى بهما. (مصنف عبدالرزاق الصنعانى، باب الرجل يؤم الرجلين والمرأة (ح: ٣٨٨٣)/كذا فى المعجم الكبير للطبرانى (ح: ٩٣٨٠) انيس)

ولنا أنه عليه السلام كان خرج ليصلح بين قوم، فعاد إلى المسجد وقدصلىٰ أهل المسجد فرجع إلٰى منزله فجمع أهله وصلىٰ. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد: ٥٥٣/١، انيس)

جماعت ہوجانے کے بعد چند افراد کے آنے کی صورت میں دوبارہ جماعت:

سوال: مسجد میں جماعت سے نماز ہوگئی، بعد میں چند آدمی اور آ گئے تو جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے، یا علاحدہ علاحدہ ادا کی جائے؟

(المستفتی: ۲۴۷۲، شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ ضلع مغربی خاندیس) ۸ر صفر ۱۳۵۸ھ، ۳۰ر مارچ ۱۹۳۹ء)

الجواب

جس مسجد میں نماز کا با قاعدہ انتظام اور التزام ہو، اس میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے، اگر جماعت اولیٰ کے بعد کچھ لوگ آ جائیں تو وہ اپنی اپنی نماز علاحدہ علاحدہ پڑھیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۳ر۱۴۴)

☆ ☆ ☆

(۱) قال فی الدر المختار: ویکرہ تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة، لافی مسجد طریق أومسجد لا إمام له ولامؤذن.

وفی ردالمحتار: "و مقتضیٰ هٰذا الاستدلال کراهة التکرار فی مسجد المحلة، ولو بدون أذان، ویؤیده مافی الظهیریة: لودخل جماعة المسجد بعد ما صلیٰ فیه أهله یصلون واحدا نا، إلخ. (باب الإمامة: ۱/ ۵۵۲، ط: سعید) (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)

جماعت اولی کا تعین

امام کی آمد سے پہلے جو شخص نماز پڑھے، وہ جماعت کے حکم میں نہیں:

سوال: ایک مسجد کا امام صبح کے وقت دیر سے آتا ہے، ایک مقتدی جلدی آتا ہے اور وہ نماز میں قرأت بالجہر پڑھتا ہے اور ایک جاہل نمازی اس مقتدی کے ساتھ شامل نہیں ہوتا؛ بلکہ امام کا منتظر رہتا ہے، یہ فعل اس کا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جماعت اولیٰ وہی ہوتی ہے، جو امام محلّہ اہل محلّہ کے ساتھ ادا کرتا ہے، پس اس نمازی جاہل کو انتظار جماعت امام محلّہ کرنا چاہیے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۳/۳)

وقت مقررہ سے پہلے کی جماعت کا حکم:

سوال: اگر کچھ لوگ قبل وقت معین اور امام معین کے جماعت کر لے ویں، بعدہ کچھ نمازی جماعت بعد کو مع امام معین کے کریں تو جماعت اولیٰ کون سی ہوگی؟

الجواب

اگر چند لوگ وقت معینہ سے پہلے اور امام معین سے الگ اپنی جماعت کرلیں تو اس سے جماعت معہود و معمولہ قوم میں کراہت نہ آوے گی اور یہی جماعت اولیٰ شمار ہوگی۔(۲) (تالیفات رشیدیہ:۲۹۷)

(۱-۲) ولو صلّٰى بعض أهل المسجد بإقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والإمام وبقية الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للأولٰى، كذا في المضمرات. (الفتاوٰى الهندية مصرى، باب الأذان: ۵۱/۱) (الباب الثانى فى الأذان، الفصل الأول فى صفته وأحوال المؤذن، انيس)

(قوله: بأذان وإقامة، إلخ) عبارته فى الخزائن: أجمع مما هنا ونصها: يكره تكرار الجماعة فى مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلّٰى بهما فيه أولًا غير أهله أو أهله لكن بمخافتة الأذان ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعًا كما فى مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ويصلى الناس فيه فوجا فوجا فإن الأفضل أن يصلى كل فريق بأذان وإقامة على حدة كما فى أمالى قاضى خان. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۵۲/۱-۵۵۳، دارالفكر بيروت، انيس)

مقررہ وقت سے پہلے تکبیر کہنا:

سوال: اگر وقت کی وسعت ہواور چند آدمی وضو کرتے ہوں اور ایک شخص جلدی کر کے مع چند آدمیوں کے تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دے اور یہ لوگ کوئی تکبیر اولیٰ سے رہ جائے، کوئی رکعت سے رہ جاوے تو تکبیر کہنے والا گناہ گار ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اگر وقت کے اندر وسعت ہے اور کوئی ضرورت شرعی بھی نہیں ہے تو ایسے وقت میں تکبیر کا کہنا، اگر چہ گناہ نہیں؛ مگر مستحسن بھی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض وقت مسجد میں تشریف لاتے اور قلت لوگوں کی دیکھتے تو کچھ اقامت صلوٰۃ میں توقف فرماتے تھے،(۱) لہٰذا انتظار کر لینا بہتر ہے، بشرطیکہ پہلے آنے والوں کو کوئی حرج نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ:۲۹۸)

مقررہ وقت جماعت سے پہلے جماعت کرنا:

سوال: جماعت کے اوقات معینہ کے قبل اگر کچھ لوگ جماعت کر لیں، خواہ معینہ جماعت کے یہ لوگ ہوں، خواہ باہر کے تو ان کی جماعت ہوگی، یا معینہ اوقات والوں کی؟

الجواب

مسجد محلّہ میں حق امام ومؤذن واہل محلّہ کا ہے اور جماعت کرنا ان کو ہی لائق ہے، لہٰذا اگر دوسرے لوگ جماعت کریں گے تو ثواب جماعت کا نہ ہوگا اور جماعت اہل محلّہ کی ہوے گی، اگر ان کو جلدی ہے تو دوسری جگہ جا کر جماعت کر لیویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اور اگر یہ بھی اسی محلّہ کے ہیں اور چند آدمی ہیں، جب بھی یہی حکم ہے۔(۲) فقط (تالیفات رشیدیہ:۲۹۸)

---

(۱) عن محمد بن عمرو هو ابن الحسن بن علي قال: سألنا جابر بن عبدالله عن صلاة النبي صلى الله عليه وسلم فقال: كان يصلي الظهر بالهاجرة والعصر والشمس حية و المغرب إذا وجبت والعشاء إذا كثر الناس عجل وإذا قلوا أخر والصبح بغلس. (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب وقت العشاء إذا اجتمع الناس أو تأخروا (ح: ٥٦٥)/ الصحيح لمسلم، باب استحباب التكبير بالصبح في أول وقتها (ح: ٦٤٦)/ سنن أبي داؤد، باب في وقت صلاة النبي صلى الله عليه وسلم (ح: ٣٩٧)/ سنن النسائي، تعجيل العشاء (ح: ٥٢٧) انيس)

(۲) (قوله: بأذان وإقامة، إلخ) عبارته في الخزائن: أجمع مماهنا ونصها: يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلى بهما فيه أولاً غير أهله أو أهله لكن بمخافتة الأذان. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٥٢/١ ـ ٥٥٣، دار الفكر بيروت، انيس)

مقررہ وقت سے پہلے، مسجد میں جماعت کا حکم اوراس کا ثواب:

سوال: قبل از وقت معین، اگر دو چار شخص نے ضرورتِ سفر، یا اور کسی ضرورت میں مسجد میں جماعت کر لی، بعدہٗ امام معین کے ساتھ وقت مقررہ پر جماعت ہوئی، جماعت اولیٰ یہ ہوئی، یا پہلی اور پہلوں کو ثواب جماعت [کا] ملے گا، یا نہیں؟

الجواب

جماعتِ اولیٰ امام حی واہل محلّہ کی ہوتی ہے، اس صورت میں جماعت اولیٰ دوسری ہے اور ثواب جماعت بھی دوسری جماعت والوں کو ہوگا، پہلے لوگوں کی جماعت مکروہ تھی اور ثواب بھی جماعت کا نہیں ملے گا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں، ص:۱۴۴-۱۴۵)

مسئلہ: ترک جماعت درست نہیں، اگر بسبب تاخیر امام کے حرج ہے تو دوسری مسجد میں چلے جایا کرے؛ مگر ترک جماعت سخت گناہ ہے،(۲) اور امام سے پہلے پڑھ جانے میں فساد ہوتا ہے، اس سے بھی اجتناب واجب ہے۔(۳)

(مجموعہ فرخ آباد، ص:۵۴) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۷)

---

(۱) ولو صلّٰی بعض أهل المسجد بإقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والإمام وبقية الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للأولٰی، كذا فی المضمرات. (الفتاوٰی الهندية مصری، باب الأذان: ۱/۵۱) (الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن، انيس)

(۲) عن ابن مسعود قال: لقد رأيتنا وما يتخلف من الصلاة إلا منافق قد علم نفاقه أو مريض إن كان المريض ليمشی بين رجلين حتی يأتی الصلاة وقال: إن رسول الله صلی الله عليه وسلم علمنا سنن الهدٰی، وإن من سنن الهدٰی الصلاة فی المسجد الذی يؤذن فيه. (الصحيح لمسلم، باب صلاة الجماعة من سنن الهدیٰ (ح: ۶۵۴) / مسند أبی يعلی الموصلی، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ۵۰۲۳) / جامع الأصول: ۵/۵۶۹، انيس)

عن ابن عباس عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: "من سمع النداء ولم يجب فلا صلاة له إلا من عذرٍ"، صححه الحاكم وابن حبان. (مسند ابن الجعد، شعبة عن عدی بن ثابت (ح: ۴۸۳) / سنن ابن ماجة، باب التغليظ فی التخلف عن الجماعة (ح: ۷۹۳) / سنن الترمذی، باب ماجاء فيمن يسمع النداء فلا يجيب (ح: ۲۱۷) ص: ۵۶، بيت الأفكار) / صحيح ابن حبان، ذكر الخبر الدال علی أن هذا الأمر حتم لا ندب (ح: ۲۰۶۴)

قال الحاكم: وهو صحيح علی شرط الشيخين ولم يخرجاه وقال الذهبی: علی شرطهما. (المستدرك للحاكم بتحقيق مصطفی عبدالقادر عطا: ۱/۳۷۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۳) وسئل الحلوانی: عمن يجمع بأهله أحيانًا هل ينال ثواب الجماعة أو لا؟ قال: لا ويكون بدعة ومكروهًا بلا عذر، إلخ. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۳۷۳، دار الكتاب الإسلامی بيروت، انيس)

وقت مقررہ پر امام مسجد سے قبل کوئی دوسرا امام جماعت کرائے تو شرعا کیسا ہے:

(از تتمہ) عطیہ مولانا ریاست علی بجنوری مکتبہ رحمت دیو بند

سوال: امام مسجد جب کہ وقت مستحب پر نماز پڑھتا ہو تو اس سے پہلے مسجد میں جماعت کر لینا کیسا ہے؟ اور جو امام مسجد سے پہلے نماز پڑھادے، اس کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

امام مسجد سے پہلے جماعت کر لینا ناجائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے، حدیث شریف میں ہے:

"ولایؤمن الرجل فی سلطانه". (۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

"پس تقدم نکند بروالی تا ترتیبے کہ درولایت است مثل امام اعظم وخلفا وحکام وے خصوصا درا عیاد وجمعہ ونہ بر امام حی وصاحب خانہ مگر باذن ایشان، زیر گردانیدن کہ ایں مقتضی میگردد بہ سست گردانیدن امر سلطنت وعزت ومؤدی می شود بہ تباغض وتقاطع وظہور خلاف کہ شرعیت جماعت برائے دفع آنست" انتہی۔

(یعنی: بادشاہ اور اس کے نائبوں اور امام مسجد اور صاحب خانہ کی امامت کے مواقع میں بغیر ان کی اجازت کے امامت ہر گز نہ کرنی چاہیے؛ کیوں کہ اس سے ہیئت سلطنت میں نقصان واقع ہوگا اور آپس میں بغض ونفاق پیدا ہوگا، حالانکہ جماعت انہیں باتوں کو دفع کرنے کے لئے مشروع ومقرر ہوئی ہے۔)

ترمذی شریف میں ہے:

"ولایؤم الرجل فی سلطانه". (الحدیث) (۲)

ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

صاحب مجمع البحار لکھتے ہیں:

"فی سلطانه أی فی موضع یملکه أویتلسط علیه بالتصرف کصاحب المجلس إمام المسجد فإنه أحق به من غیره وإن کان أفقه" انتہٰی. (۳)

اور صاحب منزل اور امام مسجد کی اجازت پر بھی بعض صحابہ امامت نہیں کرتے تھے، مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ

---

(۱) مسند الإمام أحمد، مسند أبی مسعود البدری الأنصاری (ح: ۱۷۰۹۹) انیس

(۳) سنن الترمذی، باب من أحق بالإمامة (ح: ۲۳۵) انیس

(۳) مجمع بحار الأنوار، مادة سلطن: ۹۹/۳، مطبعة دائرة المعارف العثمانیة بحیدر آباد، انیس

کا قصہ ترمذی میں موجود ہے کہ باوجود اجازت کے انہوں نے نماز نہ پڑھائی اور حدیث متقدم کو دلیل میں پیش کیا، پس بمقتضائے فرمان واجب الاذعان پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم امام مسجد سے پہلے نماز پڑھنے والے گنہ گار ہیں؛ کیوں کہ اس کی موجودگی میں جب ان کو نماز پڑھانا ممنوع ہے تو اس سے قبل اس کی جماعت کو متفرق کرنا اور اختلاف پیدا کر دینا تو سخت ممنوع ہونا چاہیے، اسی واسطے فقہا نے لکھا ہے کہ امام راتب سے پہلے جماعت کرنے والوں کی جماعت مکروہ ہوگی؛ کیوں کہ اقامت جماعت کا حق اسی کو ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔

الجواب صحیح: خادم حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی، محمد وصیت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی، بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، محمد ابراہیم دہلوی (واعظ) (کفایت المفتی: ۳/۱۱۱-۱۱۲)

امام متعین کی عدم موجودگی میں امامت:

سوال: ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں ہے کہ اگر چند اشخاص وقت معینہ پر امام متعین کی عدم موجودگی میں نماز جماعت سے ادا کریں تو امام متعین پھر دوبارہ جماعت بلا کراہت کر سکتا ہے اور ثواب جماعت کا اس دوسری جماعت کو ہوگا نہ کہ اول الذکر کو؛ مگر درمختار میں جہاں کراہت لازم آنے کی شرائط امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ نے بیان کی، وہاں تعیین وقت، یا امام کی کوئی شرط نہیں ہے، اس صورت میں کیا کیا جائے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

شامی میں اس کی تصریح ہے کہ اگر پہلی جماعت غیر اہل مسجد نے کی ہے تو اس صورت میں دوسری جماعت مکروہ نہیں ہے؛ بلکہ اس حالت میں دوسری جماعت ہی معتبر ہے اور پہلی جماعت کا اعتبار نہیں ہے؛ یعنی بدیں معنی کہ اہل مسجد کو حق جماعت کرنے کا ہے، اگرچہ ثواب جماعت پہلی جماعت والوں کو بھی حاصل ہوگا۔ عبارت اس کی یہ ہے:

عبارته فی الخزائن أجمع مما هُنا ونصها: یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلی بهما فیه أولاً غیر أهله، إلخ. (۱)

اور دیگر عبارات سے بھی یہ مفہوم ہوتا ہے:

ویؤیده ما فی الظهیریة: ولو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی فیه أهله یصلون وحداناً وهو ظاهر الروایة. (ردالمحتار) (۲)

اس عبارت میں قید أهله سے غیر أهل مسجد کی جماعت خارج ہوگئی۔

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۱۶، ظفیر (مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس)
(۲) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۱۷، ظفیر (مطلب فی المؤذن إذا کان غیر محتسب فی أذانه، انیس)

اسی طرح باب الأذان میں ہے:

وحینئذٍ فلو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی أهله فیه فإنهم یصلون وحداناً،إلخ. (۳)

پس معلوم ہوا کہ جو کچھ ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں ہے صحیح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۶۹،۷۰)

امام متعین کی اجازت کے بغیر ان کی موجودگی میں دوسرے کی امامت:

سوال: اگر اہل اسلام کی کوئی جماعت کسی مسجد میں جا کر وقت معینہ پر، یا بعد میں امام کی موجودگی، یا عدم موجودگی میں کسی ضرورت کی وجہ سے اپنے گروہ میں سے سب سے بزرگ شخص کو امام بنا کر جماعت سے نماز ادا کریں تو امام مسجد، یا کسی اور کو یہ حق ہے کہ ان کو روک دے، یا یہ حق نہیں؟

الجواب

مسجد کے امام معین کے سوا کسی دوسرے شخص کو اس مسجد کے امام کی موجودگی، یا عدم موجودگی میں امام معین کی اجازت کے بغیر امام بننا اور جماعت کرنا نہ چاہیے، اگر امام معین اور محلّہ کے نمازیوں کی جماعت کے وقت میں دیر ہو تو یہ لوگ اپنی جماعت خارج از مسجد کسی جگہ دالان، یا صحن، یا جنگل میں (یعنی خارج مسجد) پڑھ لیں اور اگر مسجد میں بھی پڑھ لیں گے تو نماز ہو جائے گی؛ لیکن ان کو اس طرح جماعت کرنا بہتر نہیں ہے، مسجد کے نمازیوں اور جماعت کا انتظار کریں، ورنہ اکیلے نماز پڑھ لیں۔

الغرض اہل محلّہ اور امام معین کے سوا دوسرے محلّہ کے آدمیوں کو یہ مناسب نہیں ہے کہ اہل محلّہ کی جماعت سے پہلے اس مسجد میں جماعت کریں اور اگر کریں گے تو اہل محلّہ پھر جماعت کر سکتے ہیں اور جماعتِ اولیٰ کا ثواب انہیں کو ملے گا، وہ جماعت جو پہلے ہوئی اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا۔ (هکذا فی کتب الفقه) فقط

دلیله قول الدر المختار: ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة إلخ قال الشامی تحت قوله: بأذان وإقامة ... یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلیّ بهما فیه أولا غیر أهله أو أهله لکن بمخالفة الأذان (إلی أن قال) والمراد بمسجد المحلة: ماله إمام وجماعة معلومون، إلخ. (ردالمحتار: ۱/۵۱٦)(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۲۳-۳۲۴)

☆☆☆

---

(۳) ردالمحتار، باب الأذان: ۱/۳٦۷، ظفیر (مطلب فی المؤذن إذا کان غیر محتسب فی أذانه، انیس)

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، انیس

القطوفُ الدّانية
فی تحقیق الجماعة الثانیة ☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰه ربّ العالمین والصلٰوة والسلام علٰی سیدنا محمد سید الأنبیاء والمرسلین وعلٰی آله وصحبه أجمعین اللّٰهم أرنی الحق حقًا وارزقنی اتباعه وأرنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابه.

بدانکہ درمسئلۂ تکرار جماعۃ بدون اذان واقامۃ درمسجد محلّہ علماء اختلاف دارندوروایات مختلفہ درکتب فقہ دریں باب یافتہ می شود، بعد تامل صادق چناں معلوم میشود کہ دراصل کراہت کسے راخلاف نیست، وآنچہ اختلاف است درتحریم وتنزیہ است، چنانچہ درضمن ایں تحریر واضح گرددوایں ہم از کتب ظاہر است کہ درزمان سلف تکرار جماعۃ نبود، پس اگر اتفاقاً کسے از جماعۃ میماند درحق آنکس آنانکہ بمآل مفسدۂ تکرار نظر فرمودند فتویٰ بکراہۃ تحریم تکرار دادندوکسیکہ برانجام نظر نفرمودواتفاق شذوذ حال رامدنظر داشت لاباس گفت اگرچہ بتحریم فتویٰ نداد؛ مگر تنزیہ تاہم مسلم داشت۔

اماایں طمطراق تکرار کہ درزمان ماست کہ بسااوقات جماعۃ ثانیہ اکثر از جماعۃ اولیٰ می باشد کـمـا لایخفٰی پس ہرگز ایں فتنہ درآں وقت نبودلاریب اگرایں فسادراآں مقتدایان مشاہدہ میکردندایشان ہم حکم تحریم ایں تکرارمی فرمودندگودر آن زمان خودتحریم نمے فرمودندوبسا افعال واوضاعست کہ باختلاف حال وزمان مختلف می گرددواز جواز بکراہۃ مبدل می شود نہ بینی کہ درزمان خیریت نشان جناب صدرالانبیاء صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ زنان راحکم جواز حضور جمعہ وجماعات بودزان بعدصحابہ ودیگرعلمادرزمان خودبسبب فسادزمان منع فرمودند۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمود کہ اگررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حال نساءزمان مشاہدہ فرمودندے بے شک ایشاں راازخروج منع می فرمودندوازیں قسم بسیاروقائع از کتب اگرتتبع کردہ شودمعلوم شوندکہ دراوائل حکمی داشتند ودرآخرزمان بسبب فسادوفتنہ حکمے دیگرگرفت وایں نہ ازقسم نسخ وتبدیل است چراکہ بعدصاحب شرع علیہ الوف التحیات والتسلیمات نسخ غیرممکن است بلکہ ازقسم رفع حکم بانتفاءشرائط واسباب است، چنانچہ درکتب اصول فقہ مبسوط است۔

☆ یہ رسالہ حضرت مولانا عبدالرشید گنگوہی قدس اللہ سرہ کی تالیف کردہ ہے، جسے حضرت مولانا محمد یحیٰ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۲۱ھ میں شائع کرایا تھا۔ انیس

الحاصل در کتب فقہ در باب تکرار موصوف روایات کراہت تحریم ہم موجود است و روایات کراہت تنزیہ نیز مسطور و بعض تنزیہ صحیح گفتہ و بعض تحریم را معتمد داشتہ۔ پس دریں زمان اگر عالمے فتویٰ بکراہت تحریم تکرار دہد بعید نیست و مفسدہ تفریق جماعت و کسل اہل زمان تقاضاء آن میکند ورنہ در کراہت تنزیہ تردد ے نیست اگر احتیاطاً تنزیل کردہ بہ تنزیہ فتویٰ دہند ہیچ گونہ محل جرح نیست، پس باید شنید کہ ظاہر روایت ائمہ حنفیہ کراہت تکرار است مطلقاً خواہ باذان واقامت بود خواہ بغیر آن وصاحب ظہیریہ ہم کراہت را گرفتہ ودر بدایع ہم بر کراہت اعتماد کردہ و بدلیل عقلی ونقلی اثبات کراہت کرد۔

چناں چہ در ردالمحتار ایں روایات منقول است:

قال: روى عن عبد الرحمٰن ابن أبى بكرعن أبيه رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج من بيته يصلح بين الأنصارفرجع وقد صُلِّيَ في المسجد بجماعةٍ فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فى منزل بعض أهله فجمع أهله فصلّى بهم جماعةً ولولم يكره تكرار الجماعة فى المسجد لصلّى فيه وروى عن أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه أن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة فى المسجد صلوا فى المسجد فرادىٰ ولأن التكرار يؤدى إلىٰ تقليل الجماعة لأن الناس إذا علموا أنهم تفوتهم الجماعة يتعجلون فتكثروإلا تأخروا(بدائع)وحينئذٍ فلودخل جماعة المسجد بعد ما صلى أهله فيه فإنهم يصلون وحداناً وهوظاهرالرواية(ظهيرية)انتهىٰ. (۱)

پس ازیں روایات صاف معلوم شد کہ ظاہر روایت علماء ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کراہت تکرار است وکراہت چوں مطلق بود تحریم مراد باشد۔

قال فى ردّالمحتار: اعلم أن المكروه إذا أطلق فى كلامهم فالمراد منه التحريم إلا أن ينص على كراهة التنزيه. فقدقال المص فى المصفّى: لفظ الكراهة عند الإطلاق يرادبها التحريم. قال أبويوسف رحمه الله: قلت لأبى حنيفة: إذا قلت فى شىء أكرهه فما رأيك فيه؟ قال: التحريم، انتهىٰ. (۲)

وچوں نظر بر دلیل کردہ شود ہم کراہت تحریم مقتضائے اوست چرا کہ تقلیل وتفریق جماعت مکروہ تحریمی است وآنچہ مودی بوئے است در حکم او باشد۔

لأن للوسائل حكم المقاصد قال فى الهداية: لأن الأصل أن سبب الحرام حرام، انتهى.

قال الطحاوى: صلاةالظهريستلزم تفويت الجمعة وتفويتها حرام فما أدى إلى الحرام حرام، انتهىٰ.

البتہ کراہت کلی مشکک است کہ شدت وخفت اوقدر مفسدہ می باشد پس آنچہ در تکرار مع الاذان است در غیر آں نبود۔

(۱) ردالمحتار، باب فى الأذان: ٦٤/٢، انيس

(۲) ردالمحتار، باب فى المياه: ٣٨٥/١، انيس

ولٰکن تتفاوت التنزيهية فى الشدة والقرب من التحريمية بحسب تأكد السنة فإن مراتب الاستحباب متفاوتة كمراتب السنة والواجب والفرض فكذا أضدادها، كما أفاده فى شرح المنية، انتهٰى(۱)

لہٰذا بعض افراد تکرار قریب تنزیہ می شود، چناں چہ تکرار بترک اذان واقامۃ وعدول محراب خفیہ درزاویہ مسجد و ہمیں کراہۃ مراد از جواز ست کسے کہ جاز إجماعاً گفت، چناں چہ تحقیقش بیاید وباوجود ظاہر روایت برغیر آن فتویٰ نمی شاید۔

قال فى الدرالمختار: إن مااتفق عليه أصحابنا فى الروايات الظاهرة يفتى به قطعًا، انتهٰى. (۲)

وظاہر روایت آن مسائل باشند کہ از امام ابوحنیفہ وابویوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ بنقل مشہور ومعتبر مروی باشد۔

قال فى ردالمحتار: وكذا لاتخيير ... لوكان أحدهما ظاهر الرواية وبه صرح فى كتاب الرضاع من البحر حيث قال: الفتوى إذا اختلفت كان الترجيح لظاهر الرواية.

وفيه من باب المصرف: إذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع إليها، انتهٰى. (۳)

ونیز ترک فرمودن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکرار جماعۃ را در مسجد نبوی باآنکہ خود فرمود:

عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلاة فى مسجدى هٰذا خير من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام". (۴)

دلیل کراہت است چہ اختیار مفضول باوجود افضل از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بلا وجہ نباشد ووجہش بظاہر و **الغيب عند الله تعالىٰ** اہتمام شان جماعۃ است۔

تفصیلش اینکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درامر جماعۃ چہا را ہتمامات وتاکیدات فرمود وبرائے یک امر جماعۃ چہ قدر ترغیبات وترہیبات ارشاد کرد کہ قبل از اذان در مسجد حاضر آید ثوابش اینست وقبل دخول وقت اجرش وچنیں وخلف امام ومیامن صفوف وصف اول چناں وباز درشان متخلفین گاہے لفظ نفاق وگاہ وعید احراق بیوت ارشاد گشت وامثال این ہا۔

چنانچہ از کتب احادیث توان برآورد ومقصود اصلی ہمہ ایں وعدہ وعید ہون اجتماع مسلمین ومسارعۃ بسوی جماعۃ اولیٰ وعدم تخلف ازاں بود، ورنہ از شان رحمۃ للعالمین می زیبد کہ متخلفین را بوعید احراق نسوختند ے؛ بلکہ عذر شان قبول کردہ اشارۃ تکرار جماعۃ فرمودندے؛ مگر چوں مراد تاکد وجوب حضور جماعۃ اولیٰ بود قطعاً رگ تکرار ترا شیدند واشارۃ بکراہۃ تکرار تنصیص فرمودند ونظر غائر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در باب انجام ومآل آں قدر بود کہ جز شان نبوت ممکن التصور

(۱) ردالمحتار، باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۴۰۴/۲-۴۰۵، مكتبة بيروت، انيس

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار فى المقدمة: ۱۶۸/۱، مكتبة بيروت، انيس

(۳) ردالمحتار فى المقدمة: ۱۷۳/۱، انيس

(۴) صحيح البخارى، باب فى فضل الصلوٰة فى مسجد مكة والمدينة: ۱۵۹/۱ (ح: ۱۱۹۹) مكتبة ملت ديوبند، انيس

نیست، لہٰذا محتملات فساد راہم انسداد می فرمودند، پس دریں صورت اگر خود بذات خود تکرار جماعۃ فرمودندے ہمانا تشریع تکرار کردندے و باعث تفریق جماعۃ خویشتن گردیدندی و عکس مراد اہتمام اجتماع مثمر تفریق شدندے چرا کہ فعل خود را آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تشریع و تسنن میدانستند نہ بینی کہ بعد دخول مکہ محزون شدند کہ امۃ خود را در حرج انداختم واز دلوکشی چاہ زمزم بسبب ہجوم مردم بریں فعل ابا فرمودند و علی ہذا القیاس، بسیارے ازیں قسم از کتب حدیث باید دید وہم چناں اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ترک تکرار جماعۃ را عادت میداشتند، پس چوں خود صاحب شرع تکرار جماعت را ترک فرمود و اصحاب کرام راہم ہموں تعامل بود باوصف حرص حضرات ایشاں بر مثوبات و جماعات و ظاہر روایۃ علماء حنفیہ ہم ہمین باشد، بعد ازاں کدام حجۃ قوی تر ازیں خواہد بود و چوں درایت بار وایت موافق شود احق بالقبول میگردد۔

وقال شارح المنية ناقلاً عن ابن الهمام: ولاينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية، انتهٰى. (۱)

دریں صورت اگرچہ در تکرار جماعۃ ثوابی ہم باشد تا ہم ترک او اہم و مقدم خواہد بود چرا کہ فرمود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"ترک ذرة ممّا نهى اللّٰه عنه أفضل من عبادة الثقلين"، كذا في الأشباه. (۲)

وازیں جا است کہ بر جلب نفع درء مفسدہ را مقدم دارند۔

قال في الأشباه: إذا تعارضت مفسدة ومصلحة قُدِّمَ دفع المفسدة غالباً لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمأمورات، انتهٰى. (۳)

قال في فتح القدير: ترک المكروه مقدم علٰى فعل السنة، انتهٰى. (۴)

وآنچہ حدیث ترمذی باعث اشتباہ جواز تکرار می شود و آں اینکہ:

جاء رجل وقد صلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: أيكم يتجر علٰى هذا؟ فقام رجل وصلٰى معه. (رواه الترمذي) (۵)

وبہمیں معنی ابو داؤد ہم در سنن خود روایت کرد، پس فی الحقیقت بایں حدیث استدلال بر جواز درست نمی آید، چہ ازین حدیث جواز صلوٰۃ متنفل خلف مفترض ثابت شد وایں تکرار جماعۃ نیست؛ بلکہ متنازع فیہ تکرار جماعۃ مفترض خلف مفترض است وآنچہ ظاہر روایت حکم بکراہۃ او کرد واز فعل فخر عالم ترک او مستدل شد و تعامل صحابہ بر ترک آن شاہد است،

(۱) ردالمحتار في المقدمة: ۱/۱۷۲، مكتبة بيروت، انيس

(۲-۳) القاعدة الخامسة: وهي درء المفاسد أولٰى من جلب المصالح، ص: ۹۱، انيس

(۴) باب إدراک الفريضة: ۱/۴۹٤، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۵) سنن الترمذي، باب ماجاء في الجماعة في مسجد قد صلى فيه مرة: ۱/۵۳ (ح: ۲۲۰) / صحيح ابن خزيمة، باب الرخصة في الصلاة في المسجد الذي قد جمع فيه، الخ (ح: ۱٦۳۲) انيس

ہمیں اقتداء مفترض خلف مفترض است نہ مطلق تکرار، ورنہ صلوٰۃ تراویح بجماعۃ بعد جماعۃ عشاء راہم تحتمل کہ متمسک جواز تکرار گردانند واقتداء متنفل خلف مفترض بالاتفاق جائز است۔

أما إذا أدى الإمام الفرض والقوم النفل فلا كراهة لقوله عليه السلام للرجلين: إذا صليتما في رحالكما ثم أتيتما صلاة قوم فصليا معهم واجعلا صلاتكما معهم سبحة،انتهٰى. (۱)

قال الطحطاوي:(وقوله متنفل بمفترض)إشارة إلٰى أنه لاتكره جماعة النفل إذا أدى الإمام الفرض والمقتدى النفل،انتهٰى. (۲)

واگر تکرار متنازع فیہ راقیاس بریں قضیہ میکنند، پس باید دانست کہ ایں حدیث قضیہ شخصیہ واقعہ شدہ اصل درمحاورات کلامیہ ونصوص مدلول مطابقی می باشد، پس آنچہ ازیں حدیث مستفاد شد،تصدق وتجارت کسی است براں رجل مرحوم خاسر ومتخلف وبس وبر ہر متخلف وانچہ از شخصیات حکم کلی گیرند بقیاس می باشد وقیاس آنجا صحیح بود کہ نص مانع از تعدیہ حکم در آنجا نبود وایںجا کہ نصوص احراق بیوت متخلفین ونفاق آنان وعلۃ تفریق وتقلیل جماعۃ وکسل مسلمین مانع از قیاس موجود اند قیاس نتوان کرد ومگر درمثل ہمیں مرحوم متخلف چرا کہ حکم خلاف قیاس مقصور برمورد خود میماند، پس ہمہ قیود ایں نص مرعی ومعتبر خواہند بود اعنی اگر متخلفی از کاہلی نماندہ باشد ودرگوشۂ مسجد مطلقہ طلب احدی تنہا نماز شروع کردہ باشد وکسے متنفل، پس اوشود البتہ ایں تکرار جائز بلاکراہت مطلقہ خواہد بود و إلا فلا فليتدبر.

وآنچہ بخاری در سنن خود در ترجمۃ الباب تعلیقاً روایت کردہ۔

جاء أنس بن مالك رضى الله عنه إلٰى مسجدٍ وقد صُلِّي فيه فأذن وأقام وصلّى جماعة،انتهٰى. (۳)

جائے تردد نیست، چہ ایں فعل انس رضی اللہ عنہ مجمول بر مسجد طریق، یا مثل آں خواہد بود وچونکہ تکرار باذان وقامۃ بالاتفاق مکروہ تحریمی است، درمسجد محلّہ مجوزین راایں اثر نافع نیست ودریں صورت ایں فعل انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ معارض قول ایشاں کہ سابقاً گذشت نخواہد شد،فلیتأمل۔

الحاصل چوں روایت غیر مشہورہ تبوافق آثار واخبار مرجح گردو ظاہر روایۃً بسبب توافق آنہا بطریق اولیٰ راجح خواہد بود وہم ابن نجیم صاحب بحر در البحر الرائق از سراج وہاج روایت کرد۔

وإن دخل مسجدًا ليصلى فيه فإنه لايؤذن ولايقيم وإن أذن فى مسجد جماعة وصلوا يكره لغيرهم أن يوذنوا ويعيدوا الجماعة ولكن يصلون وحداناً،انتهٰى. (۴)

(۱)　ردالمحتار،باب في إدراك الفريضة: ۵۰۶/۲،انیس
(۲)　حاشية الطحطاوي على الدر المختار،باب في الوتر والنوافل: ۲۵۳/۱،انیس
(۳)　صحيح البخاري،باب في فضل صلاة الجماعة: ۸۹/۱،مكتبة ملت ديوبند،انیس
(۴)　البحر الرائق،باب في شروط الصلاة: ۴۶۲/۱،مكتبة زكريا ديوبند،انیس

ونقل ایں روایت در محل استدلال وعدم تعاقب بران دلیل کراہت جماعت واختیار وحدت است از صاحب بحر در کنز العباد گفتہ فی فوائد الجامع الصغیر۔

إذا دخل الرجل مسجدًا قد صلى فيه بجماعة وهو مسجد قوم معروف فإنه يصلى فيه وحده بغير أذانٍ وإقامة وإن صلىٰ وحده بأذان وإقامة يكره، انتهىٰ.

وہم در درمختار گفت:

بقي ما إذا تعددت الجماعات في المسجد وسبقت جماعة الشافعية مع حضور نقل الطحطاوى عن رسالة لابن نجيم أن الأفضل الاقتداء بالشافعي بل يكره التأخير؛ لأن تكرار الجماعة في مسجد واحد مكروه عندنا على المعتمد إلا إذا كانت الجماعة الأولىٰ غير أهل ذلك المسجد أو أديت الجماعة علىٰ وجه مكروه، انتهىٰ. (۱)

وطحطاوی ایں روایت در باب امامہ نقل کند ومعلوم است کہ ہر جا کہ تعدد جماعت مذاہب است بتغیر ہیئۃ اولی باختلاف مکان وبلا اذان است وکراہت را عند الاطلاق شنیدۂ کہ تحریم است دریں جا بیان روایت شرح منیہ ضرور است۔

قال: أما لو كان له إمامٌ ومؤذن فيكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة عندنا.

وعن أبي حنيفة: لو كان الجماعة الثانية أكثر من ثلثة يكره التكرار وإلا فلا.

وعن أبي يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة علىٰ هيئة الأولىٰ لاتكره وإلا فتكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا في البزازية. (۲)

ردالمحتار بعد ایں روایت افزود:

وفي التاتارخانية عن الولوالجي: وبه نأخذ، انتهىٰ. (۳)

پس اولا باید دانست کہ ہیئۃ جماعت اولی بسہ چیز است، یکے اذان دوم اقامۃ سوم محراب کہ مقام امام است امامدخل اذان واقامۃ در ہیئۃ جماعت پس در ہدایہ گوید:

ولو صلىٰ منفردًا في بيته اَذّنَ وأقَامَ ليكون الأداء علىٰ هيئة الجماعة، انتهىٰ. (۴)

ولیکن محراب پس آں از شرح منیہ معلوم می شود۔

---

(۱) ردالمحتار، مطلب في إذا صلىٰ الشافعي قبل الحنفي هل الأفضل الصلاة مع الشافعي أم لا: ۲/۳۰۳، انیس

(۲) ردالمحتار، باب في الإمامة: ۲/۲۸۹، انیس

(۳) ردالمحتار، باب في الإمامة: ۲/۲۸۹، انیس

(۴) فإن صلى في بيته في المصر يصلي بأذان واقامة ليكون الأداء علىٰ هيئة الجماعة وإن تركها جاز. (الهداية، باب في الأذان: ۱/۷٦، انیس)

قال: وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا فى البزازية، انتهى. (۱)

وایں ہر سہ امر در جماعۃ اولیٰ موجودند، پس برفع یکے ازیں ہا عدم ہیئۃ اولیٰ خواہد گشت، اگر چہ نفس ہیئۃ جماعۃ باقی ماند، چناں چہ لفظ تختلف ہمیں اشارہ میکند وچونکہ اذان واقامت را در ہیئۃ مدخل ظاہر است، شارح منیہ را حاجت اثبات اختلاف ہیئۃ بترک آن ہا نیفتاد، مگر محراب از انکہ بظاہر دخل در ہیئۃ جماعۃ نداشت، چرا کہ مسجد جملہ یک موضع باشد محل دون محل خصوصیت ندارد ومع ہذا خصوصیت محراب وقت کثرت جماعۃ است تا مقام امام وسط صف بود وسنیۃ او ہمیں وجہ است، ورنہ در ترک او حرج نیست بخلاف اذان واقامت، لہٰذا شارح منیہ از بزازیہ سند آورد ازیں جا احتمال می شود کہ بسبب خفاء ایں امر کہ اختلاف مکان را دخل در تغیر ہیئۃ است یا نے شاید کسی منکر ایں امر شدہ باشد، لہٰذا درمختار از تاتارخانیہ آورد:

وبه نأخذ أى باختلاف الهيئة بالعدول عن المحراب. (۲)

وقرینہ اوست کہ ردمحتار در باب اذان گفت:

نعم قد علمت أن الصحيح أنه لايكره تكرار الجماعة إذا لم تكن على الهيئة الأولى. (۳)

بالفظ صحیح لفظ ماخوذ نگفت حالانکہ "**به نأخذ**" از "**هو الصحيح**" آکد است ودر چنیں محل سند بقوی اقدم است؛ مگر آں کہ صریح معلوم شود کہ ضمیر بہ ناخذ سوئے اختلاف ہیئۃ نیست؛ بلکہ بسوئے عدم کراہت است آنگاہ سبیل او سبیل لصحیح ہوا خواہد بود، چناں چہ بیاید۔ الغرض چوں مدخل ہر سہ امر در ہیئۃ جماعۃ اولیٰ دریافت اگر ہر سہ امر مرتفع شوند قطعاً ہیئۃ اولیٰ نیست، اگر دو امر مرتفع شوند ہر کدام دو باشند، یا اذان واقامۃ، یا اذان ومحراب، یا اقامت ومحراب تاہم ہیئۃ مرتفع خواہد شد؛ **لأن للأكثر حكم الكل** واگر یک امر مرتفع شود ہر کدام یک باشد، نیز ارتفاع ہیئۃ اولیٰ خواہد شد چرا کہ ارتفاع مجموع برفع یک جز ہم میگردد وبہمیں ناظر است، ظاہر عبارت بزازیہ منقولہ شرح منیہ کہ فقط باختلاف محراب حکم باختلاف ہیئۃ اولیٰ کردو بہمیں است کہ در حرمین شریفین بر ترک اذان ومکان اکتفاء کردند وترک اقامت را ضرورت ندانستند وہم باید دانست کہ عدول از محراب از دو امر سابق خود کہ ترک اذان واقامۃ است ادنیٰ حال دارد چرا کہ سنیت قیام امام در محراب لغیر است کہ توسط امام است۔

قال فى ردالمحتار: السنة أن يقوم الإمام فى المحراب والظاهر أن ذلك عند كثرة الجماعة لئلايلزم قيامه فى غير الوسط ولولم يلزم ذلك لايكره، انتهى. (۴)

(۱) وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة فيما روى عن الثانى.(الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية، باب الإمامة، نوع فيما يكره ومالايكره: ٥٦/٤، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) ردالمحتار، باب فى الإمامة: ٢٨٩/٢ ، انيس

(۳) ردالمحتار، باب فى الأذان: ٦٥/٢، انيس

(۴) السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف... الظاهر هذا فى الإمام الراتب لجماعة كثيرة لئلا يلزم عدم قيامه فى الوسط فلولم يلزم ذلك لايكره.(ردالمحتار، باب فى الإمامة: ٣١٠/٢، مكتبة بيروت، انيس)

پس معلوم شد کہ ترک محراب مکروہ تنزیہی است، وقت کثرت جماعۃ، ورنہ جائز و چوں بترک ادنیٰ اختلاف ہیئۃ می شود، چنانچہ بزازیہ گوید بترک اعلیٰ بطریق اولیٰ خواہد شد، چرا کہ آن دو باقی از خواص جماعۃ اند خصوصاً اقامۃ و درین وقت اگر تکرار جماعۃ باذان واقامۃ وقیام امام درمحراب کنند کراہت اشد خواہد بود وبدون اذان فقط کم از ان وبدون اذان واقامۃ فقط درمحراب کم ازاں وبدوں ہر سہ کمتر ازاں چرا کہ درظاہر روایت دراطلاق کراہۃ ہیچ شق را مستثنیٰ نکرد وبہر حال افراد اختیار کرد گوفیما بین خود در کراہۃ متفاوت باشند وصاحب بحرورسالہ خود باوصف تبدیل ہیئۃ اولیٰ کہ از عادت مکررین جماعۃ وتعارف شان معلوم است کہ بلاتکرار اذان میکنند حکم کراہۃ تکرار جماعۃ کرد ہمون رامعتمد داشت ودرالبحر الرائق ہم از سراج تصریح بوحدۃ میکنند۔

پس واضح شد کہ تبدل ہیئات ثانی رافع کراہۃ مطلقہ نیست البتہ تغلیظ تحریم رفع می گردد وبالا گذشت کہ افراد کراہت تحریمیہ درتغلیظ وتخفیف متفادت می باشد، پس انچہ کسان قرار دادہ اند کہ جماعۃ مکررہ اگر باقامۃ باشد مکروہ واگر بارتفاع ہر سہ امور جائز بلا کراہت مطلقہ درمحل خود نیست، چرا کہ چوں اختلاف ہیئۃ در ہر دو موجود است فرق مکابرۂ محض خواہد بود وعلی ہذا القیاس در دیگر شقوق؛ بلکہ کراہت در ہمہ موجود است اگرچہ کراہۃ یکے افحش از دیگر باشد وبعد ایں تمہیدات معنی روایت شرح منیہ مذکورہ باید، دریافت کہ چوں اول شارح منیہ گفت: "**یکرہ تکرار الجماعۃ عندنا**"، پس صاف اقرار بلفظ عندنا از علماءِ ثلاثہ حنفیہ نمودہ کراہت تحریمیہ ثابت کرد وچرا کہ تحریم تکرار باذان واقامۃ متفق علیہا است وعند الاطلاق ہموں تحریم مراد باشد، چوں از ظاہر روایت کراہت تکرار در ہمہ شقوق از ظہیریہ معلوم شد لہذا مفہوم مخالفت اذان واقامت مضر نیست، چرا کہ آنچہ شارح منیہ روایت کرد ہمون ظاہر روایت علماء ثلثہ است، کما لایخفی وتبقید شارح منیہ ظاہر روایۃ مقید نخواہد شد زیرا کہ اولاً مفہوم اکثریست نہ کلی ومع ہذا مفہوم درصورت مخالفۃ منطوق روایت دیگر ہرگز معتبر نیست وصاحب ظہیریہ بتصریح اختیار وحدت از ظاہر روایت آوردہ غایۃ آنکہ شارح منیہ از بعض شقوق سکوت کرد، پس شارح منیہ بعد ثبات کراہت تحریم تکرار روایتی دیگر از ابو یوسفؒ نقل کرد کہ رفع کراہۃ تحریم از و مستفاد شد درصورت اختلاف ہیئہ اولیٰ، **فقولہ: لایکرہ أی تحریمًا**.

حاصل ایں شد کہ از ابو یوسفؒ درروایتی منقول است کہ بسبب اختلاف ہیئہ کراہۃ تحریمہ نمی ماند نہ آنکہ کراہۃ مطلقاً مرتفع شود اگرچہ دربعض صور اختلاف کراہۃ اخف باشد از بعض دیگر چناں کہ بترک ہر سہ امور و بیانش بالا گذشت، ورنہ لازم آید کہ اگر اختلاف ہیئۃ اولیٰ فقط بترک محراب گردد واذان واقامت بحال خود ماند، تاہم کراہت نبود چرا کہ ہیئۃ اولیٰ نیست بسبب عدول محراب، چناں چہ از بزازیہ معلوم شد وایں ظاہر البطلان است، پس شارح منیہ گفت کہ صحیح ہمیں است کہ تغلیظ کراہۃ دراختلاف ہیئۃ مخفف می شود، چنانکہ ظاہر روایت است کہ علی الاطلاق کراہۃ تحریم تکرار از و مستفاد ومتبادر است۔

لأن المكروه إذا أطلق فی كلامهم فالمراد منه التحريم إلا أن ينص على التنزيه،انتهٰی من رد المحتار. (۱)
پس تامل درکار است ظاہر روایت و ایں روایت ابو یوسفؒ را در اصل کراہۃ اختلاف نیست ومؤیدانیست کہ صاحب بحر ہمیں روایت ابو یوسف را بلفظ: ''لابأس'' نقل کردہ۔

قال فی البحر: وفی المجتبٰی: یکرہ تکرارها فی مسجد بأذان وإقامة وعن أبی یوسف إنما يكره تكرارها بقوم كثير أما إذا صلی واحد بواحد أو اثنين فلا بأس به وعنه: لابأس به مطلقًا إذا صلی فی غير مقام الإمام وعن محمد إنما يكره تكرارها علٰی سبيل التداعی أما إذا كان خفيةً فی زاوية المسجد فلا بأس به،انتهٰی. (۲)
چرا کہ لفظ لاباس کراہۃ تنزیہ را تقاضا می کند۔

قال فی ردالمحتار عن النهاية: لفظ لابأس دليل علٰی أن المستحب غيره لأن البأس الشدة انتهٰی. (۳)
وترک مستحب واولیٰ جائیکہ دلیل کراہۃ موجود باشد مکروہ تنزیہی میشود ومانحن فیہ از ہمین قسم است کما لا یخفٰی، واگر قید مفہوم اذان واقامت درروایۃ شرح منیہ معتبر باشد، چنانچہ بعضے گویند معنی ایں روایت ایں شد کہ تکرار باذان واقامۃ مکروہ وبدوں آنہا غیر مکروہ دانستے کہ بترک اذان واقامۃ تغیر ہیئۃ اولی می گردولہذا معنی اوبعینہ ایں گشت کہ بلا تغیر ہیئۃ مکروہ وبے تغیر ہیئۃ غیر مکروہ۔
پس میگوئیم کہ نقل ایں روایت ابی یوسفؒ لغو محض شد واصلا فیما بین ظاہر روایت مذیلہ بلفظ عندنا وایں روایت معبرہ بعن ابی یوسفؒ مقابلہ نماند وابو یوسفؒ دریں روایت خود ہرگز خلاف ظاہر روایت خود نمی گفت پس نقلش بچہ معنی ومراد ضرورت افتاد، واگر از قولہ: '' إن لم يكن علٰی هيئة الأولٰی'' عدم ہر سہ امور مراد دارند ودر روایت بزازیہ باقول او بالعدول عن المحراب قید مع ترک الاذان والاقامۃ افزایند، اگر چہ ظاہر عبارت بزازیہ ازاں اباء دارد مگر تاہم لفظ لا باس بحر کراہۃ تنزیہ را مقرر میسازد حاصل آں کہ دریں روایت ابی یوسفؒ مراد عدم کراہۃ تحریم است نہ عدم کراہۃ تنزیہ فافہم ونیز تحت قوله عليه السلام: ''لايصلی بعد صلاة مثلها''. عینی در شرح کنز وصاحب مستخلص در شرح آں وصاحب کفایہ وعنایہ در حاشیہ ہدایہ روایت می کنند:

ومن مشايخنا من قال: المراد به الزجر عن تكرار الجماعات فی المساجد وهو حسن،انتهٰی (۴)
ودر فتح القدیر گفت: أو محمول علٰی تكرار الجماعة علٰی هيئته الأولٰی،انتهٰی. (۵)

(۱) ردالمحتار،باب فی المياه: ۳۸۵/۱،انيس
(۲) فی باب الإمامة: ۶۰۵/۱،مكتبة زكريا،انيس
(۳) ردالمحتار،باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۴۳۰/۲،انيس
(۴) العناية،فصل فی القراءة: ۴۶۰/۱،دار الفكر بيروت،انيس
(۵) فتح القدير،فصل فی القراءة: ۴۵۹/۱،دار الفكر بيروت،انيس

والدر المختار تحت ہمیں خبر گفت:

قال فخر الإسلام: لوحمل علٰى تكرار الجماعة فى مسجد له أهل أو علٰى قضاء الصلٰوة عند توهم الفساد لكان صحيحًا، نهر، وما ذكره عن فخر الإسلام نقله فى البحر أيضًا عن شرح الجامع الصغير لقاضى خان ثم قال فى البحر: فالحاصل أن تكرار الصلاة إن كان مع الجماعة فى المسجد علٰى الهيئة الأولٰى فمكروه، انتهٰى. (۱)

وازیں روایات ہم کراہۃ تحریم تکرار جماعۃ مستفاد شد چرا کہ لفظ: ''لایصلی'' کہ نفی بمعنے نہی ست، زجر وتحریم رامی خواہد، پس اکثر علماء آں را بر اطلاق داشتہ اند مثل تعمیم ظاہر روایۃ ومماثلہ در نفس جماعۃ گرفتہ اند چرا کہ مماثلۃ در ہمہ اوصاف محال است مگر صاحب فتح وبحر قید ہیئۃ اولیٰ افزودہ اند وبیانش در تقریر روایت شرح منیہ گذشت کہ مراد عدم کراہۃ تحریم است اگر مفہوم قید گیرند ورنہ کلام صاحب بحر دریں روایت بحر وروایت رسالہ خود کہ طحطاوی اذاں نقل می کند وروایت سراج منقولہ مسلمہ خود در بحر متعارض خواہد بود وہو مستبعد کما لا یخفیٰ وہم نکیر علماء بر تکرار جماعۃ حرمین شرفین باوجود تبدیل ہیئۃ حجۃ کراہۃ است چرا کہ گو تکرار شان بسبب تبدل ہیئۃ حسب ایں روایات مقیدہ از درجۂ تحریم برآمد، مگر تاہم کراہۃ مخففہ را معمول بہا کردن لائق نیست، چرا کہ تفریق جماعت وکسل در آن ہم موجود است ودر ردمختار بعد نقل نمودن آثار کہ از بدائع بالا نقل شد منقول است۔

ولأن فى الإطلاق هٰكذا تقليل الجماعة معنى فإنهم لا يجتمعون إذا علموا أنها لا تفوتهم وأما مسجد الشارع فالناس فيه سواء لا اختصاص له بفريق دون فريق. ومثله فى البدائع وغيرها، ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرار فى مسجد المحلة ولو بدون أذان، ويؤيده ما فى الظهيرية من ظاهر الرواية وهٰذا مخالف لحكاية الإجماع المارة، وعن هٰذا ذكر العلامة الشيخ رحمه اللّٰه السندى تلميذ المحقق ابن الهمام فى رسالة: أن ما يفعله أهل الحرمين من الصلوات بأئمة متعددة وجماعات مترتبة مكروه اتفاقاً ونقل عن بعض مشايخنا إنكاره صريحًا حين حضروا الموسم بكمة ٥٥١ ھ منهم الشريف الغزنوى و ذكر أنه أفتٰى بعض المالكية به بعدم جواز ذلك علٰى مذهب العلماء الأربعة ونقل إنكار ذلك عن جماعة من الحنفية و الشافعية والمالكية وأقره الرملى فى حاشية البحر، انتهٰى. (۲)

وبالجملہ ازیں روایات واضح شد کہ باوصف اختلاف ہیئت اولی کراہت باقی میماند گونزد بعض تنزیہ باشد وہم در کنز العبادمی گوید:

---

(۱) ردالمحتار، باب فى الوتر والنوافل: ٤٨٥/٢، مكتبة بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، باب فى الإمامة: ٢٨٩/٢، مكتبة بيروت، انيس

وفی الکافی: لایجوز تکرار الجماعة عندنا وفی الجامع الصغیر: رجل دخل مسجدًا قد صلی أهله فیه فإنه یصلی بغیر أذان وإقامة لأن فی تکرار الجماعة تقلیلها بأن کل واحد لایخاف فوت الجماعة فیکون مکروهًا، انتهٰی. (۱)

دریں جا بعض کسان را روایت طحطاوی در تشویش می اندازد و آں قول او است فلا کراهة مطلقًا لہٰذا بیانش ضرورت افتاد۔

قال الطحطاوی فی باب الأذان عند قوله: بل یکره فعلهما ظاهره کالبحر إنها تحریمة، انتهٰی. (۲)

ثم قال فی باب الإمامة تحت قوله فی مسجد محلة: أی جارة والذی فی المجتبی الإطلاق هو أوجه لمایلزم من الأذان التخلیط والتلبیس فربما یظن الخطاء فی الأذان الأول أما إذا کررت بغیر أذان فلا کراهة مطلقًا وعلیه المسلمون. انتهٰی. (۳)

پس اولاً بشنوید کہ ظاہر عبارت طحطاوی آنست کہ فارق در کراہتِ تکرار وعدم آں وجود اذان است وعدم آن وبس ولہٰذا اقامت وعدول محراب راذکر نکردہ وانچہ او دلیل کراہتِ آورد، البتہ در اذان است وبس واز بیان دلیل واحد عدم اولہ ویگر لازم نیست کمالا یخفی واقتضاایں دلیل تحریم است ومع ہذا افشاء معصیت واظہار تقصیر وکسل خود از شمول جماعت اولیٰ درصورت اذان بدرجہ کمال است، لہٰذا طحطاوی گفت کہ صاحب درمختار قید محلّہ می افزاید واز مجتبیٰ کہ عبارتش از بحر سابقاً نقل شدہ، اندریں رسالہ اطلاق مساجد مفہوم می شود وہمیں اوجہ معلوم می شود، پس درصورت تکرار جماعت باذان چنانچہ تحریم کراہت درمسجد محلّہ است دردیگر مساجد ہم شاید واما اذا کررت بلا اذان فلا کراہۃ اے تحریماً مطلقاً اے فی جمیع المساجد از انجا کہ لفظ مطلقاً در جنب فلا کراہت اُفتاد تو ہم شُد کہ مراد عدم کراہت مطلقہ است؛ یعنی نہ تحریم ونہ تنزیہ چنیں نیست؛ بلکہ مطلقاً ہمون اطلاق ست کہ درصدر روایت گوید۔

والذی فی المجتبیٰ الإطلاق ثم قال: وعلیه المسلمون أی من بعد القرون الثلثة والسلف وکراهته تنزیه (أزقوله) وعلیه المسلمون.

ہم توان فہمید چرا کہ ہمہ مسلمین از خاص تا عام اتفاق دارند کہ جماعت ثانی اولی نیست وعدم اولویت ہمان کراہت تنزیہ باشد جائیکہ دلیل کراہت موجود بود غایۃ آنکہ کراہت جنس مشکک است وتحت او دونوع مندرج اند یکے کراہت تنزیہ کہ جنس اوکراہت وفصل او سنیۃ الترک وبعض افراد قریب تحریم وبعضے کم از اں واساءۃ کہ افحش از کراہت تنزیہ است وانہم دریں

(۱)　کذافی البحر الرائق، باب الإمامة: ۳۶۶/۱، دار الکتاب الإسلامی بیروت، انیس

(۲)　باب الأذان: ۱۸۸/۱، انیس

(۳)　حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب فی الإمامة: ۳۴۰/۱، انیس

کراہتہ مندرج است دویم کراہتہ تحریم وفصل اووجوب الترک واین ہم حسب قلت وکثرت مفاسد درجات دارد وتواند کہ سہ نوع قرار دادہ شوند وثالث متوسط اساءۃ باشد دریں صورت جنس اساءۃ سنیۃ الترک وفصل تنزیہ استحباب الترک خواہد بود، پس طحطاوی آں چہ نفی کراہت کردہموں نوع کراہت تحریم است کہ درباب اذان اعتراف آن کردہ نہ مطلق کراہتہ دریں صورت ہیچ خلافی نیست وچگونہ باشد کہ خود طحطاوی درباب امامۃ از ابن نجیم نقل میکند:

بل يكره التأخير؛لأن تكرار الجماعة فى مسجد واحد مكروه عندنا على المعتمد.

چنانچہ گذشتہ وایں روایت رامسلمہ داشتہ سندی آرد وپیدااست کہ جماعت حنفیہ بعد شوافع بلااذانست واگر چناں نباشد کہ مایان تقریر کردیم طحطاوی درکلام خود متعارض خواہد بودولیس کذالک؛ بلکہ ناظرین بسبب قلت تدبر درتعارض افتادہ اندونیز درردالمحتار آرد۔

ماقاله الحلوانى مبنى علىٰ ماكان فى زمن السلف من صلاة الجماعة مرة واحدة وعدم تكرارها كما هوفى زمنه صلى اللّٰه عليه وسلم وزمن الخلفاء بعده وقد علمت أن تكرارها مكروه فى ظاهر الرواية إلا فى رواية عن الإمام ورواية عن أبى يوسف كما قدمناه وسيأتى قريبًا أن الراجح عند أهل المذهب وجوب الجماعة وأنه يأثم بتفويتها اتفاقاً وحينئذٍ يجب السعى بالقدم لا لأجل الأداء فى أول الوقت أوفى المسجد بل لأجل إقامة الجماعة وإلا لزم فوتها أصلا أو تكرارها فى مسجدٍ واحدٍ إن وجد جماعة أخرىٰ وكل منهما مكروه،انتهىٰ. (۱)

دریں روایت بنظر ماتقدم پیدااست کہ تکرار محکوم الکراہتہ بلااذان ست وایں ہم متحقق شد کہ درزمان صحابہ کرام وسلف عظام تکرار جماعتہ نبود، چنانچہ خود درردالمحتار از شرح جامع صغیر نقل کرد: **إن تكرار الجماعة بدعة،انتهىٰ.**

وعلماءِ ثلثہ حنفیہ قائل کراہتہ اند جز یک روایت امام ویک روایت ابی یوسفؒ کہ مفاوش کراہتہ تحریم نیست بلکہ تنزیہ وہمچناں روایتی از امام محمد، چنانچہ از بحرنقلش درسابق کردہ شدوچنیں روایات شاذہ قادح مذہب نیستند، لہٰذا قول طحطاوی: ''وعليه المسلمون'' رابقید بعد القرون الثلثۃ والسلف مقید کردہ ایم وانچہ درردمحتار ازخزاین نقل کرد:

قوله: يكره تكرار الجماعة فى مسجد المحلة بأذان وإقامة إلاإذا صلى بهما أولا غيرأهله أوأهله لكن بمخافة الأذان ولوكررأهله بدونها أوكان مسجد طريق جازإجماعًا...ونحوه فى الدرر،قال فى المنبع: والتقييد بالمسجد المختص احترازمن الشارع وبالأذان الثانى احتراز عما إذا صلىٰ فى مسجد المحلة جماعة بغيرأذان حيث يباح إجماعًا،انتهىٰ. (۲)

---

(۱) ردالمحتار،مطلب فى كراهة تكرار الجماعة فى المسجد: ۶۵/۲،انيس

(۲) الدرالمختارمع ردالمحتار،باب فى الإمامة: ۲۸۸/۲،مكتبة زكريا،انيس

ونیز عبارت شرح مجمع کہ در عالمگیریہ ہم منقول است، حیث قال:

وقیّد بأذان ثان؛لأنهم إن صلوا بلا أذان حیث یباح اتفاقاً.(۱)

پس جائے خدشہ نیست چرا کہ **قوله: یکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة** ظاہر است کہ کراہت تحریم مراد است، چنانچہ بالائے ہمین قول ردالمحتار گفت: **یکره أی تحریمًا بقول الکافی لایجوز والمجمع لایباح وشرح الجامع الصغیر أنه بدعة،انتهٰی.** پس انچہ گفت بعد اذان **ولو کرربدونهما جاز إجماعًا.** پس برفع وصف اذان واقامہ نفی ہمون نوع تحریم کردہ نفی نوع دیگر کہ تنزیہ است ولفظ جواز منافی کراہت نیست چرا کہ بسا است کہ از جواز کراہۃ دون تحریمہ مراد دارند۔

قال فی ردالمحتار: وقد یقال أطلق الجائز وأراد به ما یعم المکروه،ففی الحلیة عن أصول ابن الحاجب أنه قد یطلق ویراد به مالایمتنع شرعًا وهویشمل المباح والمکروه والمندوب و الواجب لکن الظاهر أن المراد المکروه تنزیها؛لأن المکروه تحریمًا ممتنع شرعًا منعًا لازمًا،انتهٰی.(۲)

غرض آنچہ کم از کم کراہۃ تحریم است بر آں گاہ لفظ جائز اطلاق کنند پس از لفظ جاز اجماعاً در خزائن ہمیں کراہۃ دون التحریم مراد است وسابق اشارہ رفت کہ افراد کراہۃ متفاوت اند وبتغیر ہیئۃ تخفیف کراہۃ می شود فلا منافاۃ ورنہ لفظ اجماعاً را معنی صحیح نخواہد آمد کما ہوالظاہر ولہٰذا صاحب ردمحتار بر ظاہر ایں عبارت تعاقب کردہ گفت **وهٰذا مخالف لحکایة الإجماع المارة،** چنانچہ بالا نقل کردہ شد ومباح آنکہ فعل وترک او یکسانست ودر فعل وترک او ثواب وعقاب نبود وگاہ باشد کہ از مباح مکروہ تنزیہ مراد گیرند ودر ردمحتار در باب اوقات مکروہہ گفت:

الظاهر أنه أراد بالمباح مالایمتنع فلاینافی کراهة التنزیه،انتهٰی.(۳)

پس آنچہ در شرح مجمع وغیرہ گفت یباح اتفاقاً منافی کراہۃ تنزیہ نیست ورنہ لفظ اتفاقاً را ہیچ معنی نخواہد بود چرا کہ اتفاق ائمہ بر کراہۃ دریافت **وعلٰی هٰذاالقیاس** در ہر روایۃ کہ ایں قسم الفاظ باشند باعث حیرت نیستند، چنانکہ لفظ **لابأس ولم یربأسًا** چرا کہ ایں الفاظ منافی کراہۃ تنزیہ میند، چنانچہ در ماسبق تحقیق رفت وانچہ در بعض کتب **یجوز إجماعًا بلا کراهة** گفتہ اند، پس معنی آں بلا کراہۃ تحریمہ است۔ چنانچہ حلبی وطحطاوی وردالمحتار در شرح قول درمختار گفتند:

یجوز بلا کراهة أی تحریمة أذان صبی،إلخ.

وخود معلوم شد کہ لفظ جواز بر ما دون تحریم شایع است، لہٰذا از **جاز بلا کراهة** کراہۃ تنزیہ دون تحریم مراد است

---

(۱) الفتاوی الهندیة،فی الفصل الأول فی الجماعة: ۸۳/۱،انیس

(۲) ردالمحتار. باب فی سنن الوضوء: ۲۴۲/۱،انیس

(۳) ردالمحتار،باب فی أوقات الصلاة: ۲۷/۲،مکتبة بیروت،انیس

ومعہذا میگویم کہ معنی عبارۃ منبع اینکہ قولہ: وبالأذان الثانی احترازعما إذا صلٰی أی أولا فی مسجد المحلة جماعة بغير أذان، یعنی اول جماعۃ بغیر اذان کردہ باشد، حیث یباح التکراربأذان إجماعًا، چراکہ ایں تکرار باذان ثانی نشد؛ بلکہ ایں اذان خود اذان اول است ودرروایت شرح مجمع درقول آں إذا كان المسجد له إمام معلوم وجماعة معلومة فصلوا فيه بأذان وإقامة لايباح تكرار الجماعة بأذان وإقامة ظاہراست کہ ضمیر صلوا راجع بسوئے امام معلوم وجماعۃ معلومہ است۔

پس ازاں کہ عبارت است: وقيد بأذان ثانی؛لأنهم لوصلوا بلا أذان يباح اتفاقاً ایں ضمیران صلوا، نیز طرف ہمون امام وجماعۃ معلومہ ہست، پس معنی چنیں شد لأنهم أی الجماعة المعلومة إن صلوا أی أولا بلا أذان يباح اتفاقاً چراکہ ایں اذان اذان اول است نہ ثانی وہمچناں معنی عبارت عالمگیریہ است وایں ترجمہ ایں عبارات اولیٰ واظہراست، ازاں ترجمہ کہ مجوزین میکنند وانتشار ضمایر بلاضرورت برسر گیرند ودرتعارض روایات می افتند وایں مسئلہ ہمون مسئلہ است کہ درخزاین گفتہ:

وأما عبارة ردالمحتارنعم قد علمت أن الصحيح أنه لا يكره تكرار الجماعة إذا لم يكن علٰى هئية الأولٰى، انتهٰى. (۱)

پس مخالف کراہۃ تکرار نیست چراکہ صاحب ردالمحتار بایں عبارت اشارہ بروایت شرح منیہ منقولہ خود می کند ومعنی شرح منیہ دریافت شد ومعہذا مختار صاحب ردالمحتار ہمونست کہ درظاہرروایت است دلیل بریں مدعا آنکہ او بعد نقل عبارت خزاین وپیش کردن دلائل کراہۃ تکرار بطور نقض برظاہر عبارت خزائن می گوید ومقتضی هٰذاالاستدلال كراهة التكرارولوبدون أذان ويؤيده ما فی الظهيرية، إلخ وایں عبارت خود درمختار است كمالايخفی ومعلوم است کہ روایتی راکہ معلل بیان کنند رجحان اورااست نزد قایل۔

قال فی ردالمحتار: وكذا لوعللوا أحدهما دون الآخر كان التعليق ترجيحًا للمعلّل، انتهٰى. (۲)

پس معلوم شد کہ صاحب ردمختار ہمیں روایت کراہۃ رااختیار کردہ ونیز از سنن ترمذی استظہار کراہۃ می گردد:

حيث قال: وقال آخرون من أهل العلم: يصلون فرادٰى وبه يقول سفيان وابن المبارك والشافعی يختارون الصلاة فرادٰى.

البتہ عبارت اوّل:

''وهوقول غيرواحد من أهل العلم من أصحاب النبی صلی اللّٰه عليه وسلم وغيرهم من

(۱) ردالمحتار، باب فی الأذان: ۶۵/۲، مكتبة بيروت، انيس

(۲) ردالمحتارفی المقدمة: ۱۷۳/۱، مكتبة بيروت، انيس

التابعين قالوا: لابأس أن يصلى القوم جماعة فى مسجد قدصلّٰى فيه وبه يقول: أحمد وإسحاق،انتهٰى. (۱)

بظاہر متعارض است بانچہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردکہ!

عن أنس بن مالک كان أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة صلوا فرادیٰ،انتهى. (۲)

مگر فی الواقع تعارض نیست چرا کہ ترمذی بلفظ **لا بأس** روایت می کند ولا باس مخالف کراہۃ تنزیہ نیست۔ پس تواند کہ کراہۃ تنزیہ نزد ایشاں ہم محقق باشد وقوله **يختارون الصلوٰة فرادیٰ أى تاكدًا.** واختیار منافی تاکد نیست لہٰذا لفظ باس واختیار در ترمذی متقابل مانند وتعامل امر دیگر است ولا باس بودن امر دیگر۔ پس اگرچہ نزد بعض ایشاں تکرار مکروہ تحریمی نبود مگر تاہم تکرار ترک میداشتند **فإن ترک ذرة مما نهى اللّٰه تعالٰى خير من عبادة الثقلين** وحضرت ایشاں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالطبع مائل تجربہ بودند فلا منافات ہمانا کہ ترمذی گفت کہ احمد واسحاق وغیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین تکرار رابدرجہ کراہۃ تنزیہی داشتند خلاف دیگران کہ ایشاں تحریم می دانستند ودر میزان شعرانی گوید:

ومن ذلک قول أبى حنيفة ومالک والشافعي:من دخل مسجدًا فوجد إمامه قد فرغ من الصلاة كره له أن يستأنف فيه جماعة أخرىٰ إلا أن يكون المسجد علٰى مَمرِّ الناس،انتهٰى. (۳)

ومشروعیۃ صلوٰۃ خوف خود دلیل است واضح بر کراہۃ تکرار نزد اہل علم وفہم بشرط تامل وانصاف۔

الحاصل ایں جملہ روایت منقولہ ناظر کراہۃ تکرار جماعۃ اندر مسجد محلّہ از بعضے ازانہا کراہۃ تحریمہ مستفاد می شود مطلقاً واز بعض کراہۃ تنزیہ درصورت تغیر ہیئۃ، مگر دراصل کراہۃ متفق اند وانچہ خلاف است در تحریم وتنزیہ است، پس بعدازیں دراصل کراہۃ تردد لائق نیست البتہ کراہۃ امر مطلق است درصورتے شدید ودرصورتے خفیف وانہم حسب مفاسد ومقتضائے وقت وحال مختلف می شود، چنانچہ در مبدء رسالہ اشارہ بداں شد وبعدازاں باید دانست کہ چوں شے واحد باعتباری وجہتی محکوم حکمی شرعی گشت حکم دیگر ضد ایں حکم ہرگز بروئے محمول نمی تواں شد، مگر باعتبار دیگر مثلاً ادائے صلوٰۃ عصر وقت اصفرار بسبب خطاب وامر واجب است وبایں جہۃ محکوم بکراہۃ ہرگز نمی تواند شد چرا کہ مامور مکروہ ہرگز نبود کہ امر حسن رامی خواہد نہ قبح راو انچہ کراہۃ دارند ویست بسبب مجاور است کہ مشابہت کفار است، **كما لا يخفٰى على الماهرين،وعلٰى هٰذا القياس** ہر

(۱) سنن الترمذی،باب ماجاء فی الجماعة فی مسجد قد صلی فیه: ۲۹۷/۱،دار الغرب الإسلامی بیروت،انیس
(۲) تحفة الأحوذی: ۱۳/٤،دار الكتب العربية بيروت،انيس
(۳) الميزن الكبریٰ للشعرانی،باب صلاة الجماعة: ۱۵۷/۱،ط:مصر،انيس

جا کہ بر یک فعل دو اثر مختلف باشند تامل باید کرد کہ لاریب بدو وجہ واعتبار خواہد بود و دریں مسئلہ مانحن فیہ ہرگاہ کراہۃ ثابت شد وحکم کراہۃ نیست، مگر بر تکرار جماعۃ کہ نوعیست از جماعۃ مطلقا کہ جنس است نہ بر جماعۃ مطلقہ۔

پس بریں تکرار بجز کراہۃ کدامے حکم ضد کراہۃ حمل نتواند شد وو جوب وسنیہ واستحباب وافضلیۃ کہ اضداد کراہۃ اند ہر گز بروے ثابت نخواہند وانچہ حکم وجوب جماعۃ است مختص بجماعۃ اولی است کہ نوعی دیگر ست نہ حکم مطلق جماعۃ جنس وعلی ہذا ہر نوع جنس را حکم دیگری بود چنانچہ حقیقۃ وغرض متباین می باشند، مثلا جماعۃ نفل بلاتداعی را حکمیست وبتداعی را حکم دیگر البتہ حکم جماعۃ مطلقہ جنس کہ عود برکت یکے بر دیگرے ست، در جملہ انواع حاصلست چرا کہ نوع از جنس خالی نمی شود اگرچہ ایں نفع در جنب مفاسد تکرار حکم لاشی گیرد، پس حکم جماعۃ اولیٰ مسجد محلّہ نوعیست وجوب است وتضعیف اجر وعید ترک وحکم نوع دیگر کہ جماعۃ مکررہ است کراہۃ در فعل او وثواب در ترک او اگرچہ در بعض افراد قلیل باشد ونفع جماعۃ مطلقہ دریں جماعۃ مکروہ ہم موجود است، مگر بسبب اختیار قبح کراہۃ اثرش ہویدا نیست؛ بلکہ غلبہ جانب معصیۃ رامیباشد، لہٰذا می گویم کہ در جماعۃ مکررہ متوقع ثواب واجر مضاعف بودن واورا از انفراد افضل دانستن خیلی مستبعد است، مثلاً نیم پاؤ آب شیریں خالص اگر با یک تولہ قند ممزوج گردانند، اگرچہ شربت لذیذ حسب مراد نمی شود مگر گونہ ذوق خوش تو ان بخشید واگر یک تولہ ایلوا ہم درو ممتزج شود ہرچند شیریں قند از و بدر نہ رفتہ؛ لیکن ہیچ عاقل اورا شیریں نخواہد گفت با آنکہ امتزاج قند دران یقینی میداند وآں شیرینی اورالاشی محض خواہد دانست واز آب خالص غیر ممتزج بشے ہرگز افضل نخواہد گفت ہمچناں دریں جا باید فہمید وخود ظاہر است کہ اجر مضاعفہ در سنت ومشروع می باشد نہ در مکروہ منہی ودر ردمحتار تحت مسئلہ جماعۃ نفل بتداعی وجماعۃ وتر خارج رمضان بعد اثبات کراہۃ تنزیہ می گوید۔

وهـل يـحـصـل بهـٰذا الاقتـداء فـضيـلـة الجماعة ؟ ظاهر ماقدمّناه من أن الجماعة في التطوع ليست بسنة.(۱)

وأيضًا فيه في باب إدراك الفريضة: الظاهر المراد أنه يحصل بذلك الاقتداء فضيلة الجماعة التي هي المضاعفة بخمس أوسبع وعشرين درجة كما لو كان صلى الفريضة مقتديًا ؛ لأن هٰذه جماعة مشروعة أيضًا،انتهٰى.(۲)

---

(۱)　ردالمحتار،باب في الوتر والنوافل: ۲/ ۴۹،انيس

(قوله:ويكره التطوع بجماعة إلا التراويح)لورود الأثر في التراويح دون غيرها من النوافل.(منحة السلوك في شرح تحفة الملوك،فصل في السنن الرواتب وغيرها: ۱/ ۱۴۸،وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية قطر،انيس)

(۲)　ردالمحتار،باب في ادراك الفريضة: ۲/ ۵۰۶،انيس

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة.{متفق عليه}(مشكوٰة،ص: ۹۵)(باب الجماعة و فضلها،الفصل الأول (ح: ۱۰۵۲)انيس)

==

پس ازیں ہر دو روایت صاف معلوم شد کہ حصول اجر مضاعفہ موقوف بر سنیۃ ومشروعیۃ است، البتہ اگر اصل جماعۃ مشروع بود واز خارج عروض کراہۃ گردد بوجہ مشروعیۃ اجر خواہد یافت وباعتبار امر خارجی کراہۃ خواہد بود، چنانکہ در صلوٰۃ خلف فاسق، کما ہو مصرح فی الکتب وخود از بالا دریافت کہ ظاہر روایت دریں صورت انفراد را اختیار کرد وعبدالوہاب شعرانی از ائمہ ثلثہ اختیار انفراد روایت کردو ترمذی ہم از بعض ائمہ اختیار انفراد نقل کردو صحابہ تعامل انفراد دانستند، اگر ایں جماعۃ از انفراد افضل بودے ہرگز از مقتدیان دین یکسر متروک نشدی؛ بلکہ در چنیں امر کثیر الوقوع ضروری دین برائے بیان جواز از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بالضرور چیزے منقول شدے، چنانکہ در دیگر مثل ایں امور ثابت شدوایں جا خلاف آن تشدیدات وتغلیظ وعید مروی اندوانچہ آں را اثبات جواز قراء دادہ اند ہرگز ازیں مبحث نیست، چنانچہ در ماسبق گفتہ شدو بشرط تامل وانصاف باید دید کہ دلائل کراہۃ اند یا استحباب وافضلیت، پس باید کہ انفراد افضل وفاضل باشد و جماعۃ مکررہ مکروہ تحریماً تنزیہاً، **کما مر واللّٰہ أعلم وعلمه أتم وأحکم**

انیست انچہ کہ در جمع وتوجیہ روایات شتیٰ کہ از نظر ایں عاجز گذشت ثبت اُفتاد ازیں بعد عرض اینکہ دریں جز وزمان فاضلے تحریری در باب افضلیۃ جماعۃ مکررہ از انفراد وعدم کراہۃ مطلقۃً آں مرتب فرمودہ اند بنظر احقر درآمد جوابش اگر چہ ازیں رسالہ تو ان فہمید، مگر چونکہ آنجناب طرز ترجیح روایات اختیار فرمودہ اند بایں طور ہم انچہ در خاطر ایں ہیچمدان گذشت پیش می کند ومقصود نہ مقابلہ آن اعلیٰ مرتبہ است، علام الغیوب شاہد است، مگر چوں در بادی النظر ایں تحریر باعث فتنۂ عوام است انسدادش بریں آورد از مبتدیان علماء واز اں فاضل توقع دارم کہ ملال خاطر پاک شان نگردد اگر خطائے کردہ باشم اصلاح فرمودہ ایں عاجز راہدایت فرمانید بالرأس والعین قبول خواہد شد واگر صواب بود قبول فرمانید یارب انچہ براہ تعصب حرفے قلم ریزہ شدہ باشد ازیں صحیفہ محو فرمائے۔

وماتوفیقی إلا باللّٰه علیه توکلت وهو رب العرش العظیم

قال: در باب تکرار جماعۃ در مسجد محلّہ علماء را اختلاف است روایات مختلفہ دریں باب در کتب موجود اند وظاہر از روایت متن مجمع البحرین کراہۃ تکرار جماعۃ در مسجد محلّہ وقتے است کہ باذان واقامت ثانی باشد الامکروہ نیست، چنانکہ گفتند:

ولاتکرارها فی مسجد محلةٍ بأذان ثان یعنی إذا کان للمسجد إمام معلوم وجماعة معلومة فصلوا فیه بجماعة بأذان وإقامة لایباح تکرار الجماعة بأذان وإقامة عندنا وقید بأذان ثان؛ لأنهم إن صلوا بلا أذان یباح اتفاقاً وإنما لم یذکر الإقامة مع الأذان اکتفاءً بذکره،انتهٰی. (۱)

== عن أبی سعید الخدری أنه سمع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول:صلاة الجماعة تفضل علی صلاة الفذ بخمس وعشرین درجة.(صحیح البخاری،باب فضل صلاة الجماعة (ح: ٦٤٦)/الصحیح لمسلم عن أبی هریرة، باب فضل صلاة الجماعة (ح:٦٤٩)انیس)

(۱) المسجد إذا کان له إمام معلوم وجماعة معلومة فی محله فصلی أهله فیه بالجماعة لایباح تکرارها فیه بأذان ثان أما إذا صلوا بغیر أذان یباح اجماعاً.(الفتاوٰی الهندیة،فصل الأول فی الجماعة: ۸۳/۱،انیس)

وروایات متون مقدم اند بر غیر آن، انتہیٰ۔

بلفظه أقول: سابقاً ازیں رسالہ واضح شد کہ اختلاف نہ در نفس کراہت بلکہ در تحریم وتنزیہ است ومعنی روایت شرح مجمع البحرین ہم بیان شد و بعد تسلیم آنکہ اختلاف در کراہت وعدم آنست ومعنی روایت شرح مجمع عدم کراہت مطلق در صورت عدم اذان واقامت است می گویم کہ اولاً ایں قاعدہ کلیہ غیر مسلم است کہ ہر روایت متن بر غیر خود مقدم باشد بلکہ ایں تقدم وقتے است کہ روایت متن وشرح مثلاً ہر دو غیر مطلق بذیل بتصحیح باشند و باز معارض شوند۔

پس دریں صورت متن را ترجیح بود و اگر روات شرح مذیل بتصحیح باشد و روایت متن مطلق بود دریں صورت روایت متن مقدم نیست بلکہ روایت شرح مرجح خواہد بود صرح بہ فی رد المحتار:

قال: أما لو ذكرت مسئلة في المتون ولم يصرحوا بتصحيحها بل صرحوا بتصحيح مقابلها فقد أفاد العلامة قاسم بترجيح الثاني؛ لأنه تصحيح صريح ومافي المتون تصحيح إلتزامي والتصحيح الصريح مقدم على الالتزامي، انتهىٰ. (۱)

پس درصورتیکہ ابن نجیم تصریح کردہ باشد بقولہ مکروہ عندنا علی المعتمد، چنانکہ بالا منقول ایں تصحیح التزامی مقابل آں نتواند شد ومرجح کراہت خواہد ماند ومعہذا رسالہ کہ در باب اثبات مسئلہ خاص نوشتہ شد ہم متن است چہ ترجیح متن محض بسبب التزام ماتن است روایۃ راجح راوایں امر در رسالہ ہم موجود است فلافرق، پس گوئیم کہ روایت متن رسالہ مذیل بتصحیح راجح خواہد بود بر شرح مجمع ومتن مجمع وثانیاً آنچہ از مجمع ظاہری شود نہ بمنطوق عبارۃ اوست بلکہ بمفہوم مخالف کہ رفع حکم است عند رفع الوصف والقید ومفہوم آنگاہ می شود کہ منطوق خلاف اوموجود نبود ورنہ مفہوم ہرگز معتبر نخواہد بود و قید ووصف بر محملی از محامل مقررہ حمل خواہد بود ومحلّہ علم الاصول ودریں جا منطوق ظاہر روایت ودیگر کتب معلوم شد کہ کراہت است۔

پس دریں جا روایت شرح مجمع باقیماندہ نہ روایت متن البتہ اگر شارح خود ماتن باشد مضائقہ ندارد مگر دریں صورت رسالہ متن ابن نجیم مذیل بتصحیح راجح خواہد ماند، **فليتأمل.**

قال: وفي الدر المختار: ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة، انتهىٰ. (۲)

ودر رد المحتار تحت ایں قول گفتہ:

ويكره تحريمًا لقول الكافي: لايجوز والمجمع: لاياح وشرح الجامع الصغير: أنه بدعة. (۳)

(۱) ردالمحتار في المقدمة: ۱۷۳/۱، انيس

(۲) الدر المختار مع الرد، باب في الإمامة: ۲۸۸/۲، انيس

(۳) ردالمحتار، باب في الإمامة: ۲۸۸/۲، انيس

پس ایں جملہ عدم جواز ومکروہ تحریمی بودن ثانیہ مقید باذان واقامۃ ثانیہ است، چنانچہ ردالمحتار محشی درمختار ہمیں کراہت تحریمی قرار دادہ واستدلال قول کافی ومجمع وغیرہ نقل کردہ وقول کافی وغیرہ اگرچہ مطلق باشد؛ لیکن بسبب اینکہ در روایات قاعدہ حمل مطلق برمقید معتبر وجاریست ہمیں مقید مراداست، انتہی۔

بلفظہٖ أقول: کراہۃ تحریم درصورت اذان واقامت مسلم فریقین است وغرض از ایراد عبارت درمختار وردالمحتار دریں جا آنست کہ چوں دریں روایت درمختار وحاشیہ او کراہۃ تحریم مقید باذان واقامت واقع شد بمفہوم مخالف او عدم کراہۃ عند عدم الاذان والاقامۃ مستفاد شد ورنہ مسئلہ متنازعہ دریں روایات ہرگز مذکور نیست، مگر باید شنید کہ قاعدہ مفہوم اینست کہ حکمیکہ درمقید است بعد رفع قید ہموں حکم مرتفع شود، چنانچہ بر ماہرین مخفی نیست، پس چوں ارتفاع قید اذان واقامۃ شد عدم کراہۃ تحریمی خواہد شد نہ آنکہ دو نوع دیگر کراہۃ کہ اساءت وتنزیہ است ہم مرتفع شوند وایں کدام مفہوم است کہ حکمی را کہ ہنوز درمنطوق نرسیدہ بود رفع کرد واگر گویند کہ شارح درمختار قول خود دیگرہ کراہۃ مطلقہ مراد گرفتہ، پس بارتفاع او برقع قید ہمہ انواع کراہۃ مرتفع شد، چرا کہ ارتفاع مطلق بدون ارتفاع ہمہ افراد او حاصل نمی آید۔

پس گویم کہ قید محشی ردالمحتار بقول تحریما بالکل لغو شد، چرا کہ او نوع خاص را مشخص کردہ داد و یک نوع از نوع دیگر مباینۃ دارد، پس بارتفاع یک نوع مرتفع بودن نوع دیگر لازم نیست واگر فرمانید کہ مقصود ما رفع کراہۃ تحریم است نہ تنزیہ، پس چشم ماروشن دل ماشاد مدعا ما ہم ہمیں است کہ ترک اواولی وانفراد احسن از تکرار جماعۃ است وہمیں است مرجع کراہۃ تنزیہ وایں محقق خود در آخر ہمیں تحریر خود بافضلیت جماعۃ ثانیہ مقر شدہ اند، چنانچہ بیاید ولہٰذا در ماسبق قول شارح را درخزاین جاز إجماعًا بجواز مع كراهة التنزيه توجیہ کردہ ایم تا تہافت اقوال باوٴ عائد نگردد، فليفهم.

وانچہ ایں محقق مطلق کافی وغیرہ را برمقید حمل فرمودند بایں وجہ کہ روایت مطلق برمقید محمول می شود اولا حمل مطلق برمقید آنجاست کہ دلیل داعی اطلاق در آنجا نبود، ورنہ المطلق يجرى علىٰ إطلاقه محقق است وایں جا ظاہر روایت دلیل اطلاق موجود است وبعد تسلیم دلالۃ ایں روایات بررفع کراہۃ تنزیہ بدوں اذان واقامت غیر مسلم ست، كما لا يخفىٰ.

بہرحال ازیں روایات بترجیح یک طرف اثبات عدم کراہۃ مطلقہ ہم حاصل نمی اید، فليتدبر.

قال: وصاحب طحطاوی تحت ہمیں قول درمختار وتصریح عدم کراہۃ بدوں اذان کردہ حیث قال:

أما إذا كررت بغير أذان فلا كراهة مطلقًا وعليه المسلمون ولفظ عليه المسلمون دلالت دارو برآنکہ تکرار جماعۃ بدون اذان ثانی متوارث است ومتوارث مکروہ نباشد۔

قال في ردالمحتار في باب الأذان: والمتوارث لايكون مكروهًا، انتهى. (۱)

---

(۱) ردالمحتار، باب في الأذان: ۵۷/۲، انیس

إذ مارآه المسلمون حسنًا فهو عندالله حسن،انتهٰى.(۱)

بلفظہٖ أقول: تقریر کلام طحطاوی سابقا کردہ ایم کہ از مطلقاً مراد اطلاق مساجد است نہ اطلاق کراہت وغرض اور فع کراہت تحریم است نہ تنزیہ وبعد تسلیم می گویم کہ قول طحطاوی را پیش ظاہر روایت وابن نجیم وغیرہ اعتباری نخواہد بود وایں خود مشرح است ورسالہ ابن نجیم متن، پس حسب قاعدہ مسلمہ خود انصاف باید کرد اما توارث مسلمین، پس باید دانست کہ توارث بر دو قسم است یکے آنکہ بعد قرون ثلثہ در قرنی بسبب مصلحتے امری حادث شدہ بے آنکہ بر وحجتی شرعیہ باشد وخلف باتباع سلف خود بداں تامل کردند وشدہ بدرجہ قضایا مسلمات وضروریات رسید کہ ترک او اشد از ترک ضروریات پنداشتہ شود وایں تعامل را رواج گونید وہیچ گونہ حجۃ نباشد وہرگز قابل التفات نبود، اگر چہ علماء ہم بلا تردد عمل فرمودہ باشند۔

دوم آنکہ در قرنی بعد قرون ثلثہ امری پیش آمد وعلماء را بعد تحقیق حجتی شرعیہ پندارند وہمیں مراد است در حدیث ’’مارآه المسلمون حسنًا فهو عندالله حسن‘‘ (۲) چرا کہ رویت فعل قلب است ونسبت او بسوی مسلمین ونسبت بمشتق علیہ مشتق منہ را می خواہد لہٰذا رویت بوجہ اسلام مراد خواہد بود واز لفظ اسلام بسبب اطلاق فرد کامل مراد خواہند داشت وکمال اسلام نیست، مگر در علماء ربّانیین۔

پس حاصل حدیث ایں شد کہ ہر چیز یکہ از امور دین علماء بتامل ورویت قلبی بحجۃ شرعیہ حسن دانند عند اللہ ہم حسن است چہ حسن وقبح شرعی است نزد ہمہ اہل سنت اگر چہ نزد بعض عقل آلہ اوراست ولہٰذا در آه المسلمون فرمود راٰه الناس یا تعامل الناس یا تعامل المسلمون نفرمود وتوارث اجماعی ہم آنگاہ ہم معتبر می شود کہ خلاف تعامل صحابہ وقرون ثلثہ نباشد ومارآه المسلمون الخ ہموندم باشد کہ از اصحاب شرع در وی قولی وفعلی وتقریری واز صحاب عظام وتابعین ابرار ومجتہدین در وی چیزے بتصریح ثابت نبود، ورنہ ہرگز در مارآه المسلمون آنکہ داخل نخواہد بود واکنون استحسان عوام مسلمین چہ اجتہاد مجتہدین ہم معتبر نخواہد گردید، چنانچہ شارح منیہ گفت کہ در آیت خلاف روایت گرفتن لائق نیست ورد المحتار در باب جمعہ گفت:

أقول: كون ذلك متعارفًا لايقتضى جوازه عند الإمام القائل بحرمة الكلام ولو أمرًا بمعروف أورد سلام استدلالاً بمامرو لاعبرة بالعرف الحادث إذا خالف النص؛لأن التعارف إنمايصلح دليلاً على الحل إذاكان عاما من عهد الصحابة والمجتهدين كما صرحوا به،انتهٰى.(۳)

وانچہ رد المحتار گفت:

(۱-۲) عن عبدالله بن مسعود قال: ... فمارأى المسلمون حسناً فهو عند الله حسن ومارؤا سيئاً فهو عند الله سيئ.(مسند أحمد،من مسند عبد الله بن مسعود: ٨٤/٦ (ح: ٣٦٠٠)انيس)

(۳) ردالمحتار، باب فى الجمعة: ۳۷/۳،مكتبة بيروت،انيس

المتوارث لایکون مکروھا.(۱)

ہمیں متوارث است نہ مطلق توارث مسلمین وخود حال توارث جماعۃ ثانیہ در سلف صالح از عبارت بالا دیدۂ حاجت اعادۂ ندارد ودر شرح جامع صغیر صراحۃً حکم بدعت بودن تکرار نمودہ ودر ہر قرن علماء را بر آن انکار ماندہ۔

پس صاف روشن شد کہ ایں تعامل ارواج بیش نیست وانچہ روایات شاذہ از ابو یوسفؒ وغیرہ خلاف ظاہر مذہب اند اوّلاً مفاد آنہا عدم کراہۃ تحری است نہ عدم تنزیہ چنانچہ گذشت، ورنہ پیش ظاہر مذہب، ہرگز قابل اعتبار نخواہند بود ومورث اجماع نمی توانند شد وتواند کہ در زمان خود بسبب عدم فساد لابأس گفتہ باشند، اکنون آں حکم قابل تعویل نماندہ است، پس بسبب فساد اہل زمان چنانچہ در صدر رسالہ اشارہ بداں شد۔

الحاصل بایں روایت ترجیح معلوم در اثبات جواز ہنوز کلام است ودریں جا اینہم یاد باید داشت کہ تعامل قرون ثلثہ ہمونست کہ بلا نکیر دراں قرون بروعمل درآمد باشد، ورنہ اگر یک دو کس برآں عمل کردہ باشد، یا جماعتی کردہ مگر نکیر دیگران بران واردشدہ آں را تعامل گفتہ نخواہد شد وایں قاعدہ نظایر بسیار دارد ونہایت کار آمدنی است، فاحفظ.

قال: ودر فتاویٰ عالمگیریہ کہ در جمع آں مجمع علماء بودنوشتہ کہ!

"المسجد إذا كان له إمام معلوم وجماعة معلومة في محله فيصلي أهله فيه بالجماعة لا يباح تكرارها فيه بأذانٍ ثانٍ أما إذا صلوا بغير أذان يباح إجماعًا انتهٰى مع مافيه.(۲)

وفي ردالمحتار: ولو كرر أهله أي أهل مسجد محلة بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعًا.(۳)

وبعد نقل قول ظہیریہ وظاہر الروایۃ ایں عبارت نقل نمودہ:

عن أبي يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولٰى لاتكره وإلا تكره هو الصحيح و بالعدول عن المحراب تختلف الهيئة كذا في البزازية وفي التاتارخانية عن الولوالجية وبه نأخذ.(۴)

ودرالبحر الرائق في صفة الإمامة: ۳۶۶/۱:

ويجوز تكرار الجماعة بلا أذان وإقامة ثانية اتفاقاً وفي بعضها إجماعًا بلا كراهة.

قال في شرح الدر: هو الصحيح. وقد روى عن أبي يوسف لم يربأسًا في الصلاة مرة بعد أخرى إذا لم يقم الإمام في موضع الإمام الأول وهذا هو الذي عليه العمل فينبغي أن يكون هو المعمول.

(۱) ردالمحتار، باب في الأذان: ۵۷/۲، مكتبة بيروت، انيس
(۲) الفتاوىٰ الهندية، الفصل الأول في الجماعة: ۸۳/۱، انيس
(۳) ردالمحتار، باب في الإمامة: ۲۸۸/۲، انيس
(۴) ردالمحتار، باب في الإمامة: ۲۸۹/۲، انيس

وأیضًا فی ردالمحتار فی باب الأذان: نعم قد علمت أن الصحیح أنه لایکره تکرار الجماعة إذا لم تکن علی الهیئة الأولیٰ، انتهیٰ. (۱)

بلفظه أقول: توجیہ وتقریر ایں ہمہ روایت سابقاً کردہ شد وبعد تسلیم انچہ ایں فاضل مراد داشتہ اند میگویم کہ روایت عالمگیریہ روایت شرح مجمع است وروایت ردالمحتار منقولہ از خزاین ہم روایت شرح تنویر است، پس حسب قاعدہ مسلمہ ایں فاضل متعارض متن ابن نجیم چگونہ تواند شد وظاہر روایت خلاف ایں روایات است ومعلوم شد کہ خلاف ظاہر روایت بلا تصریح صریح مقابل او فتویٰ رانمی شاید، چنانچہ از درمختار وردالمحتار بالا منقول شد وانچہ ملا علی قاری نقل کرد از بعض کتب بلا تذئیل تصحیح نقل می کند وتمام عبارت ہکذا:

وقد کره تکرار الجماعة عندنا وبه قال مالک والشافعی فی الأصح خلافًا لأحمد ثم اختلف علماء نا فکرهه بعضهم کراهة تحریمة. ففی الکافی: تکرار الجماعة لایجوز. وفی شرح المنظومة والمجمع: لایباح. وفی شرح الجامع الصغیر: بدعة، وفی بعض الکتب یجوز تکرار الجماعة بلا أذان وإقامة ثانیة اتفاقاً وفی بعضها إجماعًا بلا کراهة، انتهیٰ.

پس ایں نقول پیش ظاہر روایت ورسالہ ابن نجیم چگونہ معول خواہند شد وتامل درکار است کہ عبارت علی قاری توجیہ مارا کہ سابقاً گذشت چہ قدر معاونست پیش اہل فہم حاجت تقریر نیست۔ (۲)

قوله وقد کره تکرار الجماعة عندنا. بقول خود ثم **اختلف علماء نا إلخ** چگونہ شرح می کند، **فلیتأمل.**

وقوله هٰذا هو الذی علیه العمل راہموں جوابست کہ در تحقیق توارث گذشت، بعد ازیں باید شنید کہ برتقریر بندہ کہ سابقاً در توجیہ ایں روایات گذشت برلفظ جاز اجماعاً ویباح اتفاقاً وروایات عالمگیریہ وخزاین وغیرہا ہیچ خدشہ نیست، مگر حسب رائے مجوزین تکرار اشکال عظیم درپیش می آید چرا کہ درصورتیکہ ظاہر روایت علماءِ ثلاثہ حنفیہ کراہۃ تکرار است، پس اجماعاً چہ معنیٰ دارد واگر روایتے شاذہ از ایشاں مروی بود قادح در ظاہر روایت واجماع کراہۃ نمی تواند شد واجماع خلف خلاف رائے صاحب مذہب چہ پیش میرود ومع ہٰذا جمہور علماء راشنیدۂ کہ ہر روز بر تکرار جماعۃ نکیر شدید داشتہ اند وہمیں معنی دارد قول ردالمحتار: **وهٰذا مخالف لحکایة الإجماع المارة،** (۳) چنانکہ گذشت نہ بینی کہ در ردالمحتار چہ قدر اقوال در باب انکار منقول است واز علامہ سندی نقل کردہ **قوله مکروه اتفاقاً**، چنانکہ سابقاً نقل شد، پس معنی اجماع ندانیم کہ چہ خواہد بود واگر اجماع عامہ مسلمین مراد است۔

(۱)　ردالمحتار، باب فی الأذان: ۶۵/۲، مکتبة بیروت، انیس

(۲)　إن تکرار الجماعة فی مسجد واحد مکروه عندنا علی المعتمد. (ردالمحتار، باب فی الإمامة: ۲۵۱/۳، انیس)

(۳)　ردالمحتار، باب فی الإمامة: ۵۵۳/۳، انیس

پس جوابش از بحث توارث معلوم می شود، بہر حال طوریکہ مجوزین تقریری فرمانید تسدید لفظ اجماع واتفاق برایشاں واجبست باقی ماندہ قول شرح وهو الصحيح وروایت شرح منیہ وایں عمدہ استدلال مجوزین است پس بیانش مفصلاً گذشت، مگر چوں ایں فاضل بایں روایت ترجیح جواز دادہ اند بایں سلک ہم بیانش ضرور افتاد ومطلب ایں روایت چنانکہ ایشاں می فرمانید تسلیم کردہ شد تحریرش ایں کہ چنانکہ معلوم شد کہ تصحیح متون تصحیح التزامی ضمنی است واز ظاہر روایت عدول روانیست، مگر چوں تصحیح تصریح در روایت مقابل او باشد، چنانچہ ردالمحتار تحقیق آں کرد؛ لیکن چوں در ہر دو جانب تصحیح موجود باشد آنگاہ ترجیح ظاہر روایت را باشد۔

پس دریں صورت معلوم است کہ چنانکہ شارح منیہ وددرد ہوا لصحیح را بایں روایت ضم کردہ اند صاحب بحر لفظ علی المعتمد را جانب ظاہر روایت ضم می کند وتسلیم طحطاوی وردالمحتار رایں تصحیح صاحب بحر را در حکم تصحیح ایں روایت کراہۃ است از ایشاں ولفظ: بـه نـأخذ درتا تارخانیہ اولا ہنوز درخفاست واگر فرض کردہ شود کہ برعدم کراہت است أفتٰی بـعـض الـمالكية على الـمـذاهب الأربعة، درردالمحتار بسوئے کراہۃ است ولفظ انکر صریحاً گواز الفاظ فتویٰ منقولہ کتب نیست مگر در معنی: أفتٰى بكونه مكروهًا منكرًا است ولفظ فتوی بہر لفظ کہ باشد آں کداز صحیح واصح می باشد، كذا في ردالمحتار.

باقیماند اینکہ گونید ایں فتوی مالکی است نہ اہل مذہب حنفی، پس بشنوید کہ معنی أفتى بعض المالكية انیست کہ بعض مالکی ثابت کرد کہ در ہر چہار مذہب فتویٰ بر کراہت است، چراکہ مفتی مجتہدی باشد وغیر مجتہد ناقل فتویٰ است نہ مفتی۔

قال ابن الهمام: إنه لايفتي إلاالمجتهد وقد استقررأی الأصوليين علٰى أن المفتي هو المجتهد فـأمـا غيـر الـمجتهد ممن يحفظ أقوال المجتهدين فليس بمفتٍ فعرف أن مايكون في زماننا من فتوٰى المجتهدين ليس بفتوى بل نقل كلام المفتي،انتهٰى. (۱)

پس معلوم شد کہ مفتی فی الحقیقۃ اہل مذہب اند وبعض مالکیہ ناقل فتویٰ اند وصاحب ردالمحتار کہ ماہر مذہب حنفیہ است بریں نقل او تعاقب ونکیر نکردہ قبول داشت، لہٰذا ظاہر شد کہ در مذہب حنفیہ فتوےٰ بر کراہۃ ثابت است گو مایانرا آں کتاب وعبارت معلوم نباشد آخر بر صحیح ومفتی بہ بودن دیگر روایات کہ جزم داریم از نقل ہمیں کتب داریم، یا آنکہ بعض مالکیہ بر مذہب خود فتویٰ داد واہل مذاہب ثلثہ بر مذاہب خود فتویٰ دادہ باشند ونسبت مالکی بجہۃ باعث بودن ایشانست بریں فتویٰ وچنانکہ ایں مفتیان بعد طبقہ مجتہدان اند ہمچناں لفظ: هو الصحيح وبه نأخذ گویندگان کہ شارح منیہ وولوالجی اند مثل ایشاں بعد طبقہ مجتہدان ہستند وچوں تصحیح طحطاوی وردالمحتار مارا تسلیم کردنست انچہ خود ایشاں تسلیم سازند مارا بالطریق اولیٰ برسر نہادن خواہد افتاد۔ الغرض دریں مسئلہ جانب کراہۃ معتمد ومفتی بہ برآمد وجانب عدم کراہۃ بزعم مجوزین مصحح وماخوذ۔

---

(۱)　　فتح القدير، كتاب أدب القاضي: ۲/۲۳۷-۲۳۸، انیس

پس اولاترجیح لفظ فتویٰ راست وثانیاً بظاہر الروایۃ کمامر فلیتأمل وانچہ ایں فاضل در مابعد نقل فرمودند۔

قوله: وإذا ذيلت رواية فى كتاب معتمد بالتصحيح ومثله لم يفت بمخالفه،الخ. (۲) بمراد اینکہ ظاہر روایت غیر مصحح ومذیل بلفظ فتوی است وروایت شرح منیہ مذیل، پس ایں قول شان برمحل خود نیا مد چراکہ تصحیح در ینجا بہر دو جانب موجود است بلکہ تصحیح ظاہر روایت اقوی است از مقابل خود **كما لا يخفٰى** و بباید کہ ایں تذئیلات وتصیحات خلاف روایت امام قابل التفات نمی شود۔

قال: درحدیثی کہ ابوداؤد وترمذی از ابی سعید خدری تخریج کردہ اندکہ!

”**جاء رجل وقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ألا رجل يتصدق فيصلى معه فقام رجل وصلى معه**“ (۳) دلالۃ است برآنکہ افضلیت درہمراہی است، نہ درتنہائی۔

وفى شرح المنية: لاينبغى أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية،ذكره فى واجبات الصلاة فى معرض ترجيح رواية وجوب الرفع من الركوع والسجود للأول الواردة مع أنها خلاف الرواية المشهورة عن الإمام أنه سنة انتهٰى. (۱)

بلفظه أقول: بیان ایں حدیث در ماسبق گذشت کہ دریں حدیث ہرگز دلالۃ برمسئلہ متنازعہ نیست ونہ قیاس ایں مسئلہ رابریں واقعہ تواند کرد آری اثر: ”**لايصلى بعد صلاة مثلها**“ **بعض معانى** خود وآثار منقولہ ردالمحتار از بدائع وتشدید وتاکید جماعۃ دارد احادیث دلالۃ میدارند بریں کہ افضلیۃ؛ بلکہ ضرورت درتنہائی است نہ درہمراہی وحسب تحقیق شرح منیہ بالضرورت تنہائی رااختیار باید کرد چراکہ موافق روایت ایں درایت می افتد، اگرچہ مشہور درعوام وعلماء وبعض کتب جواز تکرار است، **فليتأمل.**

قال: وچوں امام ابو یوسف ظاہر الروایت راترک فرمودہ فتویٰ جواز تکرار بلا اذان واقامۃ دادند وعلماء زمان سابق کابراعن کابر مسلمش داشتند وبصحتش قائل شدند بعض کسی رامجال فتویٰ برظاہر روایت چگونہ خواہد ماند۔

وفى وقف البحر وغيره: متٰى كان فى المسئلة قولان مصححان جاز القضاء والإفتاء بأحدهما. (۲)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، المقدمة: ۱/۱۷۵، انيس

(۳) روينا فى حديث أبى سعيد الخدرى رضى الله عنه: فى الرجل الذى دخل المسجد وقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ألا رجل يتصدق علٰى هٰذا فيصلى معه فقام رجل فصلٰى معه. (سنن الكبرٰى، باب فى من أعادها وإن صلاها فى جماعة: ۲/۳۰۳، انيس)

(۱) ردالمحتار فى المقدمة: ۱/۱۷۷، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) الدرالمختار مع الرد فى المقدمة: ۱/۱۷۲، انيس

وإذا ذیلت روایة فی کتاب معتمد بالصحیح و المأخوذ أوبه یفتٰی أوعلیه الفتوی لم یفت بمخالفه إلا إذا کان فی الهدایة مثلا هو الصحیح فیختار الأقوٰی عنده و الألیق و الأصح. (۱)

وبساست کہ باوجود ظاہر الروایت برقول صاحبین بل برقول زفر فتوے دادہ اند، انتہی۔

بلفظه أقول: نسبۂ فتوی ایں روایت بابی یوسف کردن خیلی مستبعد است، اولا معلوم شد کہ مذہب ابی یوسف ظاہر الروایت است وبعد بیان مذہب مجتہدین عادت مصنفین است کہ اگر روایتے شاذہ ازاں مجتہدمی یابند آنرا ہم نقل می کنند ہدایہ را باید دید کہ از امثال ایں پراست، پس ایں نقل رافتویٰ ابو یوسف فہمیدن نہایت عجب است وپیش ظاہر روایت کہ حکم متواتر دارد روایت شاذہ رامفتی بہ ایشاں گفتن چہ زیبا است، البتہ اگر لفظ **هو الصحیح** از ابو یوسف منقول بودی مضائقہ نبود کہ ابو یوسف مذہب مشہور خود راترک فرمودہ روایت دیگر راصحیح کردہ اوند مگر ایں امر بالکل غیر مسلم است چہ در بحر ایں روایت رابلفظ **لا بأس** آوردہ و **هو الصحیح** باد مضموم نیست ودر مضمرات ہم لفظ **لم یر بأساً** گفتہ وہیچ تصحیح نیست ودر برجندی بلفظ **عن أبی یوسف** ایں روایت منقول است وہیچ لفظ تصحیح بادنیست واز رسالہ علی قاری خود ایں فاضل بلفظ **روی أنه لم یر بأساً** نقل کردہ اند وہیچک لفظ فتوی بادی نیست و **هٰذا هو الذی علیه العمل** از مصنف است نہ از امام ابو یوسف **کما لا یخفٰی** ہمچناں شارح منیہ بعد نقل روایت از طرف خود **هو الصحیح** باد ضم میکند۔

پس نسبت آں بابی یوسف چگونہ درست خواہد بود واگر در کتابے فتوی یا تصحیح ابی یوسف منقولست اظہارش واجب ست، ورنہ لفظ: "**لا بأس**" و"**عن فلان**" بعد بیان روایت مذہب آں فلاں ہرگز فتوی نمی بود **کما هو الظاهر** واگر تسلیم کنیم کہ ابی یوسف بجواز تکرار مذہب داشتند تاہم بشنوید کہ ردالمحتار گوید:

وکذا لاتخییر لو کان أحدهما قول الإمام والآخر قول غیره لأنه لما تعارض التصحیحان تساقطا فرجعنا إلی الأصل الذی هو تقدیم قول الإمام، بل فی شهادة الفتاوی الخیریة: المقرر عندنا أنه لایفتٰی ولا یعمل إلا بقول الإمام الأعظم ولایعدل عنه إلٰی قولهما أوقول أحدهما إلا لضرورة کمسئلة المزارعة وإن صرح المشایخ بأن الفتوی علٰی قولهما لأنه صاحب المذهب والإمام المقدم ومثله فی البحر عند الکلام علٰی أوقات الصلاة.

وفیه من کتاب القضاء: یحل الإفتاء بقول الإمام بل یجب وإن لم یعلم من أین قال؟ انتهٰی. (۲)

---

(۱) الدر المختار مع الرد فی المقدمة: ۱/۱۵۷، انیس

(۲) ردالمحتار فی المقدمة: ۱/۱۷۳، دار الفکر بیروت/البحر الرائق، أوقات الصلاة، باب وقت صلاة العشاء: ۱/۲۵۹، دار الکتاب الإسلامی بیروت، انیس

وایضًا صاحب البحر در رسالہ رفع الغشاء گفت:

واستفيد منه أنه لايفتٰى ولايعمل إلا بقول أبي حنيفة ولايعدل إلٰى قولهما إلا لموجب من ضعف دليل أوضرورة أوتعامل كماقدمناه واستفيد منه أيضًا أن بعض المشايخ وإن قال: الفتوى علٰى قولهما، وكان دليل الإمام واضحًا ومذهبه ثابتًا لايلتفت إلٰى فتواه ولايعمل بها وإن كان في كتاب مشهور معروف، انتهٰى.

پس صاف روشن شد کہ اگر ایں روایت مذہب مشہور ابی یوسف ہم بود تاہم فتوی بر مذہب امام شاید لاغیر و ہر چند در کتاب مشہور مثل شرح منیہ و دررد ولوالجی، مثلا: **هو الصحيح وبه نأخذ** گفتہ باشند التفات بداں نمی شاید و ترک روایۃ امام روا نیست، مگر یا بسبب ضعف دلیل وایں جا قوت دلیل امام نقلاً وعقلاً دریافت کہ تعامل صحابہ و توافق حدیث است و اعتماد صاحب بحر، بس است کہ از نقاد مسلم الثبوت است و یا بضرورت و مراد ضرورتیست کہ باو حرج مسلمانان بود در ینجا ضرورت جز ایں کہ تکلیف حضور جماعۃ اولی و تاکد اواز عوام برداشتہ شود دیگر چہ خواہد بود یا بسبب تعامل واز تعامل مراد تعامل سلف است نہ عوام، چنانچہ بالا بیانش گذشت و دریں جا تعامل ہم ترک تکرار است۔

پس دریں صورت چگونہ ترک ظاہر روایت جائز بودہ وفتوی بر غیر آں درست شد و علماء زمان مفتی نیستند؛ بلکہ ناقل فتوی، لہٰذا ایشاں راہموں نقل باید کرد کہ اہل مذہب ومشائخ آں رامعتمد کردہ اند و اگر تصحیح خلاف آں یابند بر آں نباید گردید و خود واضح شد کہ ترک ظاہر روایت کردہ بر مذہب صاحبین وزفر ہماں جا فتویٰ است کہ دلیل ظاہر روایت ضعف دارد یا تعامل قرون ثلثہ واجماع سلف خلاف آں بود یا حرج باشد وایں جا ہر سہ امر مدفوع اند و حال تسلیم علماء سلف از بالا معلوم شد کہ در ہر زمان از علماء جم غفیر بر آں نکیر داشتہ اند، فليتدبر.

قال: غرض روایاتیکہ بالفاظ فتویٰ کہ **هو الصحيح وبه نأخذ وعليه الفتوىٰ وعليه المعمول وعليه المسلمون** وغیرہ مذیل باشند بر روایات دیگر ترجیح دارند کسے را از فقہائے زمان گنجائش افتاء بر مخالفش نخواہد بود و مارا نمی رسد کہ بر فتوی علماء سابقین کہ مرجع انام اند فتوی جدید راغلبہ دادہ گویم فتویٰ اوشان قابل فتوی نماند و حال مردم زمانہ ایں است کہ ہر کسے را توفیق شمول جماعۃ اولیٰ ندادہ اند اگر صد نماز جماعتش فوت شود گاہے ہمت شمول جماعۃ اولیٰ نخواہد ساخت وکسے را کہ غرض است اوراہمیں قدر کافی است کہ جماعۃ ثانیہ مثل اول نیست در ثواب حتیٰ کہ بکراہیتش نیز قائل نشدہ اند و جائز داشتن جمعہ در شہر در مساجد متعددہ ہم موئد ایں معنی می تواند شد۔ **والله أعلم وعلمه أحكم و أقوم، انتهٰى.**

بلفظه أقول: وجہ تائید انچہ در فہم احقر آمدہ اینکہ جمعہ جامع جماعات است واصل در جمعہ عدم تعدد است ومعہذا بر جواز تعدد در یک شہر فتویٰ دادہ اند، پس جامع مسجد مشابہ مسجد محلّہ شد و تمام شہر مشابہ محلّہ و چنانکہ روز جمعہ فقط در جامع مسجد اقامۃ جمعہ اولی است و اگر در مساجد متعددہ سازند ہم جائز است ہمچناں اہل محلّہ را باید کہ در جماعۃ اولیٰ حاضر باشند و اگر حاضر نشدند و تکرار جماعۃ

کردند باختلاف ہیئۃ اولیٰ روا باشد۔پس گویم در مقیس علیہ ومقیس فرق بین است چرا کہ مسجد محلّہ کہ مقیس است حکما یک مکانست۔چنانچہ اثر وحدتش دراحکام سجدۂ تلاوت واتصال صفوف بیداست ومقیس علیہ جامع مسجد ومساجد دیگر حکما مکانات متعددہ اند پس قیاس ار بر تعدد چگونہ درست آید،البتہ ایں تائید آنگاہ درست بودی کہ مجموعہ مساجد در باب جمعہ حکما یک مکان شدندے تااگر جامع مسجد کہ مشابہ محراب است نماز جمعہ نخواند وبجائے دیگر کہ مساجد دیگر است خواند در جمعہ درست است۔درتکرار ہم اگر محراب گذاشتہ بجائے دیگر خواند جائز گردو مگر چناں نیست؛ بلکہ مساجد دیگر درصورت مسئلہ جمعہ درحکم مکانات وبیوت اند نہ قطعات واجزاء مسجد جامع،پس قیاس مع الفارس شدآرے جامع مسجد حکما یک مکانست اگر تعدد جمعہ دریں یک مسجد جامع درروایتے جائز باشد لاریب تائید مسلم است ورنہ اقامۃ جمعہ در مسجد دیگر بآں ماند کہ فاقد جماعۃ اولیٰ مسجد محلّہ بخانۂ خود یا اہل خود جماعۃ کند ودر کتب فقہ مصرح شد کہ ایں جماعۃ بخانہ مکروہ نیست کذافی فتح القدیر وغیرہ مگر در مسجد محلّہ تکرار جماعۃ نکند چنانکہ فاقد جمعہ جامع مسجد در جامع مسجد تکرار جمعہ نہ کند،البتہ در مسجد دیگر رفتہ شریک اہل مسجد دیگر گردد۔

وقال فی فتح القدیر: وإذا فاتته لایجب علیه الطلب فی المساجد بلا خوف بین أصحابنابل إن أتی مسجدًا آخر للجماعة فحسن وإن صلی فی مسجد حیة منفردًا فحسن.(۱)

وذکر القدوری: یجمع بأهله ویصلی بهم؛یعنی وینال به فضیلة الجماعة،انتهٰی، وهٰکذا فی فتاویٰ قاضی خان وشرح المنیة.(۲)

وجواز تعداد جمعہ باآنکہ ظاہر روایت عدم تعدد است بسبب قوۃ دلیل جواز تعدد است وحرج مسلمین در عدم تعدد چنانچہ در فتح وغیرہ مصرح شد وترک ظاہر روایت بسبب قوت دلیل روایت مقابلہ درحرج وضرورت مسلم الثبوت است خلاف مسئلہ تکرار جماعۃ کہ قوت دلیل او پیداست وعدم حرج وضرورت دریںجا ہویدا،پس ایں راازاں چگونہ تائید آید البتہ در مشروعیۃ صلوۃ خوف تائید کراہیۃ تکرار جماعۃ ظاہر وبین است،فلیفهم.

الغرض چوں کراہیۃ معتمد ومحقق شد اگر چہ تنزیہ باشد،لاریب ترک تکرار اولی خواہد بود وتنہائی افضل وچوں نباشد کہ تعامل صحابہ کرام انفراد بود واگر جماعۃ ثانیہ اولی بودی از ایشاں یکسر چگونہ متروک شدے وظاہر روایت ہم انفراد راافضل گفت واز ائمہ ثلثہ انفراد منقول شد؛ بلکہ از ترمذی بلفظ:"لابأس"اولویۃ انفراد نزد امام احمد ہم ثابت می شود ہمہ روایات کراہت تکرار داعی افضلیۃ انفراد ہستند،چرا کہ مکروہ نیست،مگر آنکہ ترک او افضل باشد وایں ادنیٰ حال مکروہ است واگر باوصف کراہت ہم فعل او اولیٰ است،پس ایں قلب موضوع شرع شریف گردید واز مکروہ بمستحب منقلب گشت

(۱) فتح القدیر باب فی الإمامة: ۲۹۰/۱،انیس

(۲) کذا فی درر الحکام شرح غرر الحکام،صفة الإمامة: ۸٤/۱،دار إحیاء الکتب العربیة/والبحر الرائق،باب الإمامة: ۳٦۷/۱،دار الکتاب الإسلامی بیروت،انیس

ولا یخفٰی ما فیہ،فافھم. اکنون بفضلہٖ تعالیٰ بایں مسلک ترجیح ہم محقق شد کہ راجح کراہۃ تکرار است واہل مذہب وجماہیر ملاء ومشائخ کرام کراہت را مصحح ومعتمد ساختہ اند۔

پس فقہاء زمان رالائق است کہ ظاہر روایت مفتی بہارا ترک نسازند وبروایت غیر مشہورہ فتویٰ ندہند وحال بنی نوع انسان از قدیم ہمیں است کہ موفق راا شارہ بس است وغیر موفق راہزار بار گفتن ہم کافی نیست،ابوجہل راازفخر عالم صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ ہدایت نشد،مگر علمارانمی زیبد کہ عوام راکاہل بنداشتہ روایات ازویادستی ارشاد فرمانید وبرتوفیق ازلی حوالہ فرمودہ خود از امر ونہی فارغ نشینند ومع ہذا بتجربہ دریافت ایم کہ گفتہ رااثرے بسیار است،ازانکہ درفطرت ایشاں قابلیتی نہادہ اند،بر ہر چہ آرند قبول شان می گردد،پس علماء رالازم است کہ ہمۃ ایشاں چست فرمایند،نہ ارشاد پست ہمتے۔

وماعلینا إلا البلاغ المبین واللّٰہ یھدی من یشاء إلٰی صراط مستقیم

وآخردعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد سید الأنبیاء والمرسلین وعلٰی الہ وصحبہ أجمعین وعلٰی من تبعھم إلٰی یوم الدین.فقط(تالیفات رشیدیہ:۷۲۹-۷۵۱)

☆ ☆ ☆